اسلامی حکایات

یہ کتاب عربی زبان کے بہترین اور نایاب قصص اور روایات و حکایات
پر مشتمل ہے۔ یہ روایات حکایات تفریحی نہیں بلکہ سبق آموز ہیں ان میں
زیادہ تر تاریخی ہیں کچھ نیم تاریخی داستان اور افسانہ کا شائبہ ذرا بھی نہیں ہے

زاویہ پبلشرز

Marfat.com

Marfat.com

اسلامی حکایات

یہ کتاب عربی زبان کے بہترین اور نایاب قصص اور روایات و حکایات پر مشتمل ہے، یہ روایات و حکایات تفریحی نہیں بلکہ سبق آموز ہیں، ان میں زیادہ تر تاریخی ہیں، کچھ نیم تاریخی، داستان اور افسانہ کا شائبہ ذرا بھی نہیں ہے

○

مُرتبہ:

نجابت علی تارڑ

زاویہ پبلشرز

3-C (محی الدین بلڈنگ) داتا دربار مارکیٹ. لاہور
فون: 042-7248657
موبائل: 0300-4505466 - 0300-9467047
Email: zaviapublishers@yahoo.com

Marfat.com

جملہ حقوق محفوظ ہیں

2010ء

باراول.........................1000

ہدیہ...........................150

زیرِ اہتمام.........نجابت علی تارڑ

﴿لیگل ایڈوائزرز﴾

رائے صلاح الدین کھرل ایڈووکیٹ ہائی کورٹ (لاہور) 0300-7842176

محمد کامران حسن بھٹہ ایڈووکیٹ ہائی کورٹ (لاہور) 0300-8800339

﴿ملنے کے پتے﴾

اسلامک بک کارپوریشن ، کمیٹی چوک ، راولپنڈی	051-5536111
احمد بک کارپوریشن ، کمیٹی چوک ، راولپنڈی	051-5558320
کتاب گھر ، کمیٹی چوک ، راولپنڈی	051-5552929
مکتبہ بابا فرید ، چوک چشتی قبر ، پاکپتن شریف	0301-7241723
مکتبہ قادریہ ، پرانی سبزی منڈی ، کراچی	0213-4944672
مکتبہ برکات المدینہ ، بہادر آباد ، کراچی	0213-4219324
مکتبہ رضویہ ، آرام باغ ، کراچی	0213-2216464
مکتبہ ضیائیہ ، کمیٹی چوک ، اقبال روڈ ، راولپنڈی	051-5534669
مکتبہ سخی سلطان ، حیدر آباد	0321-3025510
مکتبہ قادریہ ، سرکلر روڈ ، گوجرانوالہ	055-4237699
علامہ فضل حق پبلیکیشنز ، دربار مارکیٹ ، لاہور	0300-4798782
کتب خانہ حاجی مشتاق احمد ، بوہر گیٹ ملتان	061-4545486

فہرست مضامین

مضامین	نمبر شمار	مضامین	نمبر شمار
علم کا فضل جہل پر	11	کوشش کا انجام	19
عالم اور جاہل	11	سوال و جواب	20
علم اور دولت	12	علم کی قیمت	21
جامع العلم	13	سعی و کوشش	22
گہوارہ سے گور تک	14	علم اور لباس	23
علم اور عمل	15	علم کی قیمت	24
علم بے عمل	16	علم کی تواضع	24
علم اور جہل کی ذلّت	16	علم اور عبادت	25
جہل تاریکی ہے	17	علم نافع	26
علم کا درجہ	19	**عمل اور اس کی فضیلت**	27
روشن مثال	19	ارشاداتِ نبوی	27

Marfat.com

محنت کی کمائی	30
کام خزانہ ہے	31
کام کی لذت	32
کام میں استقلال	33
ادب کی فضیلت	35
نسب سے بہتر	35
سونے سے عمدہ	35
ادبِ صدیقؓ	36
مراعاتِ ادب	36
خلیفہ مامون کی مثال	37
عالم کا ادب	38
سیّد العرب	39
کمالِ ادب	39
حسنِ اخلاق	41
اخلاق کی تعلیم	41
اسوۂ نبوی ﷺ	42
سلف صالح کی مثالیں	46
احمق اور عاقل	48
فلسفۂ حیات	49
ستر عیوب	49
بولنے سے پہلے سوچ لو	49
حاضر جواب	50
سقراط سے ایک سوال	50
انڈوں کی قیمت	51
دو چیزیں اچھی بھی اور بری بھی	52
بیان جادو ہے	52
امام حسن رضی اللہ عنہ کا صدقہ	53
سچائی کی فضیلت	55
اخلاق الانبیاء	55
بلالؓ کی سچائی	56
حجاج کے سامنے	56
راہ نجات	57
معاویہؓ کے دربار میں	58
سلطان الحق	59
جھوٹ کا انجام	61
امام بخاریؒ کا واقعہ	61
گناہ سے نجات	61

Marfat.com

معاملہ فہم قاضی 62

دروغ بے دروغ 63

ذہانت و ذکاوت 65

یحییٰ بن اکثم کی مثال 65

حضرت عمرؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ 65

رشید اور ایک لڑکا 66

ذکاوت و فطانت 66

امین اور مامون 68

ذہین لڑکا 68

مامون اور ایک دوشیزہ 69

معیار انسانیت 71

حکیم افلاطون کا قصہ 71

خلیفہ ہشام کی بدزبانی 72

حضرت ابوبکرؓ کی کیفیت 73

حضرت عمرؓ کی فرض شناسی 73

عمرؓ سے زیادہ عالم 74

حضرت حسنؓ کی تواضع 75

عمر بن عبدالعزیزؒ کا انکسار 76

علم کا احترام 76

امین اور مامون کا قصہ 77

ہارون رشید اور بہلول

موت سے بڑھ کر کوئی واعظ نہیں 79

نبوّت کا مدعی 80

امیر معاویہؓ اور یزید 81

حریتِ ضمیر 82

وفائے عہد 84

حضرت عمرؓ اور ہرمزان 84

عہد مامون کا ایک واقعہ 84

وفائے عہد کی ناقابلِ فراموش مثال 86

پاسِ وعدہ 88

نعمان بن منذر اور طائی 89

مامون اور عبداللہ بن طاہر 91

کافور کی وفاداری 93

اولاد کی قربانی 96

حلم و بردباری 98

امیر معاویہؓ کا حلم 98

حضرت زین العابدینؒ کا عفو و
احسان 99

ہارون رشید کی بردباری 99

سیّد الاخلاق 101

صبرِ ایوبی 102

نوشیرواں اور بزرجمہر 102
عبدالملک اور حجاج 103
عدل و انصاف کے واقعات 105
حضرت عمرؓ اور قیصر روم کا سفیر 105
حضرت عمرؓ کا انصاف 105
حضرت عمرؓ اور نو مسلم بادشاہ 110
حضرت عمرؓ اور ایک بڑھیا 111
حضرت عمرؓ کا امتحان 113
حضرت علیؓ کا عدل 114
حضرت علیؓ کا فیصلہ 115
ہارون رشید اور بلخی 115
مامون کا عدل 116
امیر معاویہؓ اور ایک عورت 118
ایاس بن معاویہؒ کا انصاف 119
عدل کی شان 120
صلاح الدین کا انصاف 122
نوشیرواں کا عدل 123
ابو یوسفؒ اور معتضد باللہ 124
نور الدین زنگی 124
عدل منصور 125
عفو و درگزر 126
عفو نبوی ﷺ 126
فاتح مکہ کا عفو 126
حق سے زیادہ بہتر اور افضل 128
حاتم طائی کی لڑکی 128
حضرت جعفر صادقؒ 129
قیدی یا مہمان 129
محمد بن عمران اور مامون 130
حاضر جواب مجرم 130
خلیفہ کا مجرم 131
عفت اور نزاہت 134
علیؓ اور بنتِ علیؓ 134
ابنِ ہند اور ابنِ فاطمہؓ 135
حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ 136
دیانت کی انتہا 137
خلیفہ کی بیٹیاں 137
کون بازی لے گیا؟ 138
ابراہیم بن ادھمؒ 140
امانت و دیانت 141
نبی امین ﷺ 141
امانت کا امتحان 142

Marfat.com

ابوعبیدہ بن الجراحؓ 142

امین تاجر 143

امانت دار فقیر 144

جود و سخا 145

حضرت عثمانؓ کی دریادلی 145

مدینہ کا قحط 145

دریادلوں کی کہانیاں 146

صلاح الدین ایوبی 147

دشمن سے فیاضانہ سلوک 148

صلاح الدین اور رچرڈ 148

شجاعت و شہامت 151

شجاعت رسول ﷺ 151

حضرت علیؓ کی بہادری 151

فاتح خیبرؓ 152

ہادی اور ایک خارجی 153

خدا کا شکر 154

اقتصاد اور میانہ روی 155

حضرت عمرؓ کا سوال 155

خلیفہ منصور 155

جزرسی کا نتیجہ 156

فقیر اور خراج 156

صاف جواب 157

عجیب سوال 157

سچا بیٹا 158

حضرت سلیمانؑ کا فیصلہ 158

یزید اور معاویہؓ 159

باپ اور بیٹا 159

نالائق اولاد 160

سمع و طاعت 162

بندگی کی مثال 162

عمرؓ اور خالدؓ 162

خلیفہ اور کوتوال شہر 163

احمد بن طولون 164

شرابی بادشاہ 165

بہترین سفارش 166

ادبِ شاہانہ 167

غیبت اور سازش 169

بدترین جرم 169

سلیمان بن عبدالملک 169

اچھا جواب 170

برا انجام 171

چغل خور 172

Marfat.com

غیبت	173	منحوس کون ہے؟	197
پڑوسی کے حقوق		ایک عابد اور ہارون رشید	198
مشورے کے فائدے	174	شاعر کی نصیحت	199
ثبات واستقامت	174	بدترین دشمن	200
امام ابوحنیفہؒ اور ان کا پڑوسی	174	ابن حمران اور ابوالفضل	201
سعید بن عاصؓ	175	لطیفہ	202
حسنِ سلوک	176	عضدالدولہ کا انصاف	203
اسلمی اور محلب	177	**بخل، ایثار اور احسان**	205
نیت کا پھل	178	بخل کی بدبختی	205
استقامت کی برکت	179	ایثارِ علیؓ	206
طمع و قناعت	187	ایثار کی انتہا	207
قناعت کی شان	187	لرزہ خیز ایثار	208
عجیب وغریب نسخہ	187	حضرت عثمانؓ اور بیتِ رسول ﷺ	209
کنجوس سے سوال	188	امام حسن علیہ السلام	210
بہت بڑا پیٹو	188	حاتم طائی کا امتحان	210
طلبِ دنیا کا انجام	189	حاتم کا دشمن	211
چاہ کن را چاہ درپیش	190	**خود اعتمادی! عزت**	
لطیفہ	193	**نفس اور شجاعت**	214
ظلم و انتقام	195	ہمت بلند	214
مومن کی فراست	195	اعتمادِ نفس	215
حاضر جواب باورچی	196	عزتِ نفس	218

Marfat.com

صلاح الدین ایوبیؒ	218	حضرت علیؓ کی امانت	230
تیمور لنگ	220	ابو ہریرہؓ اور بحرین کی آمدنی	230
ابو جعفر منصور	221	قاضی ابو حازم کا عدل	231
موت کے دروازہ پر	224	قاضی اور خلیفہ	232
ہارون رشید کا طبیب	225	احنف بن قیس	234
ادب، ضبط نفس، عفو و		**اسرار و حکم**	236
عدل صدق و امانت	227	حضرت علیؓ کی وصیت	236
باپ اور بیٹا	227	حضرت عمرؓ گھر کے اندر	236
سکندر اعظم اور اس کا معلم	227	رسولؐ کا برتاؤ حیوانوں کیساتھ	237
واثق باللہ کا ادب	228	امام احمد بن حنبلؒ کی روایت حدیث	238
حضرت عمرؓ کی بہو	229	حضرت ابوبکرؓ کی استقامت	240

☆......☆......☆

Marfat.com

واذكر اسم ربك وتبتل اليه تبتيلا ○ رب المشرق والمغرب لا اله الا هو فاتخذه وكيلا ○

لا اله الا الله محمد رسول الله

اور اپنے پروردگار کے نام کا ذکر کرو
اور ہر طرف سے بے تعلق ہو کر اس کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔ وہی مشرق اور مغرب کا
پروردگار ہے اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں تو اسی کو اپنا کارساز بناؤ

Marfat.com

علم کا فضل جہل پر

عالم اور جاہل

کوئی طالب علم ایک بڑے عالم کے دروازہ پر پہنچا۔ اور پکارا:

''اے مردِ بزرگ، خدا نے تجھے جو کچھ دیا ہے اس سے مجھے بھی نواز''۔

عالم نے اسے کچھ زرنقد دیا اور ملازم کو اس کیلئے کھانا لانے کا حکم دیا، لیکن اس نے شکریہ ادا کرتے ہوئے، دونوں چیزیں قبول کرنے سے انکار کر دیا اور کہا:

میں تیرے دروازے پر زرنقد اور طعام لذیذ کا دریوزہ گر بن کر نہیں آیا، میں تو تیرے علم کا سائل بن کر آیا ہوں!''

یہ سن کر عالم بہت خوش ہوا، مرحبا اور خوش آمدید کہہ کر اپنا مہمان بنایا اور اسے اپنے علم سے بہرہ مند کر دیا، جب طالب علم وہاں سے رخصت ہوا تو بہت خوش اور مسرور تھا اور زبان حال سے کہہ رہا تھا:

عِلم ''هَادٍ اِلٰی سَوَآءِ السَّبِیْلِ   خَیْــر'' مِّـنْ مَّـالٍ جَـزِیْـلٍ

یعنی وہ علم جو سیدھا راستہ دکھائے مال و دولت کی فراوانی سے کہیں زیادہ بہتر ہے۔

کسی نے کتنی سچی بات کہی ہے:

''علم...... مال سے بہتر ہے۔ اس لئے کہ علم تمہارا نگہبان بن جاتا ہے اور مال کی حفاظت تمہیں کرنی پڑتی ہے......اور علم خرچ کرنے سے بڑھتا ہے، اور مال......خرچ کرنے سے گھٹتا ہے۔

☆......☆......☆

Marfat.com

علم اور دولت

حکایت یہ ہے کہ:

ایک دولت مند آدمی کے تین بیٹے تھے، جب وہ مرنے لگا تو اس نے اپنے تینوں بیٹوں کو بلایا اور کہا:

''موت قریب آ گئی ہے امید کی رسی کٹ رہی ہے، جب تم پر کوئی مصیبت پڑے تو میری وصیت نہ بھولنا:

۱)...... علم حاصل کرنا۔

۲)...... استقلال اور حلم کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑنا۔

۳)...... صحت کا خیال رکھنا۔

۴)...... اپنی اور میری آبرو پر حرف نہ آنے دینا۔

باپ کے انتقال کے بعد دونوں بڑے بھائیوں نے چھوٹے بھائی سے جھگڑا کیا، سارا مال آپس میں بانٹ لیا، اور اس غریب کو خالی ہاتھ گھر سے نکال دیا، چھوٹے بھائی نے پروا بھی نہ کی، اس کے سامنے صرف باپ کی وصیت تھی، وہ جانتا تھا، دولت چلتی پھرتی چھاؤں ہے اور علم وہ چیز ہے جس پر کبھی زوال نہیں آ سکتا اس نے طے کر لیا کہ علم حاصل کرے گا۔ پس وہ بڑے بڑے علماء اور فضلاء کے دامن سے چمٹ گیا، اور آخر کار مراد کو پہنچا، اور خود بھی صاحب علم و فضل بن گیا۔

اب دونوں بڑے بھائیوں کا ماجرا سنیئے۔ دولت نے ان کی آنکھ پر پٹی باندھ دی، وہ غلط راستے پر جا پڑے اور خود اپنے ہی کرتوتوں سے ہلاکت اور بربادی کے دہانے پر پہنچ گئے، گناہ اور عیاشی میں پڑ کر شیطان کا نمونہ بن گئے، نتیجہ یہ ہوا کہ ایک ایک کوڑی کے محتاج ہو گئے، صبح کھا لیا تو شام کا کچھ ٹھیک نہیں۔

چھوٹے بھائی کو جب یہ واقعہ معلوم ہوا تو باپ کی وصیت کے پیشِ نظر وہ تمام پچھلی باتوں کو فراموش کر کے دونوں بھائیوں کے پاس گیا، ان کے ادب سے ہاتھ چومے، الٹے خود ان

سے اپنی نا کردہ خطاؤں کی معافی مانگی، ان دونوں نے بھی شرما حضوری میں اپنی غلطیوں کی معذرت کی، چھوٹے بھائی نے خندہ پیشانی اور کشادہ دلی سے دونوں بڑے بھائیوں کی ہر غلطی معاف کردی اور خوش ہوکر یہ شعر پڑھنے لگا:

رَضِینَا قِسمة الجَبَّارِ فِینَا　　　لَنَا عِلم" وَالجُهَّال مَالٗ
فَاِنَّ المَالَ یَفنِی عَن قَرِیبٍ　　　وَاِنَّ العِلمَ بَاقٍ لَا یَزَالٗ

"ہم علم پر قانع ہیں جو ہم میں ہمیشہ رہے گا اور جو لوگ دولت کے پیچھے دوڑتے ہیں وہ جاہل ہیں"۔

"کیونکہ دولت آنی جانی چیز ہے، جو بہت جلد فنا ہو جائے گی اور علم باقی رہنے والا اور لازوال ہے"۔

☆......☆......☆

جامع العلم

ایک عالم کی نظر، ایک جاہل دولت مند پر پڑی، جو زرق برق کپڑے پہنے ایک شاندار گھوڑے پر سوار سڑک پر ادھر سے ادھر گھوم رہا تھا، سراپا غرور، دولت کے نشہ میں چُور، عالم نے اپنے ساتھی سے کہا:

"ذرا اس بیوقوف کو دیکھو۔ کیسے زرق برق کپڑے پہنے گھوڑے کی سواری کر رہا ہے"؟

ساتھی نے جواب دیا:

"اس شخص کی مثال، اس مورت کی سی ہے، جو نہایت مکروہ ہو لیکن سونے کے پانی پالش اس پر کردی گئی ہو، اگر یہ شخص ریشم کے کپڑوں میں ملبوس نہ ہوتا اس کے سر پر عمامہ نہ ہوتا اور یہ گھوڑے کا مالک نہ ہوتا، تو اس کی بہترین اور موزوں ترین جگہ اصطبل تھی!"

عالم نے یہ سن کر کہا:

"سچ کہتے ہو، عقلمند عالم نفس کا غنی اور دولت سے مالا مال ہوتا ہے، اور مرد جاہل، اگرچہ اپنے دروازے پر سونے کے پتر چڑھالے، گھر کو زبرجد کا بنالے، اعلیٰ سے اعلیٰ ریشم اور دیبا

Marfat.com

کے کپڑے پہنے، پھر بھی لوگوں کی نظر میں وہ وقعت ومنزلت نہیں حاصل کر سکتا، نہ اس کا نام ہو سکتا ہے"۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے::

"علم خزانہ ہے، جو کبھی فنا نہیں ہو سکتا، نہ اس سے بڑھ کر کوئی رفیق اور دمساز ہو سکتا ہے"۔

ایک آدمی مال بڑی محنت سے جمع کرتا ہے، پھر اس سے محروم بھی ہو جاتا ہے، اور ذلت کی زندگی بسر کرنے لگتا ہے۔

اس کے برعکس جو شخص علم کا جامع ہوتا ہے اس سے لوگ حسد نہیں کرتے، رشک کرتے ہیں، اور یہ وہ دولت ہے جو نہ چھینی جا سکتی ہے۔ نہ ختم ہو سکتی ہے۔

اے علم والے، کتنی اچھی دولت تو نے جمع کی ہے، جس کا مقابلہ نہ سونا کر سکتا ہے نہ موتی، نہ ہیرے، نہ جواہر، کوئی چیز بھی نہیں۔

☆......☆......☆

گہوارہ سے گور تک

حکایت ہے کہ:

ابراہیم بن مہدی ایک روز، مامون کے پاس آیا اس کے پاس کئی عالم بیٹھے مسائلِ فقہ پر بات کر رہے تھے، مامون نے ابراہیم سے کہا:

"اے چچا ان لوگوں کی باتوں کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟"

ابراہیم نے جواب دیا:

"اے امیر المؤمنین، ان باتوں کا زمانہ گزر گیا، اب میں بوڑھا ہونے کو آیا"۔

مامون نے پوچھا:

"تو اب آپ یہ علوم کیوں نہیں سیکھتے؟"

وہ بولا:

"اب بڑھاپے میں؟...... بوڑھے طوطے بھی کہیں پڑھے ہیں؟"

مامون نے جواب دیا:

Marfat.com

"ہاں! خدا کی قسم طلب علم میں موت کا آجانا، اس زندگی سے بہتر ہے جو جہل پر قانع ہو!"

ابراہیم نے دریافت کیا:

"مجھے طلب علم کا سلسلہ کب تک جاری رکھنا چاہیے؟"

مامون نے کہا:

"جب تک زندگی ساتھ دے...... علم حاصل کرنے کا سلسلہ گود سے لے کر قبر تک جاری رہنا چاہیے!"۔

☆......☆......☆

علم اور عمل

ایک بہت بڑے عالم نے تیرنا سیکھنے کا ارادہ کیا، اس نے فن تیراکی پر بہت سی کتابیں جمع کیں، اور انہیں بڑی توجہ سے پڑھ ڈالا، اپنے کمرہ میں، کبھی بستر پر کبھی فرش پر، وہ تیرنے کی مشق بھی کیا کرتا تھا، رفتہ رفتہ اس نے یقین کرلیا کہ اب اسے اچھی طرح تیرنا آ گیا اور بغیر کسی اندیشہ کے وہ دریا یا سمندر میں تیر سکتا ہے۔

ایک روز اس نے اپنے تمام شاگردوں، دوستوں اور ہمعصر علماء کو جمع کیا، کہ ان سب کے سامنے دریا میں تیر کر اپنی تیراکی کے جوہر دکھائے، سب لوگ جوق در جوق جمع ہو گئے۔

وہ سب کو لے کر دریا کے کنارے آیا، اور سب کو کنارے پر چھوڑ کر، دھڑام سے دریا میں کود پڑا، لیکن موجوں نے اسے زیروزبر کردیا، کبھی وہ اوپر آتا، کبھی نیچے، وہ اب تیرنے کے بجائے ڈوب رہا تھا۔ قریب تھا کہ وہ غرق دریا ہو جائے، کہ بعض تیراک دریا میں کودے اور بڑی مشکلوں سے اسے موجوں کے پنجہ سے چھڑا کر لائے۔

یہ شخص اگر دریا میں کودنے سے پہلے، علم کو عمل کی کسوٹی پر کس لیتا اور تجربہ حاصل کر کے، تیرتا تو ضرور کامیاب ہوتا کیونکہ علم اور عمل کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔

☆......☆......☆

Marfat.com

علم بے عمل

بادشاہ کا دربار سجا ہوا تھا، اردگرد بہت سے عالم جمع تھے، اتنے میں ایک بڑا حاکم حضورِ شاہ میں باریاب ہوا، جو بہت کم پڑھا لکھا تھا، بادشاہ نے اس سے کہا:

''کاش تم بھی علم کی لذت سے آشنا ہوتے، کیونکہ رتی برابر علم جاہل کے ایک ہزار سال کے جہاد سے افضل ہے''!

حاکم نے دست بستہ گزارش کی:

''میرے مالک آپ نے سچ فرمایا، لیکن ایسے علم سے کیا فائدہ جو عمل سے ناآشنا ہو۔ علم بے عمل ایسا ہی ہے، جیسے بغیر شہد کے مکھی، اور بے عمل عالم کی مثال اسی مشعلچی کی سی ہے جو اپنی مشعل سے دوسروں کو تو راستہ دکھاتا ہو، لیکن خود اس کی روشنی سے فائدہ نہ اٹھاتا ہو''۔

☆......☆......☆

علم اور جہل کی ذِلّت

ایک طالب علم سبق چھوڑ چھاڑ کر مدرسہ سے بھاگ کھڑا ہوا، ایک باغ میں پہنچا اور ایک درخت کی چھاؤں میں بیٹھ کر قدرت کا کرشمہ دیکھنے لگا، تھوڑی دیر کے بعد دیکھتا کیا ہے، درخت پر ایک چڑیا بیٹھی اپنے بچّوں کو اڑنا سکھا رہی ہے۔ پہلے شاخ کے نشیمن سے وہ نکلی، پھر بچہ کو دکھاتی ہوئی نیچے کی شاخ سے اوپر والی شاخ پر اڑ کر بیٹھ گئی، پھر اڑی اور وہاں سے ایک پاس والی شاخ پر پہنچ گئی، پھر اڑی اور ایک دوسری شاخ پر جو بہت دور تھی، جا کر بیٹھ گئی، وہ بچہ برابر ماں کی پیروی کی کوشش کرتا رہا۔ یہاں تک کہ اس میں یہ قدرت پیدا ہوگئی، کہ ایک شاخ سے پھدک کر پاس والی شاخ پر جا بیٹھے پھر وہ چڑیا اس بچہ کو چھوڑ کر اڑی اور دوسرے بچہ کو لے آئی، اور اسے بھی سکھانے لگی، یہ بچہ پہلے ذرا جھجکا، اس کے پر ڈگمگائے ایک آدھ دفعہ گر بھی پڑا، لیکن تھوڑی دیر میں اپنے بھائی کی طرح تیز رفتاری کے ساتھ اڑنے اور گانے لگا، اب یہ ساری وسیع و عریض فضا اس کے گھر کا صحن تھی جہاں وہ پھدکتا تھا، اڑتا تھا، گاتا تھا۔

Marfat.com

یہ تماشا دیکھتے دیکھتے طالب علم کے دل میں خیال آیا:

''اگر اپنی زندگی کا مختصر سا حصہ، اس پرندے کی طرح میں بھی سیکھنے میں صرف کر دوں، تو کیا اسی طرح، پھر ساری زندگی اطمینان اور عافیت کے ساتھ بسر نہ کر سکوں گا''؟

یہ سوچ کر مدرسہ واپس گیا اور بہت جلد، سیادت اور سعادت حاصل کر لی، امام شافعیؒ نے اپنے اشعار میں کیا خوب کہا ہے:

''جو تھوڑی دیر کیلئے سیکھنے کی ذلت نہیں برداشت کرتا وہ زندگی بھر جہالت کی ذلت برداشت کرنے پر مجبور ہوتا ہے''!

ایک آدمی نے ارسطو سے کہا:

''علم کی مشقت برداشت کرنے کی مجھ میں تاب و طاقت نہیں''۔

ارسطو نے جواب دیا:

''پھر ساری زندگی، ذلت برداشت کرتے رہو''۔

☆......☆......☆

جہل تاریکی ہے

کسی جاہل نے دیکھا کہ بعض لوگ جب کچھ لکھتے پڑھتے ہیں، تو عینک لگا لیتے ہیں، یہ دیکھ کر اسکے دل میں خیال آیا ہو نہ ہو یہ اسی عینک کی برکت ہے، جو انہیں لکھنا پڑھنا سکھا دیتی ہے۔

یہ سوچتے ہی وہ فوراً بازار گیا، عینک کی دوکان پر پہنچا اور کہا:

''عینک خریدنی ہے''۔

دوکاندار نے بہت سی عینکیں لا کر سامنے ڈھیر کر دیں اور کہا:

''پسند کر لیجیے''!

جاہل نے ایک عینک اٹھائی، اسے ناک پر رکھا، سامنے ایک کتاب رکھی تھی، اسے اٹھا کر پڑھنا شروع کر دیا، لیکن کچھ بھی نہ پڑھ سکا،

دوکان والے سے کہا:

Marfat.com

''یہ عینک تو ٹھیک نہیں''۔

دوکاندار نے دوسری عینک پیش کی۔

''اسے ملاحظہ کیجیے''۔

جاہل نے یہ عینک بھی کھٹ سے ناک پر رکھی اور پڑھنا شروع کر دیا لیکن اب وہی ڈھاک کے تین پات، کیا مجال ہے، جو''الف بے'' کا فرق بھی عینک سے معلوم ہوا ہو، جاہل نے بڑی کوشش کی یہ عینک ایک حرف بھی پڑھا دے لیکن ناکامی ہوئی، ایک حرف بھی عینک نہ پڑھا سکی، آخراس نے جھنجھلا کر دوکاندار سے کہا:

''یہ تو پہلی عینک سے بھی بدتر ہے''!

وہ بھی جلا بیٹھا تھا، اس نے کہا:

''پڑھنا لکھنا آتا بھی ہے؟''

وہ بولا:

''بالکل نہیں......اگر پڑھنا لکھنا آتا ہوتا، تو عینک خریدنے یہاں کیوں آتا؟''

یہ سن کر دوکاندار ہنس پڑا جو دوسرے لوگ دوکان میں موجود تھے وہ بھی اپنی ہنسی نہ روک سکے، ایک آدمی نے کہا:

''یہ دوکان مدرسہ نہیں ہے اگر وہی بات ہوتی، جو تم سمجھ رہے ہو کہ عینک پڑھنا لکھنا سکھا دیتی، تو آج دنیا میں ایک جاہل بھی نہ ہوتا''۔

☆......☆......☆

علم کا درجہ

روشن مثال

مسٹر ہوور، ولایات متحدہ امریکہ کے صدر رہ چکے ہیں، ہر اخبار مین اور سیاستدان شخص ان سے اچھی طرح واقف ہے، اس وقت وہ دنیا کے ان چند بڑے لوگوں میں ہیں، جن کی رائے کو بین الاقوامی معاملات مس بڑی اہمیت دی جاتی تھی۔

لیکن مسٹر ہوور کی زندگی کی ابتداء کیا تھی؟ یہ بہت کم لوگوں کو معلوم ہے۔

زندگی کے ابتدائی دنوں میں یہ ہاکر تھے، اور سڑکوں پر اخبار بیچا کرتے تھے، لیکن پڑھنے لکھنے کا شوق بھی بہت تھا، اس کام سے جو وقت بچتا تھا اسے مطالعہ اور حصولِ علم میں صرف کرتے تھے، ذہن اور دماغ بھی بڑا اچھا پایا تھا، بہت جلد ترقی کر لی، رفتہ رفتہ سیاست کے میدان میں آئے اور اتنے اونچے گئے کہ آخر امریکہ کی صدارت تک کے منصب پر فائز ہوئے اور بہت کامیاب رہے۔

☆......☆......☆

کوشش کا انجام

ایک لڑکا سیر کیلئے اپنی بڑی بہن کے ساتھ جا رہا تھا، چلتے چلتے تھوڑی دیر کے بعد وہ رونے لگا، بہن نے پوچھا:

"کیا بات ہے؟"

وہ اور زیادہ رونے لگا، بہن نے پھر پوچھا:

"کچھ کہو، رونے کا سبب کیا ہے؟"

Marfat.com

وہ بولا: "کلاس میں استاد نے ایک لمبی سی نظم زبانی یاد کرنے کا لڑکوں کو حکم دیا ہے، اور کہا ہے جو یاد کرے گا اسے بڑا اچھا انعام دیا جائے گا، میرا انعام لینے کو بڑا جی چاہتا ہے لیکن نظم اتنی لمبی ہے کہ کسی طرح یاد نہیں ہوتی"

بہن نے کہا: "بس اتنی سی بات ہے؟"

پھر وہ چیونٹی کی طرف اشارہ کرتی ہوئی بولی:

"دیکھو کتنی مشکل سے یہ چیونٹی درخت پر چڑھ رہی ہے؟ اس کی رفتار کتنی ست ہے، اور اس کی منزل کتنی دور ہے۔ یہ چڑھتے چڑھتے گر بھی پڑتی ہے اور پھر چڑھنے لگتی ہے، یہاں تک کہ یہ جہاں پہنچنا چاہتی ہے وہاں پہنچ کر ہی دم لے گی"۔

لڑکا سنتا رہا، بہن نے کہا:

"جانتے ہو اس کی کامیابی کا راز کیا ہے؟ صرف مسلسل کوشش ...... اگر تم بھی تھوڑی تھوڑی نظم ہر روز یاد کرو اور مسلسل یاد کرتے رہو تو بہت جلد اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاؤ گے، اور پوری نظم بڑی اچھی طرح تمہیں یاد ہو جائے گی!"

یہ بات لڑکے کے دل میں جم گئی۔ یہاں تک کہ چند روز میں وہ ساری نظم حرف بحرف اسے ازبر ہو گئی، جب امتحان کا وقت آیا تو وہ سب سے آگے رہا استاد نے اس کی پیٹھ ٹھونکی اور انعام دیا۔

حدیث میں آیا ہے، "جو کوشش کرے گا وہ پائے گا!"

☆......☆......☆

سوال و جواب

استاد نے بڑی عمر کے ایک کند ذہن طالب علم سے پوچھا:

"تمہیں کس نے پیدا کیا؟"

وہ جواب نہ دے سکا، اور ادھر ادھر دیکھنے لگا، استاد نے پھر پوچھا:

"بتاؤ، تمہیں پیدا کرنے والا کون ہے؟"

Marfat.com

وہ بولا: میرے ماں باپ!“

استاد نے یہی سوال ایک دوسرے لڑکے سے کیا، جو پہلے سے بہت چھوٹا تھا، اس نے چھوٹتے ہی کہا:

”اللہ نے“۔

استاد نے اسے شاباش دی اور پھر بڑی عمر کے لڑکے سے کہا:

”یہ تم سے چھوٹا ہے، لیکن اس نے کتنا اچھا جواب دیا، تم سے یہ جواب کیوں نہ بن پڑا؟“

وہ کہنے لگا:

”مجھے پیدا ہوئے زیادہ زمانہ گزرا، لہٰذا میں بھول گیا کہ کس نے مجھے پیدا کیا ہے؟ اور یہ چھوٹا لڑکا میرے بعد پیدا ہوا، لہٰذا اسے یاد ہے کہ اس کا خالق کون ہے؟“

یہ جواب سن کر استاد اور طلباء سب ہنس پڑے اور سب نے فیصلہ کیا، یہ پرلے درجے کا جاہل ہے اور دنیا میں کبھی ترقی نہیں کر سکتا!

پھر استاد نے ذیل کے یہ دو شعر پڑھ کر سنائے:

اخو العلم حی خالد بعد موته — واوصاله تحت التراب رميم
وذو الجهل ميت وهو ماش على الثرى — يظن من الاحياء وهو عديم

یعنی: صاحب علم مرنے کے بعد بھی زندہ رہتا ہے۔ حالانکہ اس کا گوشت پوست زمین کے نیچے خاکستر ہو چکتا ہے۔

اور جاہل اگرچہ زمین پر چلتا پھرتا ہے لیکن مردہ ہوتا ہے اگرچہ اپنے بارے میں اس کا گمان بھی ہوتا ہے کہ وہ زندہ ہے حالانکہ وہ معدوم ہے۔

☆......☆......☆

علم کی قیمت

ایک دولتمند شخص، یونان کے ایک حکیم کے پاس پہنچا اور اس سے درخواست کی کہ ”آپ میرے بچے کی تعلیم و تربیت اور نگہداشت اپنے ذمہ لے لیجیے!“

حکیم نے کہا: ''معاوضہ کیا دو گے؟''

امیر نے کہا: ''فرمایئے کیا لیں گے آپ؟''

وہ بولا: ''پانچ سو نقرئی سکے!''

یہ سن کر امیر کی تیوریاں چڑھ گئیں، اس نے اس حقیر رقم کو بہت بڑا معاوضہ سمجھ کر ذرا غصہ کے ساتھ کہا:

''اس سے کم رقم میں تو میں ایک غلام خرید سکتا ہوں''۔

حکیم نے اس مہمل بات کے جواب میں کہا:

''ضرور خرید لیجیے، تاکہ آپ دو غلاموں کے مالک بن جائیں''۔

یعنی ایک نیا غلام، اور دوسرے خود یہ صاحبزادے، کیونکہ جاہل امیر بھی جہالت کا غلام ہی ہوتا ہے۔

☆......☆......☆

سعی و کوشش

حکایت ہے کہ:

ایک نوجوان نے کالج میں داخلہ سے پہلے چاہا کہ فن جبر و مقابلہ میں جو خامی ہے وہ دور کر لے، چنانچہ ایک استاد کے پاس اس سلسلہ میں وہ جانے لگا ایک روز استاد نے تین مسائل حل کرنے کو دیئے، دوسرے روز دو مسئلے تو وہ حل کر کے لے آیا، لیکن تیسرے میں اٹک گیا، اسے نہ حل کر پایا، معلم نے کہا:

''کیا تم چاہتے ہو میں حل کر دوں؟''

وہ بولا: ''ہرگز نہیں میرے استاد میں خود حل کروں گا، آپ مجھے ایک دن کی مہلت اور دیجیے!''

استاد نے کہا: ''ایک دن نہیں دو دن کوشش کرو!''

لیکن دو دن کے بعد بھی بات جہاں کی تہاں رہی، وہ تیسرا مسئلہ حل نہ ہو سکا معلم نے اس کی مجبوری دیکھ کر کہا:

Marfat.com

''میں حل کر کے بتاؤں؟''

وہ بولا: ''ہرگز نہیں، میرے استاد میں خود حل کروں گا، ایک روز کی مہلت اور''۔

معلم نے کہا: ''تمہیں مہلت دی جاتی ہے، کوشش کرو!''

تیسرے دن وہ طالب علم آیا تو مسرت و کامیابی کی شگفتگی چہرے سے پھوٹی پڑتی تھی، اپنا حل اس نے معلم کے سامنے پیش کیا، اور بالکل صحیح!

اس کے بعد وہ ترقی ہی کرتا چلا گیا، ہر مشکل سے مشکل مسئلہ کو اپنے استقلال اور محنت سے وہ چٹکی بجاتے میں حل کر لیتا، یہاں تک کہ وہ بہت بڑا اور کامیاب ماہر ریاضی بن گیا!

☆......☆......☆

علم اور لباس

ایک کسان زادے کو علم کا بڑا شوق تھا، وہ آبائی پیشہ میں بھی مصروف و منہمک رہتا تھا اور تحصیل علم کیلئے بھی سرگرداں رہتا تھا، ایک روز وہ امتحان دینے کیلئے گاؤں سے شہر آیا، چھوٹا سا قد لمبے لمبے جوتے، ہاتھ میں ایک موٹی سی لکڑی بہت بڑا اور مضحکہ خیز عمامہ، جیسے ہی وہ امتحان کے ہال میں داخل ہوا لڑکوں نے اس کا مذاق اڑانا شروع کیا۔ طرح طرح کے فقرے بیچارے پر چست کیے جانے لگے، لیکن وہ اللہ کا بندہ نہ ہنسا نہ رویا، نہ اس نے کسی بات کا جواب دیا، چپ چاپ ان لوگوں کے مذاق کا ہدف بنتا رہا، اور اپنی جگہ بت کی طرح جما بیٹھا رہا، یہاں تک کہ اس کی باری آئی۔

جب وہ استاد (ممتحن) کے سامنے آیا تو سب ہی چوکس ہو کر بیٹھ گئے، اور ہمہ تن اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔ اب تک وہ چپ چاپ بیٹھا تھا۔ اس کی نظر ممتحن کی طرف اور توجہ سوالات کی طرف تھی، اب وہ ہوشیار ہو بیٹھا، ہر ہر سوال کا نہایت نپا تُلا جواب اس نے دیا، کہیں بھی چوک نہیں ہوئی غلطی نہیں کی، حالانکہ سوالات پیچیدہ بھی تھے اور مشکل بھی، نہ اس میں کسی قسم کی جھجھک تھی، نہ اس کی زبان میں لکنت تھی، ہوش و حواس کی پوری صحت اور سلامتی کے ساتھ ہر ہر سوال کا نہایت معقول اور موزوں جواب متانت اور سنجیدگی سے وہ دے رہا تھا،

Marfat.com

یہ رنگ اور اس کی ذہانت و حاضر جوابی کی یہ کیفیت دیکھ کر تمام حاضرین دنگ رہ گئے کسی کو اس کا وہم وگمان بھی نہیں تھا کہ یہ بے ہنگم سا غریب اور نادار لڑکا جو پھٹے پرانے کپڑوں میں ملبوس بیٹھا ہے اس طرح اپنی ذکاوت کا سکہ سب پر بٹھا دے گا۔

نتیجہ جب شائع ہوا۔ تو لڑکا سب سے اوّل آیا۔ سب پر بالا رہا، اس کے ساتھیوں اور ہم جماعتوں نے یقین کر لیا کہ آدمی کی اصل قدر و قیمت اس کے علم و دماغ سے ہوتی ہے نہ کہ لباس اور فیشن سے۔

☆......☆......☆

علم کی قیمت

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے حماد نے سورۂ فاتحہ ختم کر لی، تو امام رحمۃ اللہ علیہ نے معلّم کو ایک ہزار درہم عطا کیے، معلّم نے امام سے کہا:

''میں نے کون سا ایسا بڑا کام کیا ہے کہ اتنی بڑی رقم آپ نے عطا فرما دی؟''

امام رحمۃ اللہ علیہ نے معلّم کو جواب دیا:

''تم نے میرے بچے کو جو کچھ سکھایا ہے اسے حقیر مت سمجھو، خدا کی قسم اگر میرے پاس اس سے زیادہ رقم ہوتی، تو میں بے تامل وہ بھی دے ڈالتا''۔

☆......☆......☆

علم کی تواضع

خلیفہ ہارون رشید ایک مرتبہ مدینہ منورہ پہنچا، اسے معلوم ہوا، یہاں ایک صاحب امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ہیں، جو بہت بڑے عالم حدیث ہیں، لوگوں کو اپنی کتاب ''مؤطا'' کا درس دیتے ہیں۔ اور لوگ جوق در جوق اس میں شریک ہوتے ہیں، خلیفہ کو یہ سن کر ''مؤطا'' دیکھنے کا اشتیاق ہوا اس نے امام کو پیام بھیجا کہ آپ مؤطا لے کر حاضر دربار ہوں، تاکہ میں اسے سُن سکوں۔

امام مالکؒ نے خلیفہ کے قاصد سے کہا:

''خلیفہ کو میرا اسلام کہنا، اور کہنا علم خود کہیں نہیں جاتا لوگ اس کے پاس آتے ہیں!''

خلیفہ کو جب یہ پیام پہنچا تو وہ جز بز ہوا، ذرا دیر میں خود امام مالک رحمۃ اللہ علیہ وہاں آ گئے خلیفہ نے سرو قد کھڑے ہو کر تعظیم کی اور کہا:

''میں نے آپ کو بلایا، مگر آپ نے انکار کر دیا''۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

''میری خواہش یہ ہے کہ امیر المؤمنین علم کو سر بلند کریں، تا کہ خدا انہیں سرفراز کرے!''

خلیفہ امام مالکؒ کے پاس مسند پر بیٹھ گیا تا کہ مؤطا کی قرأت سنے۔

امام مالکؒ نے خلیفہ سے کہا:

''اے امیر المؤمنین! ہم لوگ علم کی تواضع پسندیدہ نظروں سے دیکھتے ہیں''۔

خلیفہ یہ سن کر مسند سے نیچے اتر آیا، اور امام کے سامنے مؤدب ہو کر بیٹھ گیا۔

☆......☆......☆

علم اور عبادت

امام حنبلؒ، امام شافعیؒ کی بڑی عظمت کرتے تھے، اکثر اپنی مجلسوں میں موصوف کے علم و فضل کی تعریف کیا کرتے، امام حنبلؒ کی ایک صاحبزادی تھیں، بڑی عالمہ اور صالحہ، رات کو عبادت کرتیں، دن کو روزے رکھتیں، عالموں اور زاہدوں کے حالات پڑھتیں اور سنتیں، اپنے والد سے امام شافعیؒ کا ذکر سنتے سنتے ان کی نادیدہ مشتاق ہو گئیں۔

اتفاقاً ایک روز امام شافعیؒ امام حنبلؒ کے ہاں آئے، امام حنبلؒ کی صاحبزادی کو اس محترم مہمان کے آنے سے بڑی خوشی ہوئی وہ سوچنے لگیں اتنے بڑے یگانہ عصر عالم کی باتیں سنیں گی اور اس کے طور طریقے دیکھیں گی۔ جب رات ہوئی تو امام حنبلؒ ذکر و شغل میں مصروف ہو گئے، اور امام شافعیؒ اپنے بستر پر جا کر سو گئے۔

صبح کو امام حنبلؒ کی صاحبزادی نے اپنے پدر محترم سے کہا:

''آپ امام شافعیؒ کی اتنی بڑائیاں بیان کرتے ہیں، لیکن میں تو ساری رات جاگتی رہی،

Marfat.com

میں نے تو انہیں ذکر و ورد میں ذرا مشغول نہیں پایا"۔

یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ امام شافعیؒ آ گئے، امام حنبلؒ نے ان سے پوچھا۔

"کہئے رات کیسے گزری"۔

امام شافعیؒ نے جواب دیا: "بڑی اچھی، بڑی مبارک"۔

امام حنبلؒ نے دریافت کیا: "وہ کس طرح"۔

امام شافعی نے فرمایا: آج کی رات میں نے بہت سے فقہی مسائل بستر پر لیٹے لیٹے مرتب کر ڈالے"۔

یہ باتیں کر کے امام شافعیؒ چلے گئے۔ امام حنبلؒ نے اپنی صاحبزادی سے فرمایا:

"دیکھا تم نے؟ انہوں نے سوتے میں جو کام کر ڈالا، وہ میں جاگتے میں نہ کر سکا"۔

(نور الابصار)

☆......☆......☆

علم نافع

ابو علی المحسن اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ:

امام ابو یوسفؒ جب امام ابو حنیفہؒ کے پاس تھے، تو عسرف اور فلاکت کی زندگی بسر کرتے تھے۔ حتیٰ کہ کبھی کبھی امام ابو حنیفہؒ کے فیض صحبت کا سلسلہ منقطع کر کے تلاش معاش کیلئے مجبور ہو جایا کرتے تھے، فقر و فاقہ کے باوجود امام ابو یوسف کا شوق علم دیکھ کر ایک مرتبہ امام ابو حنیفہؒ نے انہیں دعا دی کہ تم ہمیشہ عیش و تنعم کی زندگی بسر کرو گے۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا، وہ ہارون رشید کے قاضی القضاۃ بن گئے، اور اپنی فراخ دستی کے زمانے میں بھی اپنے استاد کی دعا کو یاد کر کے اظہار شکر کیا کرتے تھے۔ اس کثرتِ شکر گزاری کا سبب ایک مرتبہ ہارون رشید نے امام ابو یوسفؒ سے دریافت کیا۔ آپ نے سارا ماجرا، اپنے استاد امام ابو حنیفہؒ کی دعا کا قصہ بے کم و کاست بیان کر دیا، جس سے وہ بہت متاثر ہوا۔

☆......☆......☆

عمل اور اس کی فضیلت

ارشاداتِ نبویؐ

سب سے پہلے ہم اسوۂ نبویؐ پیش کرتے ہیں، کہ خدا نے خود اپنے کلام میں فرمایا ہے:

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ.

ایک اثر میں وارد ہوا ہے:

غزوۂ خندق میں آنحضرت ﷺ نے مہاجرین اور انصار کے دوش بدوش خندق کی کھدائی میں حصہ لیا، کبھی آپ ان کے ساتھ مل کر مٹی اٹھاتے، کبھی خندق کے کھودنے میں حصہ لینے لگتے، گاہے گاہے آپ بعض اشعار بھی پڑھتے تھے۔

امام بخاریؒ کی روایت ہے:

صحابہ خندق کھود رہے تھے، مٹی اپنی پیٹھ پر ڈھو رہے تھے اور آنحضرت ﷺ فرما رہے تھے:

اَللّٰھُمَّ ان العیش عیش الأخرہ   فاغفر الانصار والمهاجره

اے اللہ! اصلی زندگی آخرت کی زندگی ہے،

اے اللہ! انصار اور مہاجر کی مغفرت فرما۔

اور صحابہ رضی اللہ عنہم نعرہ لگا رہے تھے:

نحن الّذین بایعوا محمداً   علی الجهاد وما بقینا ابدا

''ہم لوگ وہ ہیں جنہوں نے محمد ﷺ کے دستِ مبارک پر جہاد کیلئے بیعت کی ہے، جب تک ہم زندہ ہیں''۔

Marfat.com

(۲)

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ:

آنحضرت ﷺ کے پاس ایک آدمی فقر وفاقہ کی شکایت کرتا ہوا آیا، اس نے کہا:

''یارسول اللہ! میں آپ کی خدمت میں اس حال میں حاضر ہوا ہوں کہ گھر واپس جانے کے بعد لوگوں کو بھوک سے مرا ہوا دیکھوں گا''۔

آپ نے فرمایا:

''جاؤ جو کچھ تمہارے پاس ہو لے آؤ''۔

وہ چلا گیا پھر ایک چادر اور ایک پیالہ لے کر آیا، اس نے کہا:

''یارسول اللہ! (ﷺ) یہ ایک بڑی سی چادر ہے، جس کا کچھ حصہ ہم بچھاتے تھے، اور کچھ اوڑھتے تھے، اور یہ پیالہ جس سے پانی پیتے تھے''۔

آنحضرت ﷺ نے صحابہ کو مخاطب کر کے فرمایا:

''یہ دونوں چیزیں ایک درہم میں کون لے گا؟''

ایک شخص نے کہا: ''میں یارسول اللہ''۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

''کوئی ایک درہم سے زیادہ بھی دینے کو تیار ہے؟''

ایک آدمی نے کہا: ''میں دو درہم دوں گا''۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

''یہ دونوں چیزیں تمہاری ہو گئیں''۔

پھر آپ نے اس آدمی کو بلایا اور اسے کام کرنے کی ہدایت کی، اس نے کچھ چھوٹا موٹا کام کیا اور دس درہم کما لئے، پھر وہ آنحضرت ﷺ کے پاس آیا اور عرض گزار ہوا:

''یارسول اللہ! (ﷺ) اللہ نے مجھے برکت دی''۔

آپ نے فرمایا:

Marfat.com

''یہ اس سے اچھا ہے کہ تم قیامت کے دن فقیر بن کر حاضر ہوتے''۔

(۳)

ایک قریشی آپ کے پاس مال طلب کرتا ہوا آیا، آپ نے اس کی حاجت پوری کر دی، پھر فرمایا:

''اونچا ہاتھ (دینے والا ہاتھ) نیچے ہاتھ (لینے والے ہاتھ) سے بہتر ہے''۔

ایک اور موقعہ پر آپ ﷺ نے فرمایا:

''اللہ اس بندہ کو پسند کرتا ہے، جو اپنے لوگوں کی مدد سے بے نیاز ہو کر اپنی روزی محنت سے کماتا ہے۔

حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا ایک روز حسب معمول بیٹھی ہوئی چکی پیس رہی تھیں، آپ کی انگلیاں چکی پیستے پیستے زخمی ہو گئی تھیں اور ان سے خون بہہ رہا تھا، اتنے میں آپ کے شوہر حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے، آپ رضی اللہ عنہا نے ان سے شکایت کی۔

آپ نے کہا: آنحضرت ﷺ سے کہو، وہ کسی خادمہ کا بندوبست کر دیں گے''۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آنحضرت ﷺ کے پاس آئیں، اور ان سے عرض کیا:

''یارسول اللہ! مجھے ایک خادمہ کی ضرورت ہے جو کام کاج میں میرا ہاتھ بٹائے، اور گھر کے دوسرے کاموں میں میری مدد کرے''۔

آنحضرت ﷺ نے اپنی چہیتی اور محبوب بیٹی کو نصیحت کی کہ اپنے سارے کام خود ہی انجام دے لیا کرو، کسی دوسرے کی محتاجی ٹھیک نہیں۔ پھر آپ نے ایک دعا بتائی کہ اگر اسے تین مرتبہ پڑھ لیا کرو گی تو تھکن سے محفوظ رہو گی وہ دعا یہ تھی:

سُبْحَانَ اللّٰہِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ، وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ.

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ساری زندگی بغیر خادمہ کے گزاری۔

☆......☆......☆

Marfat.com

محنت کی کمائی

ایک دانا حکیم کی روایت ہے کہ:

ایک مرتبہ میرے سامنے ایک فقیر آیا، اس نے سوال کیا، میں نے ایک روپیہ دے دیا سامنے ہی ایک اور آدمی کھڑا تھا، اس نے فقیر سے کہا:

"میاں یہ بھیک کی ذلت گوارا کرتے تمہیں شرم نہیں آتی؟ اگر مانو تو ایسی ترکیب بتاؤں کہ لکھ پتی ہو جاؤ"۔

مرد بزرگ کی اس بات پر مجھے بھی ہنسی آگئی، اور وہ فقیر بھی ہنس پڑا، اس آدمی نے سنجیدگی سے کہا:

"تم دونوں شاید اس لئے ہنس رہے ہو کہ میری بات پر تمہیں یقین نہیں آیا؟"

پھر اس نے کہا:

"ایک زمانہ تھا کہ میں بھی بھیک مانگا کرتا تھا اور راستہ چلنے والوں کے دامن پکڑ کر ان سے خیرات طلب کیا کرتا تھا، لیکن بھیک کی ذلت طبعاً مجھے ناگوار تھی، میرے پاس جب کچھ روپے جمع ہو گئے، تو میں نے پرانے کپڑوں کا بیوپار شروع کر دیا، احتیاط کی زندگی بسر کرتا، کماتا بھی، کھاتا بھی اور جمع بھی کرتا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ رفتہ رفتہ میرا کاروبار چمک اٹھا، اور اب خدا کے فضل سے اپنے وطن کے چند چوٹی کے سرمایہ داروں میں سے ایک میں بھی ہوں"۔

وہ تو یہ کہہ کر چلا گیا۔ میں نے دیکھا کہ وہ فقیر جسے میں نے ابھی روپیہ دیا تھا اپنی جگہ پر چپ چاپ کھڑا کچھ سوچ رہا ہے، میں نے اس کی طرف زیادہ توجہ نہ کی اور اپنا راستہ لیا۔

بیس برس گزر گئے۔

ایک مرتبہ ایک دور دراز شہر میں مجھے جانے کا اتفاق ہوا، ایک روز کسی ضرورت سے ایک بڑی دوکان میں داخل ہوا، جس کی مالیت لاکھوں روپیہ سے متجاوز ہوگی، مالک کی جگہ پر جو شخص بیٹھا تھا اسے دیکھتے ہی خیال ہوا کہ اسے میں نے کہیں ضرور دیکھا ہے، وہ بھی مجھے ایسی نظروں سے دیکھ رہا تھا جیسے سوچ رہا ہو کہ میری اس کی شناسائی رہ چکی ہے، تھوڑی دیر میں ہم

Marfat.com

دونوں نے ایک دوسرے کو پہچان لیا، اور جوش وخروش کے ساتھ ایک دوسرے سے بغل گیر ہوئے۔

آپ نے پہچانا یہ کون شخص تھا؟

وہی فقیر، جسے میں نے ایک دن روپیہ دیا تھا۔

ہم دونوں میں گھل مل کر باتیں ہونے لگیں اور اس نے بتایا کہ کس طرح اس مرد بزرگ کی باتوں سے وہ متاثر ہوا، پھر تھوڑا بہت پس انداز کر کے ایک نئے شہر میں کاروبار کی طرح ڈالی، اور بالآخر خدا نے کامیاب کر دیا۔ اس لئے کہ عمل رائیگاں نہیں جاتا۔

☆......☆......☆

کام خزانہ ہے

حکایت ہے کہ:

ایک شخص کا بہت بڑا باغ تھا، اس کی رکھوالی میں وہ اور اس کے بیٹے لگے رہتے تھے، بوڑھا جب مرنے لگا، تو اس نے اپنے لڑکوں کو بلایا اور کہا:

''اس باغ میں بہت بڑا خزانہ ہے، میں اب دنیا سے رخصت ہو رہا ہوں، تم جانو اور تمہارا کام، لیکن میری تمنا یہ ضرور ہے کہ تم اس کی تلاش سے غافل نہ ہونا، اگر پا گئے، تو زندگی بھر مزے کرو گے۔

باپ کے مرنے کے بعد لڑکوں نے سارا باغ کھود ڈالا، اس سے یہ فائدہ تو ضرور ہوا کہ اس کی پیداوار بڑھ گئی، آمدنی میں اضافہ ہو گیا، لیکن خزانہ نہ ملنا تھا نہ ملا، لڑکے آپس میں کہنے لگے کوئی کونہ تو ہم نے چھوڑا نہیں لیکن وہ خزانہ آخر گیا کہاں؟

ان میں جو سب سے زیادہ سمجھدار لڑکا تھا اس نے کہا:

''والد کا مطلب خزانہ سے روپیہ نہیں تھا، بلکہ خود یہ باغ تھا، ہم نے اس کی اچھی طرح رکھوالی کی، تو اس کی پیداوار اور ہماری آمدنی میں اضافہ ہو گیا تھا، کیا یہ بجائے خود ایک خزانہ نہیں ہے؟ ضرور ہے، کیونکہ کام ہی تو اصل خزانہ ہے''۔

کام کی لذّت

ایک شخص نے اپنے بیٹے کو ایک کارخانہ میں داخل کر دیا اور تاکید کی کہ ہر شام کو جو اُجرت ملے وہ لا کر میرے حوالہ کر دے۔

لڑکے کی ماں، جہالت کے ساتھ اپنے بچہ پر جان چھڑکتی تھی، اسے یہ گوارا نہ ہوا کہ اس کا بچہ کارخانے میں کام کرے اور محنت و مشقت کی زندگی بسر کرے اس نے بچہ سے کہہ دیا:

''تو خوب کھیلا کر، میں شام کو اجرت دے دیا کروں گی، تو اپنے باپ کو دے دیا کرنا''۔

یہی ہونے لگا۔ لڑکا دن بھر ادھر ادھر مٹر گشت کرتا اور طرح طرح کے کھیل کھیلا کرتا۔ شام ہوتے ہوتے گھر آ جاتا، ماں سے مزدوری لیتا اور چپ چاپ جا کر باپ کو دے آتا، باپ اجرت لے کر زور سے کھڑکی کی طرف پھینک دیتا، گویا اس نے یہ اجرت ضائع کر دی، لیکن آنکھ بچا کر اسے اپنے پاس رکھ لیتا اور پھر حفاظت و احتیاط کے ساتھ ایک صندوق میں بند کر دیتا۔

اسی طرح بہت دن گزر گئے۔

یہاں تک کہ ماں کی جمع جتھا ختم ہوگئی، اور اس کے پاس ایک پھوٹی کوڑی بھی نہ رہی، ایک روز اس نے اپنے بچہ کو بلایا اور کہا:

''بیٹا میرے پاس جو کچھ پونجی تھی، وہ بالکل ختم ہوگئی، اب میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ لہٰذا بہتر یہ ہے کہ اب تو کارخانے جایا کر، بغیر اس کے کام نہیں چلے گا''۔

باپ کے ڈر سے مجبوراً بیٹے کو ماں کی یہ بات ماننی پڑی اور وہ کارخانے جانے لگا۔

دن بھر لڑکے نے کارخانہ میں کام کیا، شام کو اجرت لے کر آیا اور باپ کو دے دی باپ نے حسب معمول وہ رقم مٹھی میں لے کر کھڑکی کی طرف ہاتھ بڑھایا، یہ دیکھ کر وہ لڑکا چیخا:

''ابا ایسا نہ کیجیے، اسے نہ پھینکئے، یہ رقم میں نے پسینہ بہا کر کمائی ہے، میری محنت اکارت نہ کیجئے''۔

باپ نے کہا: ''بیٹے تو نے سچ کہا، جب تک محنت نہ کی جائے کام کی لذّت اور کمائی کی

راحت کا صحیح اندازہ نہیں ہو سکتا"۔

پھر باپ نے شفقت سے بیٹے کے سر پر ہاتھ پھیرا اور پیار بھرے لہجہ میں اسے مخاطب کر کے یہ شعر پڑھنے لگا:

ليس الحيات بانفاس نرددها ان الحياة حيات الفكر و العمل

یعنی، زندگی صرف سانس کے آنے جانے کا نام نہیں ہے، اصل زندگی تو فکر و عمل کی زندگی ہے۔

☆......☆......☆

کام میں استقلال

ایک رات ایک دانا حکیم بیٹھا اپنے بیٹوں کو نصیحتیں کر رہا تھا اور کام (عمل) کی رغبت دے رہا تھا، باتیں کرتے کرتے اس نے کہا:

"اگر استقلال کے ساتھ کسی کام کا سلسلہ جاری رکھا جائے تو آدمی کی صلاحیت اور قوّت درجہ کمال کو پہنچ سکتی ہے، جو آدمی استقامت کے ساتھ اپنا کام جاری رکھتا ہے، اس کے راستے میں موانع اور مشکلات آتے ہی نہیں"۔

پھر باپ نے اپنے دعوے کو ثابت کرنے کیلئے ایک عجیب قصہ بیان کیا کہنے لگا:

"پرانے زمانہ میں ایک آدمی تھا جو ایک شہر سے دوسرے شہر کا چکر لگایا کرتا تھا، اس کے پاس ایک موٹا تازہ بیل تھا، اس بیل کو وہ اپنے کاندھے پر لئے لئے گھوما کرتا تھا، لوگ اس کی قوّت کا یہ کمال دیکھتے تھے اور حیران رہ جاتے تھے، وہ سوچا کرتے تھے، اس بلا کی قوّت اس معمولی سے شخص میں کہاں سے آگئی ہے؟ یہ کیا کھاتا ہے؟ کہاں سے یہ قوّت لایا ہے؟"

ایک مرتبہ لوگوں میں سے ایک نے اس کا یہ کمال دیکھ کر پوچھا:

"اتنی زبردست قوّت وطاقت تم نے کہاں سے اور کیسے حاصل کر لی؟"

وہ بولا:

"اس بیل کو جب یہ ذرا سا بچھڑا تھا میں روزانہ اپنے کاندھے پر اٹھانے کا عادی ہوں، کوئی

دن بھی ایسا نہیں گزرا کہ میں اسے اپنے کاندھے پر نہ اٹھاتا ہوں۔ اس مشق اور مداومتِ کار کا نتیجہ یہ ہوا کہ جیسے جیسے اس کا وزن بڑھتا گیا میری قوّت وطاقت بھی بڑھتی گئی۔ یہاں تک کہ اب اگرچہ یہ پورا سانڈھ بن چکا ہے لیکن اسے اپنے کاندھے پر اٹھالینے میں مجھے ذرا بھی تکلیف نہیں ہوتی۔

☆......☆......☆

ادب کی فضیلت

نسب سے بہتر

حکایت ہے کہ:

ایک لڑکا خلیفہ مامون رشید کے سامنے حاضر ہوا، اس نے بڑے ادب اور سلیقہ سے باتیں کیں، جن سے خلیفہ بہت متاثر اور محظوظ ہوا، اس نے پوچھا:

"تو کون ہے؟"

وہ بولا: "ابنِ ادب، یاامیر المؤمنین"۔

مامون نے کہا: "اے بیٹے ادب سے بہتر کوئی نسب نہیں"۔

پھر مامون نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حسب ذیل شعر پڑھا:

کن ابن شئت واکتسب ادبا　　　یغنیک محمودہ عن النسب

یعنی، "تو جس کا چاہے بیٹا بن، لیکن ادب سیکھ، ادب کی خوبی تجھے نسب سے بے نیاز کردے گی"۔

☆......☆......☆

سونے سے عمدہ

احمد: "علی یہ تم انگشتری کیسی پہنے ہوئے ہو؟"

علی: "یہ سونے کی انگوٹھی ہے اور اس کا نگینہ بہترین الماس کا ہے"۔

احمد: دوست میں دیکھتا ہوں، اس انگوٹھی نے تم میں نخوت اور پندار کی کیفیت پیدا کردی ہے۔

Marfat.com

علی: کیوں نہ ہو بھائی، دیکھتے نہیں ہو، اس سے ہاتھ کی زینت ہے، یہ ثروت کا نشان ہے"۔

احمد: انسان کی قیمت اس کا علم اور ادب ہے، نہ کہ سونے اور چاندی کی زینت"۔

☆......☆......☆

ادبِ صدیق رضی اللہ عنہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ:

"رسول اللہ ﷺ مسجد میں رونق افروز تھے، صحابۂ کرام آپ کے اردگرد بیٹھے ہوئے تھے اتنے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ ابن ابی طالب تشریف لائے وہ کھڑے ہو گئے، اور حاضرین کو سلام کیا، پھر ایک نظر مجلس پر ڈالی کہ کہاں بیٹھیں؟ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ پر ایک نظر ڈالی کہ کون حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بیٹھنے کی جگہ دیتا ہے؟"

حضرت ابوبکر صدیق رسول اللہ ﷺ کے داہنی جانب بیٹھے ہوئے تھے، وہ ذرا اپنی جگہ سے کھسک گئے اور کہا:

"ابوالحسن (حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی کنیت) آؤ، یہاں بیٹھو"۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے درمیان بیٹھ گئے: انس کہتے ہیں کہ: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اس طرز نے رسول اللہ ﷺ کے چہرۂ مبارک پر مسرّت کی لہر دوڑ گئی۔

☆......☆......☆

مراعاتِ ادب

حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کو حُسن ادب کا بڑا خیال رہتا تھا ایک مرتبہ آپ دونوں چلے جا رہے تھے، اتنے میں ایک آدمی پر نظر پڑی جو وضو کر رہا تھا، لیکن نہایت بے ڈھنگے طرز پر، نہ اس نے منہ صحیح طور پر دھویا تھا، نہ ہاتھوں کا ٹھیک طرح سے غسل کیا تھا اور

پاؤں کا کچھ حصہ خشک چھوڑ دیا تھا۔

حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہ نے جب یہ دیکھا تو چاہا اسے ٹوکیں، لیکن وہ شخص عمر میں ان دونوں سے کہیں بڑا تھا، لہٰذا اس کی بزرگی کی وجہ سے یہ کہنا اچھا نہیں معلوم ہوا کہ آپ نے وضو غلط کیا ہے اسے پھر سے دوہرا لیجیے کیونکہ اس سے اس کی خجالت کا اندیشہ تھا، اور یہ مقصود نہیں تھا۔

آخر کچھ دیر سوچ بچار کرنے کے بعد دونوں بھائیوں میں سے ایک نے آگے بڑھ کر کہا:

"اے مردِ بزرگ! یہ میرا بھائی، یہ خیال کرتا ہے کہ وہ مجھ سے بہتر اور صحیح تر وضو کرتا ہے، لہٰذا ہم دونوں آپ کے سامنے وضو کرتے ہیں آپ ملاحظہ فرمایئے اور فیصلہ کیجئے"۔

پھر دونوں نے بہت اچھی طرح تمام ارکان کے ساتھ وضو کیا وہ شخص دیکھتا رہا اور سمجھ گیا میری اصلاح کی جا رہی ہے، اس نے کہا:

"میرے عزیزو! میں تمہاری اس باادب نصیحت کا شکر گزار ہوں، تم دونوں سے میں نے سیکھ لیا کیسے وضو کرنا چاہیے، دیکھو میں تمہارے سامنے پھر سے اپنا وضو دہراتا ہوں"۔

☆......☆......☆

خلیفہ مامون کی مثال

ایک بڑے فقیہ کا بیان ہے، کہ خلیفہ مامون کو ادب اور آداب کا بڑا لحاظ رہتا تھا، پھر وہ خود اپنا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں:

"ایک رات میں نے مامون کے ساتھ گزاری، رات گئے اس کی آنکھ کھل گئی، اسے پیاس لگی، مجھے سوتا دیکھ کر غلام کو پکارنا مناسب نہ سمجھا، وہ چپکے سے بستر سے اٹھا، کمرہ سے باہر نکل کر خود ہی پانی پی آیا، اور چپ چاپ اپنے بستر پر لیٹ گیا وہ آہستگی سے آیا اور گیا کہ گویا پھونک پھونک کر پاؤں رکھ رہا تھا کہ کہیں میری آنکھ نہ کھل جائے، کچھ دیر کے بعد اسے کھانسی نے ستایا، میں نے دیکھا اس نے اپنی آستین منہ پر رکھ لی، تا کہ میں اس کی آواز نہ سنوں اور جاگ نہ پڑوں۔

Marfat.com

جب فجر کا وقت آیا تو اس نے اٹھنے کا ارادہ کیا، لیکن مجھے دیکھ کر سوتا بن گیا یہاں تک کہ نماز قضا ہونے کا اندیشہ ہونے لگا، پھر اس نے کہا:

اَللّٰہُ اَکْبَرُ.

پھر اس نے غلام کو آواز دی، وہ آیا تو اسے حکم دیا کہ

''انہیں جگا دو''۔

میں نے کہا:

''اے امیر المؤمنین، ساری رات آپ کی نقل و حرکت میں دیکھتا رہا اور میں نے اندازہ کرلیا، خدا نے آپ کو ہم سب پر حسنِ ادب کے اعتبار سے بھی فضیلت دی ہے، اور آپ کو بالکل مناسب طور پر امیر بنایا ہے''۔

☆......☆......☆

عالم کا ادب

وزیر نظام الملک طوسی کا یہ دستور تھا کہ جب اکابر مملکت میں سے کوئی شخص اس کے پاس آتا تھا، تو وہ سروقد کھڑا ہو کر اس کی تعظیم کرتا تھا اور پھر اپنی جگہ پر بیٹھ جاتا تھا، لیکن اس کا ایک محترم عالم جب آتا تو وہ سرقد کھڑا ہو کر اس کی تعظیم بجالاتا تھا، پھر اسے اپنی مسند پر بٹھاتا تھا اور خود مؤدب ہو کر دو زانو اس کے سامنے بیٹھ جاتا تھا۔

ایک مرتبہ کسی منہ چڑھے پوچھا:

''اس فرق و امتیاز کی علت و سبب کیا ہے؟''

نظام الملک نے جواب دیا:

''اکابرِ مملکت جب میرے پاس آتے ہیں تو میرے منہ پر میری تعریف و توصیف کرتے ہیں، جس سے میرے پندار اور نخوت میں اضافہ ہوتا ہے میں گناہ اور معصیت میں اور زیادہ شیر ہو جاتا ہوں، اور یہ عالم فاضل جب آتا ہے تو میرے عیوب مجھے یاد دلاتا ہے۔ خیر کی طرف میری رہنمائی کرتا ہے میرے نفس میں انکسار اور فروتنی کا مادہ پیدا کرتا ہے۔ اور

Marfat.com

بہت سی برائیوں سے مجھے بچالیتا ہے"۔

سیّد العرب

ایک مرتبہ جب حاجب بن زرارہ، بادشاہ نوشیروان کے پاس آیا اور دربان سے کہا:

"میری اطلاع کردو"۔

نوشیروان نے دربان سے کہا:

"پوچھ کون ہے وہ؟"

دربان کو حاجب نے جواب دیا:

"یکے از افرادِ عرب"۔

پھر جب وہ نوشیروان کے سامنے آیا، تو نوشیروان نے اس سے پوچھا:

"تم کون ہو؟"

وہ بولا: سیّد العرب" (یعنی سردارِ عرب)

نوشیروان نے کہا:

"کیا تم ایک عرب نہیں ہو؟"

وہ بولا: "بیشک یکے از افرادِ عرب تھا، لیکن جب بادشاہ نے مجھے شرفِ گفتگو سے ممتاز فرمایا، تو میں سردارِ عرب بن گیا۔

نوشیروان نے اس حسنِ ادب سے متاثر ہو کر حکم دیا:

"اس کا منہ موتیوں سے بھر دو"۔

☆......☆......☆

کمالِ ادب

رجاء بن حیات نے عبدالعزیز سے ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا:

آپ کے والد سے زیادہ با ادب اور سراپا حلم و تواضع میں مَیں نے کوئی دوسرا شخص کبھی

Marfat.com

نہیں دیکھا"۔

پھر انہوں نے کہا:

"ایک رات میں ان کے پاس مہمان کی حیثیت سے گیا، ہم لوگ باتوں میں مصروف ہو گئے، اتنے میں چراغ بجھ گیا، خادم سو چکا تھا، میں نے کہا:

"اے امیر المؤمنین چراغ بجھ گیا اور خادم سو چکا ہے اس کا جگانا مناسب نہیں اگر آپ مجھے اجازت مرحمت فرمائیں تو میں اسے ٹھیک کر دوں؟"

فرمایا: "یہ بات انسانی شرافت اور ادب سے بعید ہے کہ مہمان سے کام لیا جائے"۔

پھر انہوں نے چادر اتار کر پھینک دی، خود بہ نفس نفیس اٹھ کر چراغ کے پاس گئے، تیل ختم ہو چکا تھا، اسے تلاش کیا، پھر روغن ڈال کر بتی اکسائی اور خود اسے جلایا اور آ کر پھر سے اپنی جگہ پر بیٹھ گئے، گویا انہوں نے کچھ کیا ہی نہیں۔

ادب اور حسن ادب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے، ایک شاعر نے کتنا اچھا اور سلجھا ہوا خیال ظاہر کیا ہے، وہ کہتا ہے: (ترجمہ)

"اگر کسی اچھے عالم کی صحبت میسر آ جائے تو ایک جاہل بھی ادیب اور عالم بن سکتا ہے"۔

☆......☆......☆

Marfat.com

حُسنِ اخلاق

اخلاق کی تعلیم

حُسنِ اخلاق کے سلسلہ میں قرآن مجید کے اندر متعدد آیتیں وارد ہوئی ہیں، ایک جگہ ارشاد ہے:

"وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْم"۔

یعنی: "اے محمد ﷺ آپ خلق عظیم کے مالک ہیں"۔

ایک موقع پر آنحضرت ﷺ نے اپنے بارے میں ارشاد فرمایا:

"بعثتُ لاتمم مکارمَ الاَخلاق"۔

یعنی: "میں مکارم اخلاق کی تکمیل کیلئے (اس دنیا میں) بھیجا گیا ہوں"۔

ایک اور موقع پر آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"ان من خیار کم احسنکم اخلاقًا"۔

یعنی: "تم میں سب سے بہتر وہ ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہیں"۔

ایک اور موقع پر رسالت مآب ﷺ نے فرمایا:

"اکمل المؤمنین ایماناً احسَنهم اخلاقًا"۔

یعنی: "ایمان کی رُو سے مکمل مسلمان وہ ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں"۔

ایک اور موقع پر سرکار رسالت مآب ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"مکارم الاخلاق من اعمال اهل الجنة"۔

یعنی: "مکارم اخلاق، اہلِ جنّت کے اعمال میں سے ہیں"۔

• ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ نے آئینہ میں اپنی شبیہ مبارک ملاحظہ فرمائی تو کہا:

"اَللّٰھُمَّ کَمَا حسنت خَلْقِی، فحسِّن خُلُقِی"۔

یعنی: ''اے اللہ! جس طرح تو نے مجھے حسنِ صورت سے مالا مال کیا ہے اس طرح حسنِ اخلاق کی دولت بھی عطا فرما''۔

آنحضرت ﷺ اپنی دعا میں فرمایا کرتے تھے:

''اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَعُوۡذُبِکَ مِنَ الشِّقَاقِ وَالنِّفَاقِ وَسُوۡءِ الۡاَخۡلَاقِ''۔

یعنی: ''اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں شقاق سے، نفاق سے اور بداخلاقی سے''۔

☆......☆......☆

اُسوۂ نبوی ﷺ

آنحضرت اپنے اخلاق و معاشرت کے لحاظ سے انسانوں میں سب سے برتر تھے، آپ کے خادمِ خاص حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے دس سال تک آپ کی چاکری کی، مگر اس مدت میں آپ ﷺ نے (ڈانٹا تو کجا) کبھی مجھ سے اف بھی نہیں کہا نہ میرے کسی کام کے بارے میں پوچھا:

''تو نے ایسا کیوں کیا؟''

اور اگر میں نے کوئی کام نہیں کیا تو آپ نے یہ بھی نہیں دریافت کیا:

''ایسا تو نے کیوں نہیں کیا؟''

ایک مرتبہ سفر میں آپ نے صحابہ سے بکری پکانے کو کہا:

ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے کہا:

''میں اسے ذبح کروں گا''۔

دوسرے نے فرمایا: ''میں اس کی کھال اتار دوں گا''۔

تیسرے نے ارشاد کیا: ''میں اسے پکاؤں گا''۔

یہ سن کر آپ نے فرمایا: ''میں لکڑیاں چن کر لاؤں گا''۔

صحابہ نے عرض کیا: ''ہم لوگ لے آئیں گے، ہم کافی ہیں''۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

"بے شک تم کافی ہو، یہ کام کرلو گے، لیکن مجھے یہ بات ناپسند ہے، کہ میں اپنے لئے امتیازی برتاؤ روا رکھوں، اللہ سبحانہ وتعالیٰ اسے ناپسند فرماتا ہے کہ اس کا کوئی بندہ اپنے ساتھیوں میں ممتاز رہے"۔

ایک مرتبہ عید کا دن تھا، اور آپ ﷺ تشریف لئے جارہے تھے راہ میں کچھ بچے کھیل کود رہے تھے، ایک بچہ مغموم وافسردہ، سب سے الگ تھلگ بیٹھا تھا اور کھیل میں کوئی دلچسپی نہیں لے رہا تھا۔ آپ ﷺ نے اس سے دریافت فرمایا: "کیا بات ہے؟" اس نے کہا:

"میں یتیم ہوں، میری ماں نے دوسری شادی کرلی ہے، کوئی نہیں جو میری سرپرستی کرے"۔

آنحضرت ﷺ نے اس سے فرمایا:

"کیا تم اسے پسند نہیں کرتے کہ محمد ﷺ تمہارا باپ ہو اور عائشہ رضی اللہ عنہا تمہاری ماں ہوں، اور فاطمہ رضی اللہ عنہا تمہاری بہن ہو"۔

بچہ خوش ہوگیا، اور پھر وہ، باپوں میں سب سے بہتر باپ، ماؤں میں سب سے برتر ماں، اور بہنوں میں سب سے افضل ترین بہن کے دامن شفقت میں پہنچ گیا۔

کتاب الذخائر میں یہ واقعہ منقول ہے کہ:

ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ بازار تشریف لے جارہے تھے آپ ﷺ کے پاس آٹھ درہم تھے۔ آپ ﷺ نے ایک عورت کو راستہ میں روتے دیکھا، تو دریافت فرمایا:

"تم کیوں رو رہی ہو؟"

وہ بولی: "گھر والوں نے دو درہم دے کر کچھ چیزیں خریدنے بھیجا، وہ مجھ سے کہیں گم ہوگئے"۔

آپ ﷺ نے دو درہم اس کے دے دیئے اور چھ درہم لے کر بازار تشریف لے گئے، آپ ﷺ نے ایک قمیص خریدی، اسے پہنا اور واپس تشریف لائے راستے میں آپ ﷺ نے

Marfat.com

ایک ننگے بدن بوڑھے مسلمان کو دیکھا جو کہہ رہا تھا:

"مجھے جو لباس پہنائے گا، خدا اسے لباسِ جنت عطا کرے گا"۔

"آنحضرت ﷺ نے اپنی قمیص اسے پہنا دی اور پھر بازار واپس تشریف لے گئے، دو درہم میں پھر ایک قمیص خریدی، اور اسے زیب تن فرمایا، واپسی پر پھر وہ عورت روتی ہوئی نظر آئی، آپ ﷺ نے دریافت فرمایا:

"اب کیا بات ہے؟"

وہ بولی: "میرے ماں باپ، آپ پر قربان یا رسول اللہ! (ﷺ) گھر سے نکلے ہوئے بڑی دیر ہو گئی ہے، ڈر لگتا ہے کہیں گھر والے سزا نہ دیں"۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

"گھر واپس جاؤ"۔

وہ چلی تو آپ ﷺ بھی اس کے ساتھ ساتھ چلنے لگے، اتنے میں بعض انصار کے گھر نظر آئے، مرد باہر گئے ہوئے تھے، عورتیں گھر میں موجود تھیں، آپ ﷺ نے انہیں مخاطب کر کے فرمایا:

"اے بیبیو! تم پر خدا کی سلامتی اور رحمت ہو"۔

عورتوں نے آپ کی آواز سن لی، مگر کسی نے جواب نہیں دیا۔

آپ ﷺ نے دوبارہ پھر سلام کیا۔

مگر پھر وہی خاموشی۔

تیسری بار پھر آپ ﷺ نے سلام کیا۔

سب عورتوں نے مل کر کہا:

"یا رسول اللہ! (ﷺ) ہمارے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان، آپ پر خدا کی سلامتی رحمت ہو"۔

آپ نے دریافت فرمایا:

"کیا تم نے میرا پہلا سلام نہیں سنا تھا؟"

Marfat.com

وہ بولیں: ''ہاں سنا تھا، لیکن ہمارا جی چاہا کہ آپ ﷺ کے منہ سے نکلے ہوئے بابرکت بول ہم اور ہمارے بچے زیادہ دیر تک سن سکیں''۔

آپ نے فرمایا:

''تمہاری اس کنیز کو دیر ہوگئی، یہ ڈر رہی ہے کہ کہیں اسے سزا نہ دی جائے، لہٰذا اس کی سزا مجھے بخش دو''۔

وہ کہنے لگیں:

''یارسول اللہ! (ﷺ) یہ آپ کے ساتھ آئی ہے ہم اسے آزاد کرتے ہیں''۔

واپس ہوتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا:

''یہ آٹھ درہم کتنے برکت والے تھے، ان کی وجہ سے اللہ نے ایک خائف کو امن دیا، دو آدمیوں کی ستر پوشی کی، ایک کنیز آزاد ہوئی، اور جو مسلمان کسی مسلمان کی ستر پوشی کرتا ہے تو جب تک اس کے بدن پر وہ کپڑے رہتے ہیں، پہنانے والے کی اللہ حفاظت کرتا ہے''۔

ابن الطفیل روایت کرتے ہیں:

میں بچہ تھا کہ میں نے دیکھا کہ ایک عورت آنحضرت ﷺ کے پاس آئی اور قریب آکر کھڑی ہوگئی، آپ ﷺ نے اس کیلئے اپنی چادر بچھادی وہ اس پر بیٹھ گئی۔

میں نے لوگوں سے پوچھا:

''یہ کون تھی؟''

جواب ملا: ''اس کی ماں نے آنحضرت ﷺ کو دودھ پلایا تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتی ہیں:

رسول اللہ ﷺ سے زیادہ خلیق کوئی بھی نہ تھا، جب آپ ﷺ کے صحابہ میں سے یا اہلِ بیت میں سے کوئی آپ ﷺ کو پکارتا تھا، تو اس کے جواب میں آپ فرماتے تھے:

''لَبَّیک'' (حاضر)

Marfat.com

سلف صالح کی مثالیں

روایت ہے کہ:

حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ نے اپنے غلام کو آواز دی، مگر اس نے جواب نہیں دیا، پھر پکارا مگر اس نے سنی کی ان سنی کر دی، تیسری مرتبہ پکارا مگر پھر بھی کوئی جواب نہ آیا، آپ خود اس کے پاس گئے تو دیکھا وہ لیٹا ہوا ہے، آپ رضی اللہ عنہ نے اس سے دریافت فرمایا:

''کیا تو نے میری آواز نہیں سنی؟''

وہ بولا: ''سنی میرے آقا''۔

آپ نے پوچھا:

''پھر تو نے جواب کیوں نہیں دیا؟''

وہ کہنے لگا:

''یہ اطمینان ہے کہ آپ سزا نہیں دیں گے۔ لہٰذا اب کاہلی پیدا ہوگئی ہے مجھ میں''۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ''جا تجھے خدا کیلئے آزاد کیا''۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ جب اپنے کسی غلام کو اچھی طرح نماز پڑھتے دیکھتے تھے اسے آزاد کر دیتے تھے، چنانچہ بعض غلام صرف آپ کو دکھانے کیلئے اچھی طرح نمازیں پڑھنے لگے، آپ برابر سب کو آزاد کرتے رہے۔

ایک مرتبہ اس بارے میں آپ سے سوال کیا گیا کہ ایسے لوگوں کو بھی جو محض آپ کو دکھانے کیلئے اچھی طرح نماز پڑھتے ہیں، آپ کیوں آزاد کر دیا کرتے ہیں؟''

فرمایا: ''جو خدا کیلئے ہمیں دھوکا دیتا ہے، ہم اس کے دھوکے میں آجاتے ہیں''۔

حکایت ہے کہ:

ایک عامی نے حضرت احنف بن قیس کو، ان کی جلالتِ شان اور عظمتِ کے باوجود

Marfat.com

گالیاں دینا شروع کیں، آپ سنتے رہے، مگر کوئی جواب نہیں دیا، چپ چاپ اپنے راستے چلتے رہے۔

جب احنف اپنے قبیلہ کے قریب پہنچے تو چلتے چلتے رک گئے اور اس آدمی سے کہا:
''اگر اور کچھ باقی ہو تو وہ بھی کہہ لو، ورنہ آگے چل کر اگر میرے قبیلہ کے کسی آدمی نے تمہاری یہ گالیاں سن لیں تو وہ تمہیں ایذا پہنچائے گا۔

جعفر بن سلیمان کے ایک حاشیہ نشین نے ان کا قیمتی ہیرا چرالیا اور بہت سے روپے لے کر اسے ایک جوہری کے ہاتھ بیچ ڈالا، لیکن جوہری کو کچھ شبہ ہوا اس نے اس آدمی کو پکڑا اور سیدھا جعفر بن سلیمان کے پاس پہنچا۔

جعفر نے اپنے مصاحب پر نظر ڈالی تو اس کا چہرہ فق تھا۔ جعفر نے اس آدمی سے کہا:
''کیا فلاں دن یہ ہیرا تم نے مجھ سے نہیں مانگا تھا؟ اور میں نے تمہیں نہیں بخش دیا تھا؟ شاید تم بھول گئے''۔

پھر جعفر نے جوہری کو اس کی قیمت لوٹا دی اور ہیرا لے کر اس آدمی کو دے دیا اور کہا:
''اب یہ تمہارے لئے حلال ہے اسے جس طرح چاہو فروخت کرو''۔

جب حضرت عمر بن عبدالعزیز منصب خلافت پر مامور ہوئے تو ایک رات وہ اپنے ذاتی نگہبان کے ساتھ باہر نکلے، مسجد پہنچے، اندھیرا تھا، پاؤں ایک آدمی پر پڑ گیا، جو اطمینان سے لیٹا ہوا سو رہا تھا۔

وہ آدمی چونک پڑا، اور اس نے سر اٹھا کر پوچھا:
''کیا تو پاگل ہے؟''
حضرت عمر بن عبدالعزیز نے کہا:
''نہیں''۔

اس گستاخی پر سپاہی کو غصہ آیا، اور اس نے اسے سزا دینے کا ارادہ کیا، حضرت عمر نے کہا:

Marfat.com

''خبردار''

پھر اپنے سپاہی سے کہا:

''اس آدمی نے مجھ سے پوچھا، کیا تم پاگل ہو؟ میں نے جواب دے دیا۔نہیں، بس قصہ ختم''۔

☆......☆......☆

احمق اور عاقل

ایک بے وقوف نے ایک عقلمند شخص کے خلاف نازیبا باتیں کیں اور گالیں دیں، لیکن وہ اس کی طرف ملتفت بھی نہیں ہوا۔

بقول شاعر:

اذا نطق السفیہ فلا تجلیبہ

فخیر من اجابۃ السکوت

''یعنی بیوقوف شخص کی بات کا جواب نہ دو اسے جواب دینے سے خاموش رہنا بہتر ہے''۔

عقلمند شخص کے ایک ساتھی نے کہا:

''آپ اس کی سرکوبی کیوں نہیں کرتے ،اس کی گستاخی بہت بڑھ گئی ہے''۔

عقلمند نے جواب دیا:

''اگر کتا بھونکے تو کا تم بھی بھونکنے لگو گے؟''

وہ بولا: ''نہیں''۔

اگر بیل سینگ مارے تو تم بھی اس کے سینگ مارو گے؟''

''ہرگز نہیں''۔

عقلمند نے کہا: ''بے وقوف اور جانور میں کوئی فرق نہیں''۔

☆......☆......☆

فلسفۂ حیات

ستر عیوب

ایک مرتبہ قیس بن ساعدہ اور اکثم بن صیفی کی ملاقات ہوئی ایک نے دوسرے سے پوچھا:

''آپ نے آدمی میں کتنے عیوب پائے؟''

جواب ملا: ''اتنے جن کی گنتی نہیں ہو سکتی...... لیکن میں ایک ایسی خصلت بھی جانتا ہوں کہ اگر وہ آدمی میں ہو تو اس کے سارے عیوب ڈھکے رہیں گے''۔

پوچھا: ''وہ کیا''

کہا: ''زبان کی نگہداشت''۔

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

ترجمہ: ''انسان کی سب سے بری بات یہ ہے کہ وہ اپنے عیوب تو بھول جاتا ہے، اور اپنے بھائی کے یاد رکھتا ہے''۔

اگر اس میں ذرا بھی عقل ہو، تو وہ کبھی کسی کا عیب بیان نہ کرے، خود اسی میں اتنے عیب ہیں کہ اگر انہیں دیکھے تو وہ کافی ہیں''۔

☆......☆......☆

بولنے سے پہلے سوچ لو

ایک شخص اپنی ذکاوت اور ذہانت کے اعتبار سے بہت ممتاز تھا اور یہ خصوصیت اس عالم میں بچپن ہی سے پائی جاتی تھی۔

جب وہ نو سال کا ہوا، تو ایک پیر مرد سے ملاقات ہوئی اس نے کہا:

''اتنی تیز ذہانت اگر بچپن ہی میں ہو تو بڑھاپے میں انسان غبی اور کند ذہن ہو جاتا ہے''۔

Marfat.com

اس نے فوراً جواب دیا:

''پھر تو آپ بچپن میں بہت زیادہ ذکی اور ذہین ہوں گے''۔

یہ جواب سن کر وہ بہت نادم ہوا اور چپ چاپ اٹھ کر چلا گیا۔

☆......☆......☆

حاضر جواب

دو بادشاہوں میں اختلاف پیدا ہو گیا اور وہ بڑھتا گیا، پہلے بادشاہ نے ارادہ کیا کہ وہ دوسرے کے پاس اپنا ایلچی بھیجے، جو اسے جا کر کھری کھری سنا آئے چنانچہ اس نے درباریوں میں سے ایک وزیر کو منتخب کیا، اسے بلایا اور کہا:

''ہم یہ چاہتے ہیں اور اس کام کیلئے ہم نے تمہیں چنا ہے''۔

لیکن وزیر نے معذرت کی، اور کہا:

''وہ مجھے زندہ نہ چھوڑے گا''۔

بادشاہ نے تسلی دیتے ہوئے کہا:

''بالکل مت ڈرو، اگر اس نے تمہیں ذرا بھی ضرر پہنچایا، تو میری مملکت میں اس کی جتنی رعایا ہے سب کی گردن کاٹ لوں گا''۔

وزیر نے دست بستہ عرض کیا:

''لیکن جہاں پناہ، یہ جتنے سر آپ کاٹیں گے ان میں سے کوئی بھی میرے بدن پر، خود میرے سر سے زیادہ فٹ نہیں آئے گا''۔

بادشاہ ہنس پڑا اور بات آئی گئی ہو گئی۔

☆......☆......☆

سقراط سے ایک سوال

سقراط حکیم بہت کم کھاتا تھا، اس کے ایک ہم عصر نے اس سے پوچھا:

Marfat.com

''تمہارا خیال ہے کہ ہر ذی روح سے رحم کا برتاؤ کرنا چاہیے آپ خود بھی تو ذی روح ہیں، لیکن کم غذا کر کے اپنے اوپر ظلم کیوں کرتے ہیں:

سقراط نے جواب دیا:

''میں زندہ رہنے کیلئے کھاتا ہوں، کھانے کیلئے نہیں زندہ رہنا چاہتا''۔

ایک اور ہمعصر نے سقراط سے ایک مرتبہ دریافت کیا:

''آپ کم کیوں بولتے ہیں؟''

سقراط نے جواب دیا:

''اللہ نے دو کان پیدا کئے ہیں، اور ایک زبان، تا کہ انسان جتنا بولے اس سے دوگنا سنے......''

☆......☆......☆

انڈوں کی قیمت

انگلستان کا بادشاہ جارج اوّل ایک مرتبہ دورے پر نکلا، راستے میں اسے بڑے زور کی بھوک لگی، ایک آدمی اسے اپنے گھر لے گیا، اس نے دو انڈے لیے اور کھا گیا۔

کھانے کے بعد مکان والے نے بادشاہ کے سامنے بل پیش کیا، جس میں انڈوں کی قیمت بیس پونڈ طلب کی گئی تھی۔

بادشاہ نے اس سے کہا:

''یہ اتنی زبردست گرانی کیسے؟ کیا انڈے نایاب ہو گئے ہیں؟''

صاحب خانہ نے جواب دیا:

''یہ اتنی زبردست گرانی کیسے بادشاہ کا غریب خانہ پر آنا ضرور نادر ہے''۔

بادشاہ خوش ہو گیا اور اس نے مطلوبہ رقم ادا کر دی۔

☆......☆......☆

Marfat.com

دو چیزیں، اچھی بھی اور بری بھی

لقمان حکیم کو ان کے آقا نے ایک مرتبہ ایک بکری دی اور حکم دیا:

''اسے ذبح کرو اور اس کی بدترین جو چیز ہو میرے پاس لاؤ''۔

لقمان نے بکری ذبح کی اور آقا کے سامنے دل اور زبان لا کر پیش کر دیا۔

دوسری مرتبہ پھر آقا نے اسے ایک بکری دی اور کہا:

''اس مرتبہ جو سب سے اچھی چیز ہو، وہ لا کر پیش کرو''۔

اب کی بار بھی لقمان نے وہی دونوں چیزیں پیش کیں اور کہا:

''اے میرے آقا یہ دونوں چیزیں اگر بد ہوں تو ان سے بڑھ کر بدترین کوئی نہیں اور اگر نیک ہوں تو ان سے بڑھ کر بہترین کوئی نہیں''۔

☆......☆......☆

بے شک بیان جادو ہے

ایک شخص نے یحییٰ بن معاذ رازی سے کہا: ''آپ کو دنیا بہت مرغوب ہے۔

وہ بولے: ''بتاؤ آخرت، اطاعت سے حاصل ہو سکتی ہے یا معصیت سے؟''

وہ بولا: ''طاعت سے''۔

رازی نے پھر پوچھا: اب بتاؤ، طاعت زندگی میں ممکن ہے یا موت سے؟''

اس نے کہا: ''زندگی سے''

رازی نے پھر پوچھا: ''اچھا یہ بتاؤ، زندگی قوت سے حاصل ہوتی ہے یا بغیر قوت کے؟''

وہ بولا: ''قوت سے''

رازی نے دریافت کیا: ''اب یہ فرمایئے قوت دنیا میں حاصل کی جا سکتی ہے یا آخرت میں؟''

کہنے لگا: ''دنیا میں''۔

Marfat.com

رازی نے کہا: "پھر مجھے دنیا کیوں نہ مرغوب ہو؟"

پھر وہ بولے:

"دنیا میں مجھے قوت مل سکتی ہے، وہیں مجھے زندگی ملتی ہے وہیں میں اطاعت پا سکتا ہوں..... اور بغیر ان چیزوں کے حاصل کئے آخرت مل نہیں سکتی"۔

وہ آدمی بولا: "اِنَّ مِنَ الْبَیَانِ لَسِحْرًا"۔

"بعض باتیں جادو کی طرح اثر انگیز ہوتی ہیں۔

☆......☆......☆

امام حسن رضی اللہ عنہ کا صدقہ

ایک روز حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اپنے گھر میں تشریف فرما تھے، کہ ایک شخص آپ کے پاس آیا، ضرور تمند تھا، لہٰذا صدقہ کے طور پر آپ سے کچھ طلب کیا، لیکن حضرت کے پاس نان جویں کیلئے بھی کچھ نہ تھا، بالکل خالی ہاتھ تھے، صاف انکار کرتے ہوئے آپ کو شرم آئی، آپ نے کہا:

"کیا میں تم کو ایسی بات نہ بتاؤں جس میں ثواب بھی ہے اور فائدہ بھی؟"

وہ بولا: "فرمائیے"۔

حضرت نے ارشاد کیا: "خلیفہ کے پاس جاؤ، اس کی بیٹی کا انتقال ہو گیا ہے، اس کی خدمت میں اچھی سی تعزیت پیش کرو"۔

اس آدمی نے کہا: "بتائیے کیا کہوں جا کر؟"

حضرت نے فرمایا: اس سے کہنا "وہ خدا سزاوار ستائش ہے جس نے اپنی بندی کو اپنے پاس بلا لیا اور آپ کو اس کی قبر پر آنے اور فاتحہ پڑھنے کا موقع دیا، اور اسے یہ غم نہ دیا کہ وہ زندہ رہتی اور آپ کی قبر پر آ کر بیٹھتی"۔

وہ آدمی سیدھا خلیفہ کے پاس گیا اور تعزیت میں یہی الفاظ کہے:

یہ الفاظ سن کر خلیفہ کا غم کم ہو گیا اور اس نے اسے انعام مرحمت فرمایا، پھر کہا:

Marfat.com

''سچ کہنا یہ الفاظ تمہارے ہی ہیں؟''

وہ بولا: ''نہیں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے''۔

خلیفہ نے کہا: ''سچ ہے، وہ فصاحت کا معدن ہیں''۔

خلفیہ نے اس آدمی کی سچی بات پر اسے پھر انعام مرحمت فرمایا۔

☆......☆......☆

Marfat.com

سچائی کی فضیلت

اخلاق الانبیا

سب جانتے ہیں، ابوجہل آنحضرت ﷺ کا سب سے بڑا دشمن تھا، ایک مرتبہ اس کے دوست نے اس سے پوچھا:

"دوست! یہاں میرے اور تمہارے سوا کوئی اور نہیں جو ہماری باتیں سن سکے، یہ بتاؤ محمد ﷺ سچے ہیں یا جھوٹے؟"

ابوجہل نے کہا:

"خدا کی قسم محمد ﷺ سچے ہیں۔ انہوں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا"۔

اس اعتراف کے باوجود، ابوجہل نے اسلام نہیں قبول کیا، اس کی وجہ محض اس کا تمرّد اور تکبر تھا، چنانچہ وہ شرک ہی کی حالت میں مارا گیا۔

بادشاہ ہرقل نے ابوسفیان سے جو آنحضرت ﷺ کے دعوائے رسالت کے سخت ترین مخالفوں میں سے ایک تھے، دریافت کیا:

"کیا تم نے کبھی محمد ﷺ کو اس دعویٔ رسالت سے پہلے جھوٹ بولتے سُنا؟"

ابوسفیان نے کہا: "کبھی نہیں"۔

نضر بن حارث، بن علقمہ بن قلدہ ابن عبداللہ الدار قرشی نے ان اصحاب قریش کو، جو آنحضرت ﷺ کے پیامِ رسالت کے منکر اور مخالف تھے،

"محمد ﷺ نے بچپن تمہارے درمیان گزارا، پرورش تمہاری آنکھوں کے سامنے پائی،

Marfat.com

جوانی کی منزل تک تمہارے سامنے پہنچے تم نے انہیں ہمیشہ سچا، راست گو اور راستباز پایا، تم نے انہیں سب سے ایماندار اور امین پایا، یہاں تک کہ تم نے ان کی کنپٹیوں میں بڑھاپے کی آمد دیکھ لی اور پھر وہ تمہارے پاس وہ پیام لے کر آئے جسے تم خوب اچھی طرح جانتے ہو"۔

اور اب تم کہتے ہو:

"محمد ﷺ ساحر ہیں"۔

"نہیں خدا کی قسم وہ ساحر نہیں ہو سکتے، وہ سچے ہیں"۔

☆......☆......☆

بلال رضی اللہ عنہ کی سچائی

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی کیلئے ایک قریشی عورت کو پیام دیا اور اس کے گھر والوں سے کہا:

"ہم جو کچھ ہیں تمہیں معلوم ہے، ہم دونوں غلام تھے، لیکن خدا نے ہمیں آزادی عطا فرمائی، ہم دونوں گمراہ تھے لیکن خدا نے ہمیں راہ ہدایت دکھائی، ہم دونوں بے سروسامان تھے لیکن خدا نے ہمیں غنی کر دیا، اب میں اپنے بھائی کا تمہاری فلاں لڑکی سے پیام دیتا ہوں"۔

پھر حضرت بلال نے کہا:

"اگر تم یہ پیام قبول کر و تو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اور اگر رد کر دو تو اللہ سب سے بڑا ہے، (یعنی اگر تم اپنے آپ کو میرے بھائی سے بلند اور بڑا سمجھتے ہو تو یاد رکھو اللہ سب سے بڑا ہے لہٰذا کبریائی سے بچو اور ڈرو) بلال رضی اللہ عنہ کی یہ بات سن کر وہ لوگ متاثر ہوئے اور ان کے بھائی کی قریشی عورت سے شادی ہو گئی۔

☆......☆......☆

حجاج کے سامنے

دو آدمی اس الزام میں گرفتار کر لئے گئے کہ وہ حجاج کو برا بھلا کہہ رہے تھے، حجاج کوفہ کا

گورنر تھا اور نہایت ہی سخت گیر اور ظالم شخص تھا، اس نے ان دونوں کو جیل بھیج دیا۔

دوسرے دن اس نے دونوں کو سزا دینے کیلئے دربار میں طلب کیا۔

ان دونوں میں سے ایک نے کہا:

''میرا آپ پر ایک حق ہے یا امیر المؤمنین!''

حجاج نے کہا: ''وہ کیا؟''

وہ بولا: ''ایک مجلس میں آپ کی برائیاں ہو رہی تھیں مگر میں نے آپ کی مدافعت کی تھی''۔

حجاج نے کہا: ''اپنا دعویٰ ثابت کرو''۔

وہ بولا: ''اس مجلس میں میرا یہ رفیق زندان بھی حاضر تھا''۔

حجاج نے اس سے پوچھا: ''کیا تمہارا ساتھی سچ کہہ رہا ہے؟''

وہ بولا: ''ہاں سچ کہہ رہا ہے''۔

حجاج نے سوال کیا: ''کیا تم نے بھی اپنے ساتھی کی طرح مدافعت کی تھی؟''

بولا: ''جی نہیں''۔

حجاج نے دریافت کیا: ''کیوں؟''

وہ بولا: ''اس لیے کہ میں آپ سے کراہت کرتا ہوں''۔

یہ سن کر حجاج نے کہا:

''میں ان دونوں آدمیوں کی خطا معاف کرتا ہوں''۔

پھر وہ بولا: ''پہلے کی اس لئے کہ اس کا واقعی میرے اوپر ایک حق ہے اور دوسرے کی اس لئے کہ اس نے بے جھجک سچی بات کہہ دی۔

☆......☆......☆

راہِ نجات

ایک دولت مند باپ نے اپنے ایک کم عمر بچے کو ایک چاقو دیا جو اس سے کھیلنے لگا اور کھیلتے کھیلتے خانہ باغ میں پہنچ گیا، اور چھوٹے چھوٹے پودوں اور درختوں کو کاٹتے کاٹتے ڈھیر

Marfat.com

لگادیا، اور دل ہی دل میں اپنے اس کارنامہ پر بہت خوش ہوا۔

دوسرے دن صبح ہی باپ بیٹے کو لے کر باغ میں چہل قدمی کیلئے گیا، وہاں یہ تماشا دیکھا تو اسے بہت غصہ آیا اور اس نے بلند آواز میں کہا:

"اگر وہ آدمی مجھے مل جائے، جس نے یہ حرکت کی ہے تو میں اسے ایسی سزا دوں کہ وہ زندگی بھر یاد کرے"۔

یہ سن کر لڑکا رونے لگا، اس نے کہا:

"یہ حرکت تو مجھ ہی سے سرزد ہوئی ہے"۔

باپ نے بیٹے کو گلے لگالیا، خوب سا پیار کیا اور کہا:

"تیرا سچ، مجھے ہر چیز سے زیادہ عزیز ہے، تم اپنی اس عادت پر قائم رہنا، مجھے اس نقصان کی ذرا پروا نہیں۔

☆......☆......☆

معاویہ رضی اللہ عنہ کے دربار میں

روایت ہے، امیر معاویہؓ بن ابوسفیان اپنے دربار میں بیٹھے تھے، ان کے اردگرد بہت سے مصاحب اور دوست موجود تھے۔

معاویہؓ نے کہا: "لوگو! میں سب سے زیادہ ماں، باپ، نانا، نانی، ماموں اور ممانی کے اعتبار سے افضل ہوں"۔

یہ سن کر لقمان بن عجلان اٹھے، انہوں نے کہا: "نہیں بلکہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ"۔

"یہ وہ ہے جس کے باپ علیؓ بن ابی طالبؓ، ماں فاطمۃ الزہراؓ، نانا محمد ﷺ، نانی خدیجہؓ، چچا جعفرؓ، چچی ام ہانیؓ، ماموں قاسمؓ اور ممانی زینبؓ ہیں۔ اور یہ وہ شرف ہے، جو دنیا میں کسی شخص کو حاصل نہیں۔

معاویہؓ نے گردن جھکالی، کچھ نہ کہا۔

☆......☆......☆

Marfat.com

سُلطان الحق

مالک بن انس روایت کرتے ہیں:

خلیفہ ابو جعفر منصور نے مجھے اور ابنِ طاؤس کو بلایا، ہم دونوں پہنچے وہ مسند پر بیٹھا ہوا تھا، اس کے سامنے چمڑے کی ایک چادر پڑی تھی (جس پر مجرموں کو سزائے قتل دی جاتی تھی، تاکہ ان کا خون زمین پر نہ بہے) جلاّد تلوار سونتے ہوئے کھڑے تھے کہ جس کے بارے میں حکم ہو اس کی گردن اڑا دیں، خلیفہ نے ہمیں دیکھا اور بیٹھنے کا اشارہ کیا، بڑی دیر تک ہم سے غافل رہا، پھر ابن طاؤس کی طرف مخاطب ہوا اور ان سے کہنے لگا: ”اپنے والد کے بارے میں کچھ کہو“۔

انہوں نے کہا: ”میں نے اپنے باپ سے سنا وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب اس شخص پر ہوگا جو اللہ کا کسی کو شریک بنائے اور جس کا ظلم عدل پر غالب ہو“۔

مالک کہتے ہیں: ”یہ سن کر میں نے اپنے کپڑے سمیٹ لئے کہ ان کے قتل کا خون مجھے نہ لگے“۔

پھر خلیفہ ابو جعفر نے ابن طاؤس سے کہا: ”مجھے کچھ نصیحت کیجئے“۔

ابن طاؤس گویا ہوئے:

”کیا تم نے نہیں سنا کہ خدا فرماتا ہے:

اَلَمْ تَرَ کَیْفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِعَادٍ (الٰی قولہ تعالٰی) اَلَّذِیْنَ طَغَوْا فِی الْبِلَادِ، فَاَکْثَرُوْا فِیْهَا الْفَسَادَ فَصَبَّ عَلَیْهِمْ رَبُّکَ سَوْطَ عَذَابٍ اِنَّ رَبَّکَ لَبِالْمِرْصَادِ.

مالک کہتے ہیں:

اس ڈر سے میں نے اپنے کپڑے سمیٹ لیے، کہیں ابن طاؤس کا قتل ہوتے وقت خون میرے نہ لگے، کچھ دیر منصور خاموش رہا پھر اس نے کہا:

Marfat.com

''اے ابن طاؤس یہ دوات جو تمہارے ہاتھ میں ہے ذرا مجھے دینا''۔

لیکن ابن طاؤس نے دوات نہیں دی، چپ چاپ بیٹھے رہے۔

خلیفہ نے کہا: ''تم نے مجھے دوات کیوں نہیں دی؟''

جواب دیا: ''مجھے ڈر ہے تم اس سے کوئی گناہ کی بات لکھو گے جس میں گویا میری شرکت بھی ہوگی''۔

جب منصور نے یہ سنا تو کہا: ''تم دونوں یہاں سے اٹھ جاؤ''۔

ابن طاؤس نے کہا: ''یہی تو ہم چاہتے تھے''۔ ((عقد الفرید)

☆......☆......☆

جھوٹ کا انجام

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

حضرت امام بخاریؒ طلب حدیث میں ایک شخص کا شہرہ سن کر اس کے پاس پہنچے۔

اس شخص کا گھوڑا بھاگ گیا تھا، اور وہ اپنی چادر کی گٹھڑی بنا کر اسے دکھاتے ہوئے بلا رہے تھے، گویا اس میں اناج ہے جو اسے دیں گے، گھوڑا لالچ میں آ گیا، اپنے مالک کے پاس پہنچا، انہوں نے اسے پکڑ لیا۔

امام بخاریؒ نے اس شخص سے پوچھا:

''کیا آپ کے پاس اناج تھا؟''

وہ بولا: ''نہیں میں نے تو یونہی اسے پکڑنے کیلئے گٹھڑی بنا کر دکھائی تھی''۔

امام بخاریؒ نے کہا:

''اس شخص سے میں حدیث کا علم نہیں حاصل کر سکتا، جو جانور تک سے جھوٹ بولتا ہو''۔

(نزہۃ المجالس)

☆......☆......☆

گناہ سے نجات

ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس اسلام قبول کرنے کی نیت سے حاضر ہوا، کلمہ پڑھنے کے بعد اس نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا:

بہت سے گناہ ایسے ہیں یا رسول اللہ! جنہیں ترک کرنے کی میں قدرت نہیں رکھتا''۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''کیا تم مجھ سے صرف ایک عہد کرو گے؟...... یعنی جھوٹ نہ بولنے کا؟''

Marfat.com

وہ بولا: ''میں یہ عہد کرتا ہوں''۔

یہ عہد کر کے وہ واپس چلا گیا، اور دل ہی دل میں بہت خوش اور مسرور تھا اور کہہ رہا تھا:

''نبی کریم نے کتنی سہل اور آسان بات کا مجھ سے مطالبہ کیا ہے''۔

اس عہد کے بعد اس شخص نے چوری کا ارادہ کیا، لیکن یہ ارادہ کرتے ہی دل میں خیال آیا:

''اگر میں نے چوری کی، اور رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا، تو کیا جواب دوں گا؟ اگر اقرار کرتا ہوں تو سزا سے نہیں بچ سکوں گا اور انکار کرتا ہوں تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ میں نے جھوٹ بولا اور معاہدہ کے خلاف مجھ سے حرکت سرزد ہوئی...... لہٰذا بہتر یہ ہے کہ چوری نہ کروں''۔

یہ سوچ کر آخر کار وہ اپنے ارادہ سے باز آ گیا اور اس نے چوری نہ کی۔

اس کے بعد جب بھی اس کا نفس امارہ اسے گناہ اور معصیت کی ترغیب دیتا تھا، اور وہ یہ ارادہ کرتا تھا کہ اپنے ہاتھوں کو گناہ سے آلودہ کرے معاً اس کے دل میں خیال آ جاتا تھا کہ آنحضرت ﷺ اس سے جھوٹ نہ بولنے کا عہد لے چکے ہیں اور وہ سوچنے لگتا:

''اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے اپنے گناہ کا اقرار کیا تو پاداش سے نہ بچ سکوں گا، اور اگر مکر گیا تو عہد شکنی کا مجرم ہوں گا۔ اور اس کی سزا بہرحال، جلد یا بدیر مجھے مل کر رہے گی''......

آخر اس کی حالت سدھر گئی اور وہ وقت کے بہت بڑے صلحاء اور پرہیزگاروں میں شمار ہونے لگا۔

☆......☆......☆

معاملہ فہم قاضی

ایک تاجر کی تھیلی کھو گئی جس مین چار سو دینار تھے، اس نے ڈھول پٹوا دیا کہ:

''اس اس طرح کی تھیلی کھو گئی ہے جو اسے تلاش کر کے لائے گا اسے تھیلی کی مالیت کا نصف دے دیا جائے گا''۔

یہ تھیلی ایک غریب ملاح کو ملی، وہ سیدھا لے کر مالک کے پاس انعام کی توقع میں پہنچا، لیکن مالک اپنی تھیلی دیکھ کر دھوکے پر آمادہ ہو گیا، اس نے ملاح سے کہا:

''اس تھیلی میں نہایت قیمتی زمرد بھی تھے، کیا وہ بھی اس کے اندر ہیں؟''

ملاح یہ سن کر گھبرا گیا، لیکن یہ بھی سمجھ گیا کہ یہ دھوکا کر رہا ہے اور چاہتا ہے کہ اپنے وعدے سے پھر جائے اور کچھ دینا نہ پڑے۔

اب ملاح اور تھیلی کے مالک میں جھگڑا ہو پڑا، آخر یہ دونوں لڑتے ہوئے فیصلہ کیلئے قاضی کے پاس پہنچے، قاضی نے ملاح سے زمرد کے بارے میں پوچھا، ملاح نے قسم کھا کر کہا:

''تھیلی میں مجھے دیناروں کے سوا اور کوئی چیز نہیں ملی''۔

اب قاضی نے مالک سے پوچھا:

''بتاؤ وہ زمرد کیسے تھے؟''

مالک نے جواب تو دیا، لیکن اوٹ پٹانگ، اس کی بے سروپا باتیں سن کر قاضی نے سمجھ لیا یہ جھوٹ بول رہا ہے اور جھوٹ سے مقصد اس کا یہ ہے کہ ملاح کو وہ انعام نہ دے جس کا خود اعلان کر چکا ہے۔

قاضی نے کہا:

''اے شخص تیرا دعویٰ ہے کہ تیری تھیلی کھوئی گئی جس میں زمرد تھے اور وہ ایسے ایسے تھے اور یہ تھیلی جو ملاح لایا ہے، اس میں کوئی زمرد نہیں لہٰذا میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ یہ تھیلی تیری ہے ہی نہیں، لہٰذا تو اپنی گمشدہ تھیلی کیلئے پھر سے اعلان کرا، ممکن ہے تیری گمشدہ پونجی تجھے مل جائے اور تو بامراد و کامران بن جائے بہر حال یہ تیری نہیں ہے''۔

پھر قاضی ملاح سے مخاطب ہوا، اور اس سے کہا:

''یہ ہمیانی چالیس (۴۰) روز تک احتیاط سے رکھ اگر اس کا کوئی دوسرا سچا دعویدار نہ پیدا ہوا تو یہ تیری ہے''۔

☆......☆......☆

دروغ بے فروغ

ایک کسان کا گھوڑا چوری ہو گیا۔

دوسرے دن بازار لگ رہا تھا، وہ ایک نیا گھوڑا خریدنے کیلئے بازار پہنچا۔ وہاں ایک اصطبل میں دوسرے گھوڑوں کے ساتھ اپنا گھوڑا بھی بندھا ہوا دیکھا، اصطبل کے مالک سے اس نے کہا:

''یہ تو میرا گھوڑا ہے، جو کل رات کو چوری ہو گیا تھا''۔

اصطبل کے مالک نے جواب دیا:

''بالکل غلط...... یہ تو سال بھر سے میرے پاس ہے، تمہیں دھوکا ہوا ہے میرے بھائی''۔

کسان نے گھوڑے کی دونوں آنکھوں پر اپنا ہاتھ رکھ لیا اور کہا:

''تمہیں خدا کی قسم سچ سچ کہنا...... بتاؤ یہ کس آنکھ سے اندھا ہے؟''

اصطبل کے مالک نے کہا: ''داہنی آنکھ سے''۔

کسان بولا: ''جھوٹ''

اصطبل کے مالک نے کہا:

''ہاں مجھ سے غلطی ہوئی، بائیں آنکھ سے یہ نہیں دیکھتا''۔

کسان نے کہا:

''یہ بھی جھوٹ...... گھوڑے کی دونوں آنکھیں صحیح وسلامت ہیں یہ دیکھو''۔

پھر کسان نے کہا:

''ظاہر ہو گیا کہ تو پرلے درجے کا جھوٹا، مکار اور چور ہے''۔

اب تو اصطبل کا مالک لاجواب ہو گیا، اس کی گھگھی بندھ گئی اور اس سے کوئی جواب نہ بن پڑا، وہ چپ چاپ خاموش کھڑا رہا۔

کسان نے کہا:

''میں چلا، اور گھوڑے کو اپنے ساتھ لئے جاتا ہوں''۔

یہ کہہ کر کسان نے گھوڑے کو باہر نکالا اس پر بیٹھا ایڑ لگائی اور ہوا ہو گیا۔

اصطبل کا مالک ٹکر ٹکر دیکھتا رہا۔

☆......☆......☆

ذہانت وذکاوت

یحییٰ بن اکثم کی مثال

یحییٰ بن اکثم نے ایک مرتبہ خلیفہ مامون رشید کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

''یا امیر المؤمنین''۔

خدا مجھے آپ پر قربان کرے آپ طِبّ میں جالینوس ہیں، آپ فن حساب میں ہرمس ہیں، فقہ میں علی ابنِ طالبؓ، سخاوت میں حاتم، صدق میں ابوزید، کرم میں کعب، وفا میں سموال بن عادیا ہیں''۔

مامون واقعی ان تمام باتوں میں یکتا تھا، یہ باتیں سن کر بہت خوش ہوا، انعام دیا، تکدّر ختم ہوگیا اور اس کا چہرہ بشاش ہوگیا۔

☆......☆......☆

حضرت عمرؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ فاروق چلے جا رہے تھے، ایک گلی میں پہنچے تو وہاں کچھ لڑکے کھیل کود رہے تھے، حضرت عمرؓ کی ہیبت سب پر چھائی ہوئی تھی، انہیں دیکھ کر سب تتر بتر ہوگئے، لیکن حضرت عبداللہ بن زبیرؓ جہاں کے تہاں جمے رہے، اپنی جگہ سے کھسکے بھی نہیں۔

حضرت عمرؓ نے عبداللہ بن زبیر سے جو ابھی کم سن تھے دریافت کیا:

''تم کیوں نہیں بھاگے؟''

وہ بولے: ''راستہ تنگ نہیں تھا کہ آپ کیلئے اپنی جگہ چھوڑتا، نہ میں نے کوئی گناہ کیا تھا کہ آپ سے ڈر کر بھاگ جاتا''۔

''حضرت عمرؓ اس صراحت اور شہامت سے بہت خوش ہوئے، اور شاباش دی۔

Marfat.com

رشید اور ایک لڑکا!

خلیفہ ہارون رشید، ایک مرتبہ اپنے ایک وزیر کے ہاں گیا، وہاں اس کا ایک لڑکا بھی نظر آیا، رشید نے اس سے پوچھا:

''بتاؤ ہمارا گھر اچھا ہے یا تمہارا''۔

لڑکے نے جواب دیا: ''ہمارا گھر''۔

خلیفہ نے پوچھا: ''کیوں بھلا؟''

وہ بولا: ''اس لئے کہ آپ میرے گھر میں ہیں''۔

رشید یہ سن کر بہت خوش ہوا، اور لڑکے کو گراں قدر انعام سے نوازا۔

☆......☆......☆

ذکاوت وفطانت

خلیفہ معتصم باللہ نے فتح بن خاقان سے ایک مرتبہ پوچھا:

''کیوں، کبھی تم نے میری اس انگشتری سے بہتر بھی کوئی چیز دیکھی ہے؟

فتح نے کہا:

''دیکھی ہے یا امیر المومنین''۔

خلیفہ نے کہا: ''بتاؤ وہ کیا چیز ہے؟''

فتح نے جواب دیا: ''آپ کی وہ انگلی، جس سے انگوٹھی کو شرف حاصل ہوا ہے''۔

خلیفہ اس جواب سے بہت متاثر ہوا اور مسرور ہوا، انگوٹھی انگلی سے اتاری اور فتح کو عطا کر دی۔

خلیفہ ہارون رشید نے ایک مرتبہ اپنے بیٹے مامون سے کہا:

''میں نے مصر کی ولایت (گورنری) جوہر صقلی کو عطا کی ہے تم پروانہ لکھ دو''۔

مامون نے لکھا:

Marfat.com

''تلوار اپنی دھار سے پہچانی جاتی ہے، قلم اپنے مد سے جانچا جاتا ہے، غلام اپنی سعادت سے پرکھا جاتا ہے، نہ کہ اپنے باپ اور دادا (یعنی حسب ونسب) سے ہم نے تجھے مصر کی گورنری پر فائز کیا''۔

رشید یہ تحریر پڑھ کر اپنے بیٹے کی ذہانت وفطانت سے بہت خوش ہوا، اور اسے بہت بڑا انعام دیا۔

خلیفہ ہارون رشید کا بیٹا، مامون، امام کسائی کا شاگرد تھا، اور اس کے پاس پڑھنے کیلئے جایا کرتا تھا، مامون ابھی نوعمر ہی تھا، کسائی کی عادت یہ تھی کہ وہ مامون کی قرأت سنا کرتا تھا، اگر وہ صحیح پڑھتا تھا تو وہ گردن ہلاتا رہتا تھا اور اگر پڑھنے میں کہیں غلطی کرتا تھا تو وہ سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھنے لگتا تھا، مامون خود ہی اپنی غلطی محسوس کر لیتا تھا اور پھر اسے ٹھیک کر لیتا تھا۔

ایک روز مامون نے سورۂ صف کی یہ آیت پڑھی

يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَ.

''یعنی اے مسلمانو! ایسی باتیں کیوں کہتے ہو جنہیں کرتے نہیں''۔

یہ آیت سن کر امام کسائی نے سر اٹھایا، اور مامون کو دیکھنے لگا مامون نے دوبارہ یہ آیت پڑھی اور اسی طرح پڑھی، کیونکہ اس نے کوئی غلطی نہیں کی تھی امام کسائی خاموش ہو گیا۔

تعلیم کے بعد مامون اپنے باپ خلیفہ ہارون رشید کے پاس گیا اور اس سے کہا:

''اے امیر المؤمنین آپ نے امام کسائی سے کوئی وعدہ کیا تھا، اور وہ آپ کو اسے یاد دلاتے ہوئے شرماتا ہے''۔

ہارون نے کہا:

''ہاں امام کسائی نے مجھ سے قرأ کے بارے میں کچھ مدد چاہی تھی اور میں نے وعدہ کر لیا تھا..... کیا تم سے امام کسائی نے کچھ کہا؟

مامون نے کہا: ''نہیں''۔

خلیفہ نے پوچھا: ''پھر تمہیں کیسے معلوم ہوا؟''

مامون نے آیت والا سارا ماجرا سنا دیا، خلیفہ اپنے بیٹے کی ذکاوت اور ذہانت سے بہت خوش ہوا۔

☆......☆......☆

امین اور مامون

حکایت ہے کہ:

اُمّ جعفر یعنی امین کی والدہ نے ایک مرتبہ خلیفہ ہارون رشید سے شکایت کی۔ ''آپ مامون کو بہت چاہتے ہیں، مگر میرے بیٹے امین کو نہیں چاہتے''۔ یہ سن کر ہارون رشید نے ایک خادم کو بلایا اور اس سے کہا:

''تم الگ الگ امین اور مامون کے پاس جاؤ، اور ان میں سے ہر ایک سے کہو، جب آپ کو خلافت ملے گی، تو آپ کیا کریں گے؟''

خادم نے یہی کہا۔

امین نے جواب دیا: ''میں تجھے بہت سا انعام دوں گا''۔

اور مامون نے کہا:

''تو مجھ سے پوچھتا ہے، جب امیر المؤمنین انتقال فرمائیں گے میں کیا کرونگا؟ کم بخت میں تو یہ چاہتا ہوں کہ ہم سب ان پر فدا ہو جائیں''۔

یہ ماجرا سن کر خلیفہ نے ام جعفر سے کہا:

''کہو اب کیا کہتی ہو؟''

وہ شرمندہ ہو کر خاموش ہو گئیں۔

☆......☆......☆

ذہین لڑکا!

ایک آدمی نے ایک کم سن لڑکے سے پوچھا:

Marfat.com

''میاں صاحبزادے! یہ تو بتاؤ، اللہ سے قبل کیا تھا؟''

لڑکے نے جواب دیا:

''پہلے ایک سے دس تک گنیئے پھر جواب دوں گا''۔

آدمی نے کہا:

''ایک.......... لڑکے نے تڑسے کہا:

''وہی اللہ، اول و آخر ہے، جس طرح ایک سے پہلے کچھ نہ تھا، خدا سے پہلے کچھ نہ تھا''۔

وہ آدمی اس لڑکے کی سمجھ سے بہت خوش ہوا، اسے گلے لگالیا، اور انعام دیا۔

☆......☆......☆

مامون اور ایک دوشیزہ

خلیفہ مامون ایک مرتبہ شکار کیلئے نکلا، گھوڑے پر بیٹھا اور بہت دور تک نکلا چلا گیا، نہر فرات کے کنارے پہنچا، تو اس نے ایک حسین و جمیل دوشیزہ دیکھی، جس کے چہرے اور بشرے سے معلوم ہوتا تھا کہ کسی عرب خاندان سے تعلق رکھتی ہے۔ اس کے ہاتھ میں ایک مشکیزہ تھا، جس میں پانی بھرا تھا، یہ پانی وہ نہر سے بھر کر لائی تھی، نشیب سے فراز پر آئی ہوئی وہ مشکیزہ نہ سنبھال سکی۔ اس نے مدد کیلئے اپنے باپ کو آواز دی لیکن ایسے فصیح و بلیغ اور دل نشین جملے کہے کہ مامون کو اس کی فصاحت اور بلاغت پر بڑی حیرت ہوئی، مامون نے پوچھا:

''اے لڑکی تو کس قبیلہ سے ہے؟''

وہ بولی: ''بنی کلاب سے''۔

مامون: ''ایسے قبیلہ میں کیوں پیدا ہوئیں تم؟''

دوشیزہ: ''میں ایسے قبیلہ سے ہوں، جو معزز ہے، جس پر کوئی الزام نہیں، وہ لوگ مہمانوں کی عزت کرتے ہیں، تلوار چلانے میں تیز دست ہیں، لیکن اے شخص تو کس قبیلہ سے ہے؟''

مامون: ''کیا تم علم الانساب جانتی ہو؟''

دوشیزہ: ''ہاں جانتی ہوں''۔

Marfat.com

مامون: ''میں معشرِ حمرا کا فرد ہوں''۔

دوشیزہ: ''کون سا معشر؟''

مامون: ''وہ جو نسب کے لحاظ سے سب میں مکرم اور حسب کے اعتبار سے سب میں معظم ہے''۔

دوشیزہ: ''میں سمجھ گئی، تم کنانہ میں سے ہو، لیکن کنانہ کی کس شاخ سے''؟

مامون: ''جس کے بچے سب میں زیادہ شریف اور متین ہوتے ہیں''۔

دوشیزہ: ''ہاں میں نے جان لیا، تم قریش میں سے ہو، لیکن قریش کے کس خاندان سے؟''

مامون: ''جس کا ذکر سب سے بلند اور جس کا فخر سب سے اونچا ہے''۔

دوشیزہ: ''خدا کی قسم، تم بنی ہاشم میں سے ہو، لیکن بنی ہاشم کے کس گھرانے سے؟''

مامون: جس کے گھر سب سے اونچے، جس کا قبیلہ سب سے اشرف جس سے ہاشم ہیبت زدہ تھے''۔

یہ سن کر دوشیزہ نے ادب سے سر جھکایا اور کہا:

''اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ''.

مامون اس لڑکی کی ان باتوں سے بہت خوش ہوا، اس کی فصاحت و بلاغت، حاضر دماغی، برجستہ گوئی، ذہانت، ہر چیز نے خلیفہ کو بہت متاثر کیا۔

مامون نے اسی وقت اس لڑکی سے نکاح کر لیا، اور اپنے ساتھ لے آیا، اسی کے بطن سے عباس پیدا ہوا، خلیفہ اس کی دلچسپ اور دل نشین باتوں سے ہمیشہ لطف اندوز ہوا کرتا تھا، وہ اس کے محل میں ایک چمکتا ہوا چراغ تھی، جس سے تاریکی میں اجالا ہو جاتا ہے۔

(حادثات الملوک)

☆......☆......☆

Marfat.com

معیارِ انسانیت

حکیم افلاطون کا قصہ

''اولمپک'' کھیل یونانِ قدیم کی ایجاد ہے، یہ ہر چوتھے سال منعقد ہوا کرتا تھا، اس کی شہرت چار دانگ عالم میں پھیلی ہوئی تھی، ایک مرتبہ حکیم افلاطون، اولمپک کھیل دیکھنے کیلئے نکلا، راستہ میں وہ ایک ایسی جگہ مقیم ہوا، جہاں کے لوگ اسے نہیں پہچانتے تھے نہ وہ انہیں جانتا تھا، دورانِ قیام میں اس کے کردار کی پاکیزگی اور طبیعت کی بلندی نے لوگوں کا دل موہ لیا، اور وہ اس سے محبت کرنے لگے، اس کی تواضع، انکسار، سچائی، اخلاق، ان سب چیزوں سے وہ بہت متاثر تھے، اس ساری مدتِ قیام میں افلاطون نے کوئی ایسی بات نہیں کی جس سے یہ اندازہ ہوسکتا کہ اسے علم اور فلسفہ کی ہوا بھی لگی ہے۔

ایک مرتبہ لوگوں نے پوچھا:

''اے معزز انسان تیرا نام کیا ہے؟''

وہ بولا: ''مجھے افلاطون کہتے ہیں''۔

جب اولمپک کھیل ختم ہوگئے تو سب لوگ اپنے اپنے شہروں کو واپس چلے گئے افلاطون بھی اپنے شہر اثینا میں واپس آ گیا۔

کچھ دنوں کے بعد وہ لوگ جن کے پاس افلاطون ٹھہرا تھا، کسی کام سے اثینا میں آئے، اور افلاطون کے پاس ہی ٹھہرے، افلاطون نے بڑے چاؤ سے ان لوگوں کی دعوت اور مہمان داری کی۔ باتوں باتوں میں ان لوگوں نے کہا۔

''ہمارے اس شہر میں آنے کا مقصد ایک یہ بھی تھا کہ ہم آپ کے ہم وطن اور ہم نام مشہور فلسفی افلاطون کی زیارت کریں، کیا یہ ممکن ہے؟ کیا آپ اس سلسلہ میں ہماری امداد

Marfat.com

کریں گے؟''

یہ سن کر افلاطون مسکرایا، اس نے شرم سے گردن جھکالی اور کہا:

''جس افلاطون کا آپ ذکر کر رہے ہیں وہ میں ہی ہوں''۔

انہوں نے جب یہ سنا تو بہت متعجب ہوئے اور کہا:

''آپ کے دیدار سے پہلے ہم نے آپ کی تعریف سنی تھی، اب ہم نے آپ کو دیکھ بھی لیا اور پہچان بھی لیا، اور جتنا کچھ سنا تھا اس سے کہیں بہتر پایا''۔

☆......☆......☆

خلیفہ ہشام کی بدزبانی

ہشام ایک مرتبہ ایک شخص سے خفا ہو گیا اور خفگی کے عالم میں اسے بہت سی گالیاں دے ڈالیں وہ شخص سنتا رہا سنتا رہا، پھر اس نے کہا:

''آپ کو شرم نہیں آتی کہ آپ مجھے گالیاں دے رہے ہیں حالانکہ آپ اس صفحۂ ارض پر خدا کے خلیفہ ہیں۔ کیا خدا کے خلیفہ کو ایسا ہی بدزبان اور زبان دراز ہونا چاہیے۔

یہ کھری کھری باتیں سن کر ہشام بہت شرمندہ ہوا اس نے کہا:

''بدلہ لے لو''۔

وہ شخص گویا ہوا:

''بدلہ لے لوں؟...... گویا میں بھی آپ کی طرح حماقت کا ارتکاب کروں اور گالیاں بکنے لگوں؟''

ہشام نے کہا: ''اچھا ایسا کرو، جتنا مال چاہو معاوضہ میں مجھ سے لے لو''۔

وہ کہنے لگا: ''یہ بھی نہیں ہو سکتا، گالیوں کا معاوضہ مال نہیں ہو سکتا''۔

ہشام نے کہا: ''اچھا تو پھر یہ کرو کہ میری غلطی حِسْبَةً لِلّٰہِ معاف کر دو''۔

وہ بولا: ہاں یہ ہو سکتا ہے، میں نے معاف کیا''۔

ہشام نے سر جھکا لیا۔

Marfat.com

پھر کہا: "خدا کی قسم اب ایسی غلطی نہیں کروں گا"۔

☆......☆......☆

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی کیفیت

عمر بن اسحاق روایت کرتے ہیں:

علمائے سیر کا بیان ہے، حضرت ابوبکر صدیقؓ اپنے قبیلہ کی بکریوں کا دودھ (ضرورت مندوں کیلئے) دوہ دیا کرتے تھے، جب آپ کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت ہوئی تو قبیلہ کی ایک عورت نے کہا:

"اب ہمیں دودھ دوہ کر کون دیا کرے گا؟"

حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا:

"میں...... خلافت کا منصب میرے اعمال و کردار میں کوئی تغیر نہیں کر سکتا"۔

چنانچہ حضرت ابوبکرؓ نے اپنا کہا پورا کیا اور قبیلہ کے ضرورتمندوں کو خلافت کے زمانہ میں بھی ان کی بکریوں کا دودھ دوہ کر دیتے رہے آپ کے اس معمول میں کوئی فرق نہیں آیا۔

(محاسن الآثار)

☆......☆......☆

حضرت عمرؓ کی فرض شناسی

حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف اپنا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ:

ایک رات حضرت عمرؓ نے مجھے یاد فرمایا، میں پہنچا تو کہا:

"مدینہ کے دروازے پر ایک قافلہ اترا ہے، مجھے ڈر ہے کہیں ایسا نہ ہو لوگ سو جائیں اور ان کے ہاں چوری ہو جائے"۔

یہ کہہ کر وہ چل کھڑے ہوئے، میں بھی ان کے ساتھ ساتھ چلا، جب ہم قافلہ کے حدود میں پہنچ گئے، حضرت عمرؓ نے کہا:

''تم اب سو جاؤ''۔

پھر وہ ساری رات پہرہ دیتے رہے، کیا مجال ہے جو پلک بھی جھپکی ہو۔

☆......☆......☆

''عمرؓ سے زیادہ عالم!''

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ بیت الحرام کا طواف کر رہے تھے، اتنے میں انہوں نے سنا، ایک اعرابی اپنے رب کو مخاطب کر کے کہہ رہا ہے''۔

''یا اللہ! مجھے اپنے قلیل بندوں میں سے بنا دے''۔

یہ سن کر حضرت عمرؓ متعجب ہوئے۔ فرمایا:

''اس آدمی کو میرے پاس لاؤ''۔

وہ جب سامنے آیا، تو فرمایا۔

''اے اعرابی! تیری ایسی نرالی دعا میں نے آج تک نہیں سنی آخر اس کا مطلب کیا ہے؟''

اعرابی نے جواب دیا: ''آپ کو معلوم نہیں یا امیر المومنین''۔

اب تو آپ کا تعجب اور بڑھا۔ آپ نے فرمایا:

''کس طرح معلوم ہے مجھے؟''

اعرابی نے کہا: ''کیا آپ نے قرآن مجید کی یہ آیت نہیں پڑھی:''۔

وَقَلِیْلٌ '' مِّنْ عِبَادِیَ الشَّکُوْرُ ...... یعنی میرے بندوں میں بہت کم شکر گزار بندے ہیں...... لہٰذا میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ وہ مجھے شکر گزار بندوں میں شامل کر دے اور چونکہ ایسے شکر گزار بندے کم ہیں، لہٰذا ان ہی کم یعنی قلیل بندوں میں سے ایک فرد مجھے بنا دے''۔

یہ سن کر حضرت عمرؓ نے کہا: ''سچ کہا تو نے، اب تو جا سکتا ہے''۔

پھر آپ نے فرمایا: ''ہر شخص عمرؓ سے زیادہ عالم اور واقف ہے''۔

☆......☆......☆

حضرت حسنؓ کی تواضع

روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام حسنؓ اپنے گھوڑے پر سوار کہیں تشریف لے جارہے تھے، راستہ میں کچھ مساکین نظر پڑے جو گھربار سے محروم ہونے کے باعث، سرراہ بیٹھے ہوئے دال، دلیا کھارہے تھے۔

حضرت امام حسنؓ جب قریب پہنچے تو انہوں نے سلام کیا، حضرت نے بھی سلام کا جواب دیا، پھران لوگوں نے کہا:

''اے ابن رسول ﷺ آیئے دو لقمے ہمارے ساتھ بھی تناول فرمایئے''۔

آپ نے فرمایا:

''ضرور......'' پھر آپ سواری سے اتر پڑے، ان کے ساتھ بیٹھ گئے، اور جو کچھ موجود تھا وہ کھالیا۔

پھر سلام کیا، سواری پر سوار ہوئے اور چلے گئے۔ (عوارف المعارف)

حضرت امام حسنؓ ہی کے بارے میں ایک اور روایت ہے کہ:

ایک مرتبہ آپ کہیں تشریف لے جارہے تھے۔ راستے میں کچھ لڑکے ملے جو روٹی کھارہے تھے، انہوں نے آپ کو مدعو کیا، آپ سواری سے اتر پڑے اوران کے ساتھ کھانے لگے۔

پھر انہیں اپنے گھر لے گئے اور طرح طرح کے اچھے اچھے کھانے کھلائے اور نئے نئے کپڑے پہننے کو دیئے، پھر فرمایا:

''جو انہیں میسّر تھا انہوں نے دیا، جو مجھے میسّر تھا، میں نے پیش کردیا''۔

(اسعاف الراغبین)

☆......☆......☆

Marfat.com

عمر بن عبدالعزیز کا انکسار

نضر بن سہل اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ:

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ایک مرتبہ اپنی ایک کنیز سے کہا:

''ذرا پنکھا جھل دے تا کہ میں سو رہوں''۔

وہ پنکھا جھلنے لگی اور آپ سو گئے''۔

کچھ دیر کے بعد پنکھا جھلتے جھلتے کنیز پر نیند غالب آ گئی، وہ بھی اونگھتے اونگھتے سو گئی، پنکھا بند ہوا، حضرت کی آنکھ کھل گئی، آپ نے چپکے سے پنکھا لے لیا اور کنیز کو جھلنے لگے۔

ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا جو کنیز کے لگی، اس کی آنکھ کھل گئی یہ ماجرا دیکھ کر وہ گھبرا کر اٹھ بیٹھی،

حضرت نے اس سے فرمایا:

''مت ڈرو تم بھی میری طرح بشر ہو جس طرح مجھے گرمی لگتی ہے تمہیں بھی لگتی ہے، تم نے بہت دیر تک مجھے پنکھا جھلا، اگر ذرا دیر میں نے جھل دیا تو کیا ہو گیا۔ (الرحیق الفائق)

☆......☆......☆

علم کا احترام

خلیفہ ہارون رشید علماء کا بہت احترام اور خیال کیا کرتا تھا، ابو معاویہ ضریر کہتے ہیں وہ خود بھی بہت بلند پایہ عالم تھا۔

ابو معاویہ کا بیان ہے:

''ایک روز میں نے رشید کے ساتھ کھانا کھایا، کھانے کے بعد ایک آدمی نے آ کر میرے ہاتھ دھلائے، پھر خلیفہ نے مجھ سے پوچھا:

''اے ابو معاویہ! جانتے ہو تمہارے ہاتھ کس نے دھلائے تھے؟''

میں نے کہا:

''نہیں، اے امیر المومنین!''۔

خلیفہ نے کہا: "میں نے"۔

میں نے کہا:

میں جانتا ہوں یہ آپ نے علم کا احترام کیا"۔

خلیفہ نے کہا: "ہاں یہی بات ہے"۔ (الفخری)

☆......☆......☆

امین اور مامون کا قصہ

امام کسائی، امین اور مامون (خلیفہ ہارون الرشید کے بیٹوں) کی تادیب و تعلیم پر مامور تھا، ایک روز وہ پڑھا کر اٹھنے لگا، دونوں بھائی لپکے کہ جلدی سے جوتا اٹھا کر استاد کے سامنے رکھ دیں، اس پر دونوں میں جھگڑا ہو گیا کہ کون استاد کے سامنے اس کا جوتا رکھے؟ امام کسائی نے یہ دیکھ کر یوں صلح کرائی۔

"یوں کرو کہ تم میں سے ہر ایک...... ایک ایک جوتا اٹھا کر لائے"۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

یہ خبر خلیفہ کو پہنچی تو اس نے امام کسائی کو بلایا، جب وہ آیا تو پوچھا "سب سے زیادہ معزز کون ہے؟"

اس نے جواب دیا: "امیر المؤمنین سے زیادہ معزز کون ہو سکتا ہے؟"

خلیفہ نے کہا: "نہیں وہ شخص جس کیلئے ولی عہد سلطنت اور اس کا بھائی اس بات پر جھگڑیں کہ کون جوتا پہلے اٹھائے۔

امام کسائی گھبرا گیا، سمجھا خلیفہ برہم ہے، ہارون رشید سمجھ گیا۔

اس نے کہا:

"اگر تم میرے لڑکوں کو اس سے منع کرتے تو میں تم سے خفا ہو جاتا اور تمہیں مستحق تعزیر سمجھتا...... اس فعل سے میرے لڑکوں کی عزت اور شرف میں کمی نہیں ہوئی، بلکہ اور انصاف ہو گیا، ان کا جوہر نمایاں ہو گیا، ان کے کردار کا شرف ظاہر ہو گیا۔

Marfat.com

پھر خلیفہ نے کہا:

"آدمی کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو لیکن وہ ان تین سے بڑا نہیں ہو سکتا۔

۱)..... بادشاہ سے،

۲)..... والدین سے،

۳)..... استاد سے،

پھر خلیفہ نے اس حسنِ تادیب پر امام کسائی کو دس ہزار درہم انعام کے عطا کئے۔

☆......☆......☆

ہارون رشید اور بہلول

ایک مرتبہ خلیفہ ہارون رشید حج کے ارادہ سے بغداد سے نکلا، کوفہ میں پڑاؤ کیا، کوفہ کے لوگ خلیفہ کے دیدار کیلئے انبوہ اور ہجوم کی صورت میں جمع ہو گئے، اونٹ پر ہودج تھا اور ہودج میں خلیفہ متمکن تھا۔

بہلول نے آواز دی: "ہارون، ہارون"۔

خلیفہ نے کہا: "یہ کون شخص ہے جو اس جرأت سے میرا نام لے کر مجھے پکار رہا ہے"۔

جواب ملا: "یہ بہلول ہے"۔

خلیفہ نے ہودج کا پردہ اٹھایا، بہلول نے کہا:

"اے امیر المؤمنین، عبداللہ العامری سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو حج کیلئے جاتے ہوئے دیکھا، نہ آپ کے ساتھ خدم وحشم تھے، نہ ہٹو بچو کے نعرے، نہ آنکھوں کو خیرہ کر دینے والی ٹیپ ٹاپ اس سفر کے راستہ میں آپ کو بھی تواضع سے کام لینا چاہیے تھا اور طمطراق سے کنارہ کشی کرنی چاہیے تھی"۔

یہ سن کر ہارون رشید پر رقت طاری ہوگئی اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی اور آنسو زمین پر گرنے لگے، ہارون نے بہلول سے مخاطب ہو کر کہا:

"اے بہلول، تم نے بڑی اچھی بات بتائی، کچھ اور کہو"۔

Marfat.com

بہلول نے کہا:

"جس شخص کو خدائے بزرگ و برتر، مال عطا کرے، حسن کی دولت دے، سلطانی اور فرمانروائی بخشے، اسے چاہیے کہ مال خدا کی راہ میں خرچ کرے، جمال کو عفت سے طاہر اور پاک رکھے اور سلطانی و فرمانروائی کو عدل و انصاف سے مستحکم کرے"۔

ہارون رشید نے کہا: "بہت خوب کہا تم نے"۔

پھر حکم دیا کہ بہلول کو ایک رقم خطیر انعام کے طور پر ابھی اور اسی وقت عطا کی جائے"۔

لیکن بہلول نے رقم لینے سے صاف انکار کر دیا اور کہا:

"مجھے یہ رقم نہیں چاہیے...... یہ رقم ان لوگوں کو واپس کر دو جن سے لی گئی ہے"۔

یہ سن کر خلیفہ خاموش ہو گیا۔

پھر اس نے بہلول کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

"اچھا آج سے تمہارا کھانا پانی ہمارے ذمہ رہا"۔

بہلول نے خلیفۂ وقت کی یہ پیش کش بھی قبول نہیں کی اور خلیفہ سے برسرِ عام آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا:

"یا امیر المؤمنین میں اور آپ، اللہ کے عیال ہیں، اور یہ قطعاً ناممکن ہے کہ وہ آپ کو یاد رکھے اور مجھے فراموش کر دے"۔

☆......☆......☆

موت سے بڑھ کر کوئی واعظ نہیں

ایک دولت مند شخص تنہا جا رہا تھا، راستے میں کچھ قبریں پڑیں، اس نے ان سے کوئی عبرت حاصل نہیں کی، اپنے زور و قوت، حسن و جمال اور دولت و ثروت کے خیال میں سرمست مصروف خرام رہا، اتفاقاً اس کی ملاقات ایک شخص سے ہوئی، جو ایک قبر کے پاس بیٹھا کسی مردہ کی کھوپڑی کو بہ نگاہِ عبرت دیکھ رہا تھا اور تاثر و عبرت کا ایک خاص عالم اس پر طاری تھا۔

وہ دولت مند شخص قریب آیا اور تمسخر و استہزاء کے رنگ میں اس نے پوچھا:

Marfat.com

''اے شخص مجھے بتا اس کھوپڑی میں کیا رکھا ہے جسے تو اتنے غور اور توجہ سے دیکھ رہا ہے، یہ تو محض ٹوٹی پھوٹی اور بے جان ہڈیوں کا ایک شکستہ ڈھانچا ہے اس میں ایسی کون سی چیز ہے، جس پر تجھے حیرت ہو، یا تو اتنی یکسوئی سے اس پر غور کرے؟''

اس مردِ مفکر نے خشکی اور سرد مہری کے ساتھ دولتمند شخص کو دیکھا اور کہا:

''میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ یہ کھوپڑی کسی امیر کی ہے یا غریب کی؟ کسی بڑے آدمی کا سر ہے یا چھوٹے آدمی کا؟''

یہ سن کر دولت مند بہت متاثر ہوا، اپنی عظمت و کبریائی بھول کر اپنی حیثیت کا صحیح احساس کر کے اس نے کہا:

''موت سے بڑھ کر کوئی واعظ نہیں''۔

نبوّت کا مدعی

خلیفہ مامون رشید کے زمانہ میں ایک شخص نے نبوّت کا دعویٰ کیا، مامون نے اسے پکڑ بلایا، اور کہا:

''اگر تم سچے ہو تو کوئی معجزہ پیش کرو''۔

وہ بولا: ''فرمایئے کون سا معجزہ؟''

مامون نے کہا: ''حضرت ابراہیم کا معجزہ...... ہم تمہیں آگ میں ڈالتے ہیں، اگر سچے ہو تو اسے اپنے اوپر گلزار بنالو''۔

وہ بولا: ''نہیں اس سے کوئی آسان معجزہ طلب کیجئے، یہ تو بہت سخت ہے''

مامون نے کہا: ''اچھا برہانِ موسیٰ'' ...... انہوں نے اپنا عصا پھینکا اور وہ اژدہا بن گیا تم بھی دکھاؤ!''

وہ کہنے لگا: ''یہ تو پہلے سے بھی زیادہ سخت ہے، کوئی اور آسان معجزہ طلب کیجئے''۔

مامون نے کہا: ''اچھا برہان عیسیٰ'' ...... وہ مردوں کو زندہ کر دیا کرتے تھے، تم بھی ایسا

Marfat.com

کردکھاؤ"۔

وہ کہنے لگا: "اب آپ نے کہا...... ٹھیک ہے یہ میں کر دکھاؤں گا"۔

قاضی دربار، یحییٰ بن اکثم خلیفہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے ان کی طرف دیکھ کر بولا: یہ یحییٰ بن اکثم بیٹھے ہیں، میں ابھی ان کی گردن مارتا ہوں، جب ان کی کھوپڑی جسم سے الگ ہو جائے گی، اور یہ بالکل ٹھنڈے ہو جائیں گے زندگی کی رمق ذرا بھی ان میں باقی نہیں رہے گی، تو میں انہیں فوراً زندہ کر دوں گا"۔

یہ سن کر یحییٰ نے کہا: سب سے پہلے میں تم پر ایمان لاتا ہوں اور تمہاری نبوّت کی تصدیق کرتا ہوں"۔

مامون ہنسنے لگا! بات آئی گئی ہوگئی۔

☆......☆......☆

امیر معاویہ اور یزید

جب امیر معاویہ نے یزید کو اپنا ولی عہد بنایا تو ایک سرخ رنگ کی چھولداری اس کیلئے دربار میں نصب کی، لوگ جو حاضر دربار ہوتے تھے، وہ پہلے امیر معاویہ کو سلام کرتے تھے، پھر یزید کو، ایک روز ایک آدمی آیا اس نے بھی اسی معمول پر عمل کیا۔ پھر وہ معایہ کے پاس آیا اور کہا:

"یا امیر المؤمنین! اگر آپ یزید کو ولی عہد نہ بناتے تو مسلمانوں کو بہت نقصان پہنچتا"۔

احنف دربار میں خاموش بیٹھے ہوئے تھے ان سے معاویہ نے کہا:

"اے ابو بحر تمہاری کیا رائے ہے"۔

احنف نے کہا: "اگر جھوٹ بولوں تو خدا سے ڈر گتا ہے اگر سچ کہوں تو آپ سے خوم معلوم ہوتا ہے"۔

معاویہ نے کہا:

"تم نے جو کچھ کہا، خدا اس کی تمہیں جزا دے، اور اچھی جزا دے"۔

جب احنف دربار سے نکلے تو باہر دروازہ پر، اسی منافق شخص کو انہوں نے کھڑا دیکھا، وہ

شخص انہیں دیکھ کر پاس آ گیا اور بڑے دوستانہ اور رازدارانہ لہجہ میں ان سے کہا:

''اے ابو بحر...... میں جانتا ہوں یہ یزید اللہ تبارک وتعالیٰ کی مخلوق میں سب سے شرانگیز اور فتنہ جو ہے، لیکن انہی کم بختوں کے ہاتھ میں اللہ نے دولت، ثروت جاہ وحشم اور خزائن دنیاوی کی کنجیاں دے رکھی ہیں، ہم چاہتے ہیں یہ دولت ان کے ہاتھ سے نکلے، اوران کے ہاتھ سے روپیہ کھینچنے کی صرف ایک ہی صورت ہے''۔

پھر اس نے کہا:

''اور وہ صورت کیا ہے، وہ ابھی تم دربار میں دیکھ اور سن چکے ہو''۔

احنف نے کہا: ''اے شخص اپنے دین پر قائم رہ، اس لئے کہ دوُر خا شخص اس لائق نہیں کہ خدا کو منہ دکھا سکے''۔

☆......☆......☆

حُریّتِ ضمیر!

ایک شخص کو حکومت کی طرف سے اس کے سنگین جرم کے پیشِ نظر نہایت سخت سزا دی گئی، اس کے اعزاء دربار اور بادشاہ کے منہ چڑھے تھے۔ انہوں نے کوشش کی کہ بادشاہ پر اثر ڈال کر اس کی سزا بخشوالیں اور اسے رہا کرالیں۔

بڑی دوڑ دھوپ کے بعد، بالآخر اپنی کوششوں میں وہ کامیاب ہو گئے، اور بادشاہ نے مہر دار کو جس کے پاس شاہی مہر رہتی تھی طلب فرمایا، وہ شخص بڑا ایماندار اور بااصول تھا۔ بادشاہ نے اس سے کہا:

''شاہی مہر لاؤ، تو اس عفونامہ پر ہم اپنی مہر لگا دیں''۔

مہر دار نے کہا:

''اے میرے آقا! نہیں ایسا نہیں ہو سکتا، ایسے سخت گناہگار پر، معافی نہیں جاری ہو سکتی......''۔

بادشاہ یہ سن کر برہم ہو گیا، اس نے نہایت خفگی کے ساتھ کہا:

Marfat.com

''فوراً مہر حاضر کرو''۔

مہر دار نے فوراً مہر حاضر کردی، بادشاہ نے عفو نامہ پر وہ مہر لگادی۔

اس کام سے فارغ ہوکر بادشاہ نے مہر، پھر مہر دار کو واپس کرنے کیلئے ہاتھ بڑھا!، لیکن اس نے مہر لینے سے انکار کر دیا، کہا:

''اے میرے آقا! اب یہ ناپاک ہوگئی ہے میں اس کو ہاتھ نہیں لگا سکتا''۔

اس عدیم المثال جرأت پر بادشاہ ہکا بکا رہ گیا، ایسا منظر اس کے سامنے کبھی پیش نہیں آیا تھا، بادشاہ نے وہ مہر لے کر فوراً آگ میں ڈال دی، اور خاموش ہوگیا، مہر دار سے کچھ نہیں کہا:

لیکن مہر دار نے وہ مہر والی انگوٹھی آگ میں سے نکال لی اور کہا:

''اب میں اطاعت اور وفاداری کے پورے جذبہ کے ساتھ لے رہا ہوں، اس لئے کہ آگ میں پڑنے کے بعد ہر چیز پاک اور طاہر ہو جاتی ہے''۔

☆......☆......☆

Marfat.com

وفاءِ عہد

حضرت عمرؓ اور ہرمزان!

ملک فارس کا ایک مجرم ہرمزان کہ جو اپنے ملک کے اکابر میں شمار ہوتا تھا، اور جس کے قتل کا حکم صادر کیا جا چکا تھا، حضرت عمرؓ کی خدمت میں پیش کیا گیا، ہرمزان نے کہا "یا امیر المؤمنین!...... میں تھوڑا سا پانی پینا چاہتا ہوں، جب تک میں پیاسا ہوں مجھے قتل نہ کیجئے"۔

حضرت عمرؓ نے یہ بات مان لی، اور حکم دیا اس کیلئے پانی لایا جائے، جب پانی اور پیالہ ہرمزان نے اپنے ہاتھوں میں لے لیا، تو کہا:

"اے امیر المؤمنین جب تک میں یہ پیالہ نہ پی لوں مجھے امان ہے؟"

حضرت عمرؓ نے فرمایا:

"ہاں......!"

ہرمزان نے پیالہ پھینک دیا، پانی بہا دیا، اور کہا:

"اے امیر المؤمنین پاسِ وعدہ ضرور ہے"۔

حضرت عمرؓ نے ارشاد کیا:

"اسے چھوڑ دو قتل نہ کرو"۔

اس برتاؤ سے ہرمزان اتنا متاثر ہوا کہ اس نے اسلام قبول کر لیا اور رفتہ رفتہ وہ حضرت عمرؓ کا مشیر بن گیا۔

☆......☆......☆

عہدِ مامون کا ایک واقعہ

جب مامون مسند خلافت پر متمکن ہوا، تو اس کے چچا ابراہیم بن مہدی نے خروج کیا،

Marfat.com

مامون نے اس کے مقابلہ کیلئے ایک لشکر تیار کیا، ابراہیم دہشت کھا گیا اور روپوش ہو گیا، مامون نے اس شخص کیلئے ایک ہزار دینار انعام کا اعلان کیا جو اس کی نشان دہی کرے۔

ابراہیم ایک روز ادھر ادھر بھٹک رہا تھا کہ ایک فوجی سپاہی کی اس پر نظر پڑ گئی، وہ خوش ہو کر پکارا:

''واللہ یہی وہ شخص ہے جس کی امیر المؤمنین کو تلاش ہے''۔

یہ سن کر ابراہیم پر خوف طاری ہوا، سپاہی نے اس کا پیچھا کیا دونوں گتھم گتھا گئے، بہت سے لوگ بھی جمع ہو گئے، لیکن ابراہیم بھاگ نکلا، اور ایک تنگ گلی میں داخل ہو گیا، یہاں ایک گھر کا دروازہ کھلا ہوا نظر آیا، آؤ دیکھا نہ تاؤ، اسی میں داخل ہو گیا، سامنے ایک باوقار عورت بیٹھی تھی، ابراہیم کو دیکھ کر اس نے پوچھا:

''کیا کام ہے تجھے؟''

ابراہیم نے جواب دیا: ''وہ مجھے قتل کر ڈالیں گے، مجھے اپنی جان کا خوف ہے، میں تمہارے پاس پناہ لینے آیا ہوں''۔

وہ بولی: ''میں تمہیں پناہ دوں گی، آؤ آجاؤ، یہاں تمہیں امن ہے''۔

پھر اس نے اسے ایک کوٹھڑی میں داخل کیا، اور باہر سے کنڈی لگا لی ابراہیم کی سانس ابھی نہیں ٹھہری تھی کہ اس نے گھر کا دروازہ کھٹکھٹانے کی آواز سنی، جھروکے میں سے جھانکا تو وہی سپاہی اور ایک جم غفیر، سپاہی ابراہیم سے گتھم گتھا ہونے کے بعد کافی زخمی ہو گیا تھا، اس سے اچھی طرح چلا نہیں جا رہا تھا، سر پر کچھ پٹیاں بھی بندھی تھیں، وہ آتے ہی فرش پر گرا، ابراہیم یہ سارا ماجرا دیکھ رہا تھا، اور اسے کوئی بھی نہیں دیکھ سکتا تھا۔ ابراہیم کو یقین ہو گیا کہ اب جان بچنی مشکل ہے۔ وہ دل ہی دل میں کہنے لگا:

''میری موت یہاں مجھے لائی ہے، خدا کی مرضی میں کوئی چارہ نہیں''۔

ان لوگوں کو دیکھ کر عورت ذرا بھی نہ گھبرائی، جب لوگ چلے گئے تو سپاہی نے کہا:

''میں نے اسے پکڑ لیا ہوتا لیکن وہ میرے ہاتھ سے نکل گیا''۔

عورت نے سپاہی کی مرہم پٹی کی، اس سے لطف و مدارات کا برتاؤ کیا اور اس سے دل ہی

Marfat.com

دل میں باتیں کرتی رہی، آخر کچھ آرام پا کر وہ سپاہی وہیں سو گیا، اور اس کی تکلیف کسی حد تک کم ہو گئی۔

جب وہ سپاہی سو گیا، تو وہ عورت دبے پاؤں اٹھی اور ابراہیم کے پاس آئی اور کہا:

''میرا خیال ہے اس سارے ہنگامہ کی جڑ تم ہی ہو؟''

ابراہیم نے کہا: ''ہاں''۔

وہ کہنے لگی: ''کوئی حرج نہیں، میں تمہیں پناہ دے چکی ہوں، نقض عہد نہیں کروں گی''۔

پھر وہ بولی: ''اب تم چپ چاپ یہاں سے چلے جاؤ''۔

ابراہیم وہاں سے رخصت ہو گیا۔

وہ دل ہی دل میں سوچ رہا تھا، کیسی عجیب وغریب ہے یہ عورت، یہ جانتی تھی کہ مجھے گرفتار کر کے پانچ ہزار دینار مل سکتے ہیں، یہ جانتی تھی میں نے اس کے آدمی کو زخمی کیا ہے۔ پھر بھی اس نے جو وعدہ کیا تھا وہ نباہا، اور چٹان کی طرح اپنی جگہ قائم رہی۔

کچھ عرصہ بعد مامون نے ابراہیم کی خطا بخش دی، اور سوال کیا:

''اپنی روپوشی کے دور کا کوئی اہم ترین واقعہ سناؤ''۔

''ابراہیم نے اسی صاحب کردار عورت کی کہانی سنا دی''۔

مامون یہ سن کر بہت خوش ہوا، اس نے عورت کو بلایا، اور اس کو پاس عہد کے سلسلہ میں بہت بڑا انعام دیا۔

☆......☆......☆

وفاء عہد کی ناقابلِ فراموش مثال

سموال بن عائیا، عربوں کی تاریخ میں وفاء عہد کیلئے ضرب المثل کی حیثیت رکھتا ہے۔

واقعہ یوں ہے کہ امراؤالقیس مشہور عرب دورِ جاہلیت کی یگانہ اور نادر روزگار شاعر جب قیصرِ روم کے دربار میں طلب کیا گیا، تو جاتے وقت وہ اپنی زرہ اور اسلحہ اور بہت سا مال سموال کے پاس امانۃً رکھ گیا۔

جب امراء القیس اس دنیا سے رخصت ہوگیا، تو کندہ کے بادشاہ نے، جو امراؤ القیس کا بدترین دشمن تھا، سموال سے امانت رکھی ہوئی تمام چیزیں، ایک فرمان کے ذریعہ طلب کیں۔

سموال نے جواب دیا:

امراؤ القیس کی امانت، یا تو میں اس کی بیٹی کو لوٹاؤں گا یا دوسرے ورثاً کو بادشاہ کو نہیں سونپ۔ سکتا، اس لئے کہ وہ مستحق نہیں ہے"۔

بادشاہ نے پھر اصرار کیا، لیکن اس مرتبہ بھی سموال نے صاف انکار کر دیا، اور کہا:

"میں امانت میں خیانت نہیں کرسکتا، میں ترکِ وفا نہیں کرسکتا، میں دھوکے اور فریب کا مجرم نہیں بن سکتا"۔

یہ سن کر کندہ کا بادشاہ بہت برہم ہوا، وہ لشکرِ گراں لے کر چڑھ دوڑا، سموال اپنے قلعہ میں پناہ گزیں ہوگیا، بادشاہ کے لشکر نے ہر چہار طرف سے اس کا محاصرہ کرلیا۔

اتفاق سے سموال کا لڑکا، کسی طرح قلعہ سے باہر رہ گیا تھا، کندہ کے بادشاہ نے اسے گرفتار کرلیا، اور قید کر دیا، پھر اس نے سارے قلعہ کے اردگرد چکر لگایا، اور سموال کو پکارا:

آواز سن کر سموال قلعہ کی بُرجی پر چڑھا اور باہر کی طرف جھانکا بادشاہ نے اس سے کہا:

"میں نے تمہارے لڑکے کو گرفتار کرلیا ہے، یہ دیکھو وہ میرے ساتھ ہے"۔

پھر وہ گویا ہوا:

"پس اگر تم اپنے لڑکے کی سلامتی چاہتے ہو تو فوراً امراؤ القیس کی زرہ اور سامانِ جنگ، اسلحہ اور جملہ مال و متاع میرے حوالے کردو، ایسا کرو گے تو میں تمہارے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آؤں گا، محاصرہ اٹھالوں گا، تمہارا بیٹا تمہیں واپس کردوں گا، اور اگر اب بھی تم نے پہلے کی طرح انکار کیا تو یاد رکھو، اس لڑکے کو تمہاری آنکھوں کے سامنے ذبح کردوں گا، تم خود دیکھ لوگے اس کا کیا حشر ہوتا ہے...... اب تمہیں اختیار دیا جاتا ہے دونوں باتوں میں سے جو چاہو پسند کرلو"۔

سموال نے جواب دیا:

"خدا کی قسم یہ کبھی نہیں ہوسکتا کہ مرنے کے بعد میں امراؤ القیس سے دغا کروں، رہا

Marfat.com

میرے لڑکے کا معاملہ تو جو تیرا جی چاہے وہ کر"۔

یہ سن کر، بادشاہ کا غصہ بہت زیادہ بھڑک اٹھا، اس نے اسی وقت وہیں قلعہ کی دیوار کے نیچے، سموال کی آنکھوں کے سامنے اس کے بیٹے کو ذبح کر ڈالا سموال یہ جگرخراش اور ہولناک منظر دیکھتا رہا، مگر اس نے اف بھی نہ کی، بیٹے کی جان بچانے کیلئے وہ امانت میں خیانت پر کسی طرح بھی راضی نہ ہوا، صبر و شکر کے ساتھ اپنے بیٹے کا قتل دیکھا، کیا اس کے نزدیک بیٹے کی جان خود اپنی زندگی اپنے متعلقین کا بچاؤ، یہ سب باتیں بے معنی تھیں، وہ صرف ایک بات جانتا تھا یہ کہ کبھی اور کسی حالت میں عہد نہ ٹوٹنے پائے، امانت میں خیانت کے جرم کا ارتکاب نہ ہو۔

پھر جب کچھ عرصہ بعد امراؤ القیس کے ورثاء آئے، تو سموال نے اس کی ایک ایک چیز گن کر ان کے حوالہ کر دی۔

اس واقعہ کے بعد سے تاریخ عرب میں سموال کا نام "پاسِ عہد" کے سلسلہ میں ضرب المثل کی حیثیت سے مشہور ہو گیا۔

☆......☆......☆

پاسِ وعدہ

حارث بن عباد، عدی بن ربیعہ کی تاک میں تھا کہ کہیں پکڑ لے، تو اس سے بدلہ لے، ان دونوں کی بہت پرانی دشمنی چلی آ رہی تھی۔

ایک مرتبہ میدانِ جنگ میں دونوں کا آمنا سامنا ہوا، حارث نے عدی کو پکڑ لیا لیکن وہ اسے پہچانتا نہیں تھا کہ یہی عدی بن ربیعہ ہے گرفتار کرنے کے بعد حارث نے عدی سے پوچھا:

"بتاؤ عدی بن ربیعہ کہاں ہے؟"

تو گرفتار، یعنی خود عدی نے کہا:

"بتاؤں گا، لیکن شرط یہ ہے کہ جیسے ہی میں بتاؤں فوراً مجھے رہا کر دیجئے اور پھر نہ پکڑیئے"۔

Marfat.com

حارث نے جواب دیا: ''منظور...... بتاؤ''۔

وہ بولا: ''میں ہوں، عدی بن ربیعہ''۔

حارث نے فوراً اسے رہا کر دیا۔ اور پھر گرفتار نہیں کیا۔

☆......☆......☆

نعمان بن منذر اور طائی

نعمان بن منذر بادشاہ حیرہ نے اپنے دربار کے دو دن مقرر کر رکھے تھے۔

۱﴾...... یوم غضب۔

۲﴾...... یوم نعیم۔

پہلے دن جو شخص سامنے آجاتا، وہ کتنا ہی بے قصور ہوتا، لیکن نعمان کی آتش غضب کے شعلے اسے جلا کر خاکستر کر دیتے، اور دوسرے دن جو سامنے آجاتا، وہ کتنا ہی قصور وار ہوتا لیکن خلعت اور انعام سے سرفراز ہوتا،

اتفاق کی بات، طائی زمانہ کا ستایا ہوا، فاقہ کا مارا ہوا، تباہ و برباد، خستہ و درماندہ، پریشان و دل گرفتہ، گھر سے نکلا اور قسمت آزمائی کے ارادہ سے اس نے نعمان بن منذر کے دربار کی راہ لی، خرابیٔ قسمت سے نعمان کے دربار میں جب وہ پہنچا تو یہ یومِ غضب تھا، یعنی آج کے دن انعام اور بخشش کا کوئی سوال نہیں تھا، صرف ہلاکت اور موت ہی کا تحفہ مل سکتا تھا۔

دربار میں پہنچنے کے بعد طائی کو معلوم ہوا کہ آج کون سا دن ہے؟ اور اب کیا ہونے والا ہے؟ اس نے بادشاہ سے کہا:

''خدا بادشاہ کی عمر دراز کرے، میری ایک چھوٹی لڑکی ہے، بھوکی بیوی ہے گھر میں سوا فقر و فاقہ کے عسرت و فلاکت کے کچھ نہیں ہے، قسمت کی خوبی، کہ میں بادشاہ کے دربار میں اس دن پہنچا جب قسمت مخالف ہوتی ہے، اور موت رفاقت پر کمر بستہ ہوتی ہے۔ میں بادشاہ کا اصول توڑنا نہیں چاہتا، صرف اتنی رعایت چاہتا ہوں کہ میں اپنے بال بچوں کے پاس چلا جاؤں اور جو تھوڑی سی پونجی میرے پاس ہے یہ انہیں سونپ آؤں، اور قبیلہ کے اہلِ خیر کی

Marfat.com

خدمت میں عرض کردوں کہ وہ ان بے سہارا اور تباہ حال لوگوں کا خیال رکھیں، میں خدا کو حاضر ناظر جان کر عہد کرتا ہوں کہ میں شام تک وصیت کر کے اور اپنے فرائض ادا کر کے واپس آجاؤں گا اور اپنے آپ کو پیش کردوں گا، کہ بادشاہ جو سلوک چاہے میرے ساتھ روا رکھے، اور میں جانتا ہوں وہ قتل کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا"۔

زندگی میں پہلی مرتبہ طائی کے الفاظ نے نعمان کے دل پر دستک دی، اور وہ کسی حد تک متاثر ہوا، اسے یقین ہو گیا، یہ جو کچھ کہہ رہا ہے بالکل صحیح ہے، اس میں کذب و دروغ کا عنصر شامل نہیں ہے، اس نے کہا:

"میں تمہیں جانے کی عارضی اجازت دے سکتا ہوں۔ لیکن صرف اس صورت میں کہ کوئی تمہارا ضامن بنے اور یاد رکھو، اگر تم وقت مقررہ پر واپس نہ آئے تو تمہارے بجائے تمہارا ضامن قتل کیا جائے گا۔

نعمان کا ندیم، شریک بن عدی سامنے بیٹھا تھا، طائی اس کی طرف مخاطب ہوا، اور التجا بھری نظروں سے اسے دیکھ کر کہا:

"اے شریک میں موت سے نہیں ڈرتا، لیکن مجھے اپنے چھوٹے بچوں کا خیال ضرور ہے، وہ بھوک اور انتظار کے عالم میں بیٹھے ہیں، تم شریف اور معزز ہو، میں وعدہ کرتا ہوں کہ شام تک واپس آجاؤں گا کیا تو میری ضمانت کرے گا؟"

شریک نے نعمان سے کہا:

"اے بادشاہ میں طائی کی ضمانت کرتا ہوں"۔

اس ضمانت کے بعد طائی چلا گیا۔

جب دوپہر ہوئی تو نعمان بن منذر نے شریک سے کہا:

"طائی اب تک نہیں آیا"۔

شریک نے کہا:

"وہ شام تک آنے کا وعدہ کر گیا ہے۔ اگر شام تک نہ آئے تو میں اس کے بجائے حاضر ہوں"۔

Marfat.com

جب شام قریب ہوئی، نعمان نے کہا:

''اب تم قتل کیلئے تیار ہو جاؤ''۔

شریک نے کہا:

''میں تیار ہوں...... لیکن وہ دیکھئے گرد اڑ رہی ہے، معلوم ہوتا ہے کوئی آ رہا ہے ذرا دیر انتظار کر لیجئے، میرا خیال ہے وہ طائی ہے''۔

نعمان ٹھہر گیا، اور تھوڑی دیر میں واقعی، طائی ہانپتا، کانپتا پہنچ گیا، اس نے کہا:

''مجھے اندیشہ تھا کہ کہیں میرے پہنچنے سے پہلے شام نہ ہو جائے اس لئے میں افتاں و خیزاں آیا ہوں''۔

پھر وہ بادشاہ کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا اور کہا:

''اے بادشاہ اپنے حکم کو نافذ کرو''۔

نعمان نے گردن اٹھائی اور کہا:

''خدا کی قسم میں نے تم دونوں سے زیادہ عجیب آدمی کوئی نہیں دیکھا، اور اے طائی تو نے وفاء عہد میں وہ مقام حاصل کر لیا ہے کہ کوئی بھی تجھ تک نہیں پہنچ سکتا اور یہ فخر تیرے لئے کافی ہے۔ اور اے شریک تو نے شرافتِ نفس اور ایثار کی حد کر دی، اور کرم و ایثار کا جب بھی ذکر ہو گا تیرا نام ضرور لیا جائے گا...... اور میں اس واقعہ کے طفیل آج سے اپنا یوم غضب منسوخ کرتا ہوں، اب کبھی بھی یہ دن نہیں آئے گا......''۔

طائی نے کہا: ''بے وفا وہی ہوتا ہے، جو لا مذہب ہو''۔

نعمان نے اسے بہت سا انعام دیا اور رخصت کر دیا۔ (عقد الفرید)

☆......☆......☆

مامون اور عبداللہ بن طاہر

خلیفہ مامون نے عبداللہ بن طاہر بن حسین کو مصر و شام کا گورنر مقرر کیا، ایک روز مامون کے بعض حاشیہ نشینوں نے عرض کیا:

Marfat.com

''یا امیر المومنین آپ نے عبداللہ بن طاہر کو اتنا بڑا منصب سونپ دیا ہے، حالانکہ وہ حضرت علیؓ سے عقیدت رکھتا ہے اور علویہ کی طرف راغب ہے اور صرف یہی نہیں، بلکہ اس کا باپ بھی ایسا ہی تھا، وہ علی کا عقیدت مند اور علویوں کا جان نثار تھا''۔

یہ باتیں سن کر مامون خاموش ہو گیا، لیکن دل میں یہ کانٹا کھٹکتا رہا، پھر اس نے الگ جا کر ایک آدمی کو بلایا اور اسے درویشوں کا لباس پہنایا، پھر اسے عبداللہ بن طاہر کے پاس جانے کی ہدایت کی اور کہا:

تم مصر جاؤ، وہاں پوشیدہ طور پر، یعنی اپنے آپ کو ظاہر کئے بغیر لوگوں میں قاسم بن محمد بن طباطبا علوی کا پروپیگنڈہ کرو خوب خوب انؓ کے مناقب بیان کرو۔ پھر اس کے بعد عبداللہ بن طاہر کے جو معتمد لوگ ہوں ان سے ملو، اس کے بعد خود عبداللہ بن طاہر سے ملاقات کرو، اور اسے دعوت دو کہ وہ قاسم بن محمد علوی کی جماعت میں شریک ہو جائے اس طرح تمہیں اس کے باطن کا صحیح صحیح اندازہ ہو جائے گا۔ جب تمہیں اس کی نیت کا پورا پورا پتہ چل جائے، تب میرے پاس آؤ اور سارا ماجرا کہہ سناؤ''۔

اس آدمی نے مامون کی ہدایات پر پورا پورا عمل کیا۔ مصر پہنچا اور اسی کام میں منہمک ہو گیا، جو مامون نے بتایا تھا، ایک روز اس نے تحریر لکھ کر عبداللہ کو بھیجی، جب لوگ چلے گئے، حاجب اسکے پاس آیا اور اسے عبداللہ کے پاس لے گیا، وہ خاموشی اور وقار کے ساتھ جگہ اپنی بیٹھا ہوا تھا اور اس وقت بالکل تنہا تھا، کوئی بھی اس کے پاس نہیں تھا۔

عبداللہ نے کہا:

''کہو کیا کہنا چاہتے ہو؟ کیا مقصد لے کر یہاں آئے ہو؟''

وہ بولا: ''سب سے پہلے جان کی امان چاہتا ہوں''۔

عبداللہ نے کہا: ''وہ دی گئی''۔

پھر اس شخص نے عبداللہ کو قاسم کی جماعت میں شرکت کی دعوت دی، اور بڑی فصاحت و بلاغت اور جوش وخروش سے اپنا کردار ادا کیا۔

عبداللہ نے کہا: ''کہہ چکے ہو تم جو کچھ کہنا تھا؟''

Marfat.com

وہ بولا: ''جی ہاں کہہ چکا''۔

عبداللہ نے کہا: ''انسان پر کیا یہ لازم نہیں ہے کہ وہ اپنے محسن کا شکر ادا کرے؟''

وہ بولا: ''ضرور ہے''۔

عبداللہ گویا ہوا: ''تم میرے پاس اپنا پیام لے کر آئے ہو، اور دیکھ رہے ہو، کہ مشرق پر، مغرب پر، اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے، میرا سکہ چل رہا ہے، میرا حکم مانا جاتا ہے، میرے قول کے آگے سر جھکتے ہیں۔ میں جب اپنے آپ کو دیکھتا ہوں، تو اپنے آپ کو مامون کی نعمتوں اور احسانوں سے گھرا ہوا پاتا ہوں''۔

''تم مجھے کفرانِ نعمت کی دعوت دینے آئے ہو؟ تم چاہتے ہو کہ میں وفا کا راستہ ترک کر دوں، اور مکر و فریب کی منزل کی طرف چل کھڑا ہوں؟ خدا کی قسم اگر تم اس شرط پر مجھے جنت کی بھی دعوت دو کہ میں اپنے محسن مربی اور آقا کے ساتھ عذر و بے وفائی کا ارتکاب کروں تو مجھے جنت بھی اپنی وفا اور شکر نعمت کے مقابلہ میں قبول نہیں ہے، میں ہرگز مامون کی بیعت نہیں توڑ سکتا، نہ اس سے بے وفائی کر سکتا ہوں''۔

وہ آدمی خاموشی سے عبداللہ کی یہ ساری باتیں سنتا رہا۔ اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔

پھر عبداللہ نے کہا:

''مجھے اندیشہ ہے تمہاری جان ضائع نہ ہو جائے بہتر یہ ہے کہ تم اس شہر کو فوراً چھوڑ دو''۔

عبداللہ کا باطن دیکھ کر اس کی ''نیت'' پرکھ کر وہ شخص سیدھا مامون کے پاس پہنچا اور سارا ماجرا اسے سچ سچ کہہ سنایا۔

مامون یہ باتیں سن کر بہت خوش ہوا، اس نے عبداللہ کو انعام و اکرام سے مالا مال کر دیا، اور اسے پہلے سے کہیں زیادہ اپنا امین اور معتمد بنا لیا۔ (عقد الفرید)

☆......☆......☆

کافور کی وفاداری

ابوالفتح منطقی کا بیان ہے:

Marfat.com

ہم لوگ کافور اخشیدی کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، وہ مصر وشام کا فرماں روائے معلیٰ تھا، اس کی ہیبت و دبدبہ سے رعایا کانپتی تھی، اس کی عظمت اور جلال سے معاصرین کے دل معمور تھے، وہ جو چاہتا تھا، کرتا تھا، اس کے ہاتھ میں حکومت اور سطوت تھی وہ علو قدر کا مالک تھا، اس کے نام کا ڈنکا چار دانگ عالم میں بج رہا تھا، ہر شہر اور ہر ملک میں اس کے نام اور کام کا چرچا تھا، ہم لوگ اس کے پاس بیٹھے تھے، اس اثناء میں دستر خوان بچھا اور کھانا چنا گیا، کھانے سے فراغت کے بعد ہم لوگ سو گئے، کافور بھی الگ جا کر سو گیا، جب وہ خواب استراحت سے بیدار ہوا اس نے ہمیں طلب کیا اور ہم میں سے بعض نے کہا:

''تم فلاں محلہ میں جاؤ، وہاں ایک بوڑھا منجم رہتا تھا، اگر وہ زندہ ہے تو اسے فوراً حاضر کرو، اور اگر وہ مر چکا ہے تو اس کے مال اور اولاد کا پتہ چلاؤ، اور حالات معلوم کرو''۔

ہم کافور کے بتائے ہوئے محلہ میں گئے اور بوڑھے منجم کے بارے میں دریافت کیا۔ تحقیق کے بعد معلوم اس کا انتقال ہو چکا ہے اس کے پس ماندگان میں دو لڑکیاں ہیں، ان میں سے ایک کی شادی ہو چکی ہے اور دوسری ابھی کنواری ہے اور دوشیزگی کے عالم میں ہے، ہم کافور کے پاس واپس آئے اور یہ سارا واقعہ بے کم وکاست بیان کر دیا۔

یہ سن کر کافور نے ان دونوں کیلئے ایک ایک عمدہ مکان خرید ا اعلیٰ اعلیٰ درجہ کے کپڑے بنوائے، بہت سا سونا دیا، اور پھر چھوٹی لڑکی کی شادی کر دی، اور دونوں بہنوں کا وظیفہ بھی مقرر کر دیا، اس واقعہ کے بعد یہ مشہور ہو گیا، کہ یہ دونوں بہنیں کافور کی رشتہ دار ہیں، اسی لئے وہ ان کا اتنا زیادہ خیال رکھتا ہے۔

جب وہ یہ سب کچھ کر چکا تو ایک روز ہنستے ہوئے اس نے ہم سے پوچھا:

''جانتے ہو یہ سب کچھ میں نے کیوں کیا؟''

ہم نے کہا: ''ہمیں کیا معلوم''۔

کافور نے کہا: ''ایک روز میں ان لڑکیوں کے باپ یعنی اس بوڑھے منجم کے پاس سے گزرا میں اس زمانہ میں ابن عباس کا غلام تھا، منجم نے مجھے دیکھا اور کہا:

''آؤ میاں ذرا بیٹھو ہمارے پاس''۔

Marfat.com

میں بیٹھ گیا، منجم نے کہا:

''تم بہت جلد ایک بہت بڑے آدمی بن جاؤ گے''۔

پھر اس نے مجھ سے کہا:

''کچھ مجھے دو''۔

میرے پاس صرف دو درہم تھے وہ میں نے اس کی طرف پھینک دیئے اور بولا۔

وہ بولا: ''میں اتنی بڑی خوشخبری تجھے دے رہا ہوں، اور تو صرف دو درہموں میں مجھے ٹرخا رہا ہے''۔

پھر وہ کہنے لگا:

''اب میں اپنی خوشخبری میں اور اضافہ کرتا ہوں......''

''خدا کی قسم تو اس ملک کا بادشاہ بنے گا، جب تو بادشاہ بنے تو میری بات یاد رکھنا، مجھے بھول نہ جانا''۔

میں نے جواب دیا: ''ایسا نہیں ہوگا''۔

وہ کہنے لگا: ''مجھ سے عہد کرو''۔

''میں نے اس سے عہد کرلیا اور اس نے وہ میرے دیئے ہوئے دو درہم مجھے واپس کردیئے''۔

پھر میں دنیا کے دوسرے کاموں میں مصروف و مشغول ہوگیا، امور و اموال کا ایک سلسلہ تھا، جس سے مجھے سابقہ پڑ رہا تھا، آخر کار وہ زمانہ آیا کہ میں واقعی بادشاہ بن گیا، لیکن اس ساری مدت میں وہ بوڑھا منجم ایک مرتبہ بھی مجھے یاد نہیں آیا میں اسے بھول گیا تھا''۔

آج کھانا کھانے کے بعد جب میں سویا، تو خواب میں دیکھتا کیا ہوں بڑے میاں تشریف لائے ہیں اور فرما رہے ہیں:

''وہ تیرا عہد کہاں ہے، کچھ یاد ہے تو نے مجھ سے کیا عہد کیا تھا؟ تو نے کچھ وعدے کئے تھے؟ کیا انہیں پورا کیا؟ دیکھ دھوکا نہ کر، ورنہ تجھ سے بھی دھوکا کیا جائے گا''۔ یہ سن کر میری آنکھ کھل گئی اور پھر میں نے بیدار ہو کر جو کچھ کیا وہ تمہیں معلوم ہی ہے''۔

یہ سارا قصہ اتنا مشہور ہوا کہ مصر کے بچہ بچہ کی زبان پر چڑھ گیا، جو بھی سنتا تھا وہ کافور کے ایفائے عہد پر عش عش کر اٹھتا تھا۔ (عقد الفرید)

☆......☆......☆

اولاد کی قربانی

جب عربوں کا جھنڈا، اندلس کی سرزمین پر لہرا رہا تھا، ہسپانیہ کے ایک بہادر سے ایک عرب نوجوان کی مڈبھیڑ ہوگئی، اتفاق کی بات ہسپانوی بہادر کا داؤ چل گیا، اور عرب نوجوان اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھا۔

اب ہسپانوی (اندلسی) بہادر کو ہراس پیدا ہوا کہ انجام قتل کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا، ایک عرب کا خون بالا بالا نہیں جا سکتا، یہ سوچ کر وہ بھاگ کھڑا ہوا حالانکہ دہشت اور خوف کے مارے اس کے پاؤں من من بھر کے ہو رہے تھے، پھر بھی جدھر منہ اٹھ گیا، وہ افتاں وخیزاں چل نکلا۔

آخر بھاگتے بھاگتے وہ ایک باغ کے دروازے پر پہنچا، بغیر کچھ سوچے سمجھے اندر داخل ہو گیا، دیکھتا کیا ہے، ایک بوڑھا عرب جس کے چہرہ سے رعب وجلال آشکارا تھا بیٹھا ہوا ہے، ہسپانوی شخص جاتے ہی اس کے قدموں پر گر پڑا اور کہا:

''میں نے ایک عرب نوجوان کا خون کیا ہے، میں آپ کے دامن میں پناہ لینے کیلئے آیا ہوں''۔

بوڑھے عرب سے اس کی سراسیمگی اور دہشت کا منظر دیکھا نہ گیا اس نے کہا:

''تم بالکل نہ ڈرو، میں تمہیں پناہ دیتا ہوں''۔

پھر بوڑھے عرب نے ہسپانوی نوجوان کو باغ کے ایک گوشہ میں ایک کمرہ کے اندر پہنچا کر کہا:

''تم یہاں بالکل بے فکر ہو کر آرام کرو، یہاں تمہارا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا، کوئی تم تک نہیں پہنچ سکتا''۔

وہ ہسپانوی مطمئن ہو گیا۔

Marfat.com

تھوڑی ہی دیر کے بعد ہسپانوی نے شور وغل کی آواز سنی، دیکھتا کیا ہے کچھ لوگ ایک نوجوان مقتول کی لاش لئے آرہے ہیں، بوڑھے عرب نے یہ لاش دیکھی اور چیخ پڑا۔

''ہائے میرے بیٹے''۔

لوگوں نے بتایا: اسے ایک اندلسی (ہسپانوی) نوجوان نے قتل کیا ہے، جو قتل کرتے ہی بھاگ کھڑا ہوا، اس کی تلاش کی بہت کوشش کی گئی، لیکن وہ کسی طرح دستیاب نہ ہوسکا، پھر چند لوگوں نے بوڑھے عرب سے کہا:

''ہم قاتل کا سراغ لگا کر رہیں گے، اور اس سے ضرور انتقام لیں گے''۔

ہسپانوی یہ سن کر بید لرزاں کی طرح کانپنے لگا۔

اب بوڑھے عرب کو اصل حقیقت معلوم ہوئی اور وہ سمجھ گیا اس کے بیٹے کا قاتل یہی ہسپانوی نوجوان ہے، یہ سوچ کر اس کا خون کھولنے لگا، لیکن اس نے اپنے دل کو سنبھالا۔

جب آدھی رات گزر گئی، اور سب لوگ سو گئے تو وہ ہسپانوی نوجوان کے کمرہ میں داخل ہوا جس کے مارے دہشت اور خوف کے جان پر بنی ہوئی تھی، موت اس کے سامنے نظر آرہی تھی۔

لیکن بوڑھے عرب نے اس کا خوف دور کیا اور اسے تسلی دیتے ہوئے کہا:

''تم میری پناہ میں ہو، میں نے تمہیں امن دیا ہے، اگر چہ تم میرے بیٹے کے قاتل ہو، لیکن میں عہد نہیں توڑوں گا، موقع سے فائدہ اٹھاؤ، رات کی اس تاریکی اور خاموشی مین چپکے سے نکل جاؤ، میں تم سے انتقام لینا نہیں چاہتا، اپنا معاملہ خدا کو سونپتا ہوں''۔

یہ کہہ کر بوڑھے نے ہسپانوی نوجوان کو کچھ زادِراہ بھی دیا اور کہا:

''جاؤ، چلے جاؤ''۔

اور پھر وہ چلا گیا۔

☆......☆......☆

Marfat.com

حِلم وبردباری

امیر معاویہ کا حلم

امیر معاویہ کی ذاتی جاگیر کی سرحد حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی زمین سے ملتی تھی، جہاں امیر کے غلام رہتے تھے، ان غلاموں نے عبداللہ بن زبیرؓ کی زمین کا کچھ حصہ دبالیا، چنانچہ انہوں نے امیر معاویہ کو لکھا:

''اے معاویہ، تیرے غلام میری زمین میں داخل ہو گئے، انہیں اس حرکت سے باز رکھ، ورنہ پھر جو چاہوں گا میں کروں گا، جو چاہے تو کیجئو''۔

معاویہ نے اس بارے میں اپنے بیٹے یزید سے مشورہ کیا، یزید نے کہا:

''بابا جان، فوراً فوج بھیج دیجئے، وہ عبداللہ کا سر لاکر آپ کے سامنے ڈالدینگے''۔

معاویہ نے کہا: ''نہیں یہ نامناسب بات ہے''۔

پھر امیر معاویہؓ نے عبداللہ بن زبیرؓ کو ایک خط لکھا، جس میں ان کی خوب تعریف و توصیف کی، ان کیلئے مدح اور عظمت کے الفاظ استعمال کئے اور زیادہ سے زیادہ نیازمندی اور انکساری کا مظاہرہ کیا۔

اس خط کے جواب میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے بھی ملاطفت کا جواب لکھا، اور اپنے دعوے سے معاویہ کے حسنِ اخلاق کے باعث دستبردار ہو گئے، اور دل صاف کرلیا۔

امیر معاویہ کو یہ خط ملا تو وہ اسے پڑھ کر بہت زیادہ مسرور ہوئے، انہوں نے یزید کو طلب کیا، اسے خط پڑھنے کیلئے دیا، جب وہ پڑھ چکا تو کہا:

''اے بیٹے! یاد رکھ...... جس نے معاف کیا، اسے سرداری ملی، جس نے حلم اور بردباری سے کام لیا، عظمت اور سرفرازی اس کی دمساز ہوئی، جس نے سرکشی کی اور اس کے ساتھ

Marfat.com

استمالتِ قلوب سے کام لیا گیا تو اس کی سرکشی اطاعت سے بدل گئی''۔

یزید سے پھر مخاطب ہو کر امیر معاویہ نے کہا:

''اگر زندگی میں تجھے اس طرح کی صورتِ حال سے کبھی دو چار ہونا پڑے، تو ہمیشہ مرض کے علاج میں یہی نسخہ استعمال کر جو میں نے استعمال کیا ہے اور جس سے فائدہ بھی اٹھایا ہے''۔

☆......☆......☆

حضرت زین العابدین کا عفو و احسان

حضرت امام حسین علیہ السلام کے صاحبزادے حضرت امام زین العابدینؓ ایک مرتبہ مسجد کی طرف تشریف لے جا رہے تھے، اتنے میں ایک آدمی سے آمنا سامنا ہوا اور وہ گالیاں بکنے لگا، حضرت کے ساتھ جو خدّام تھے انہوں نے چاہا کہ اس آدمی کو پکڑ کر خوب ماریں پیٹیں اور ایذا پہنچائیں تاکہ اس کا دماغ درست ہو جائے لیکن حضرت امام نے اس کی اس حرکت کو معاف فرمایا اور اس شخص سے مخاطب ہو کر جس نے گالیاں دی تھیں کہا:

''اے شخص! جو کچھ تو نے کہا، میں اس سے کہیں زیادہ برا ہوں میں اپنے عیوب کو تجھ سے زیادہ جانتا ہوں، اگر تو نہ جانتا ہو تو وہ بھی سنا دوں؟......

یہ سن کر اس آدمی کا سر فرطِ خجالت سے جھک گیا۔

پھر حضرت امام نے اسے اپنا پیراہن عطا فرمایا، اور ایک ہزار درہم دیئے۔ وہ آدمی یہ کہتا ہوا چلا گیا۔

میں گواہی دیتا ہوں یہ نوجوان ابن رسول اللہ ہے''۔ (التبر المسبوک)

☆......☆......☆

ہارون رشید کی بردباری

ایک مرتبہ خلیفہ ہارون رشید بیت الحرام میں داخل ہوا، اور طواف کعبہ میں مشغول ہو گیا، اس سے پیشتر جو دوسرے لوگ طواف کر رہے تھے، انہیں طواف سے روک کر وہاں سے ہٹا دیا

گیا تھا، تا کہ خلیفہ تن تنہا طواف کر سکے۔

اتنے میں ایک اعرابی آگے بڑھا اور خلیفہ کے ساتھ ساتھ وہ بھی طواف کرنے لگا، یہ حرکت دیکھ کر امیر المؤمنین کو غصہ آگیا، انہوں نے خشمناک نگاہوں سے اپنے حاجب کی طرف دیکھا تا کہ وہ اس آدمی کو وہاں سے ہٹا دے اور خلیفہ تنہا طواف کر سکے، حاجب اعرابی کو ہٹانے کیلئے آگے بڑھا، اعرابی نے کہا:

''اس مکان میں نہ کوئی بادشاہ ہے، نہ گدا، سب برابر ہیں''۔

ہارون نے یہ سن کر حاجب کو روک دیا، اور وہ اعرابی خلیفہ کے ساتھ اطمینان سے طواف کرتا رہا۔

طواف سے فراغت کے بعد خلیفہ نے حاجب کو حکم دیا کہ اعرابی کو بلا لائے اعرابی نے حاجب سے کہا:

''مجھے خلیفہ کے پاس جانے کی کوئی ضرورت نہیں، اگر وہ مجھ سے ملنا چاہتا ہے تو اسے خود میرے پاس آنا چاہیے''۔

حاجب نے یہ الفاظ خلیفہ کے سامنے جا کر دہرا دیئے خلیفہ نے کہا:

''اس نے سچ کہا، ہم خود اس کے پاس چلے جائیں گے''۔

یہ کہہ کر خلیفہ اٹھ کھڑا ہوا، اعرابی کے پاس پہنچا اور کہا:

''اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ''.

وہ بولا: ''وَعَلَیْکَ السَّلَامُ''.

خلیفہ نے کہا: یَا اَخَا الْعَرَبْ، کیا میں تمہارے پاس بیٹھ جاؤں؟''

اعرابی نے جواب دیا:

''یہ میرا گھر نہیں ہے، یہ خدا کا گھر ہے، اور یہاں ہم میں ہر ایک شخص برابر ہے کوئی کسی پر فوقیت نہیں رکھتا''۔

پھر خلیفہ اعرابی کے پاس بیٹھ گیا، اور اس سے ادھر ادھر کی باتیں کرتا رہا، پھر اس نے حکم دیا کہ اسے دس ہزار درہم دیئے جائیں۔

اعرابی نے یہ رقم قبول کرنے سے صاف انکار کر دیا۔

Marfat.com

پھر خلیفہ نے اعرابی کا نام ونسب دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ آپ سیّدنا موسیٰ رضاؒ بن جعفر صادق بن محمد بن علی، بن حسین بن علیؓ بن ابی طالب رضی اللہ عنہم اجمعین ہیں۔ فرطِ عقیدت سے اس نے گردن جھکالی۔

☆......☆......☆

سیّد الاخلاق

ایک مرتبہ حضرت امام حسینؓ اور ان کے سوتیلے بھائی حضرت محمد بن حنفیہ کے مابین کسی بات پر جھگڑا ہو گیا، دونوں ایک دوسرے سے غصہ کی حالت میں جدا ہو گئے جب محمد بن حنفیہ اپنے گھر پہنچے تو انہوں نے حضرت امام حسینؓ کو حسبِ ذیل خط لکھا:

"آپ ایسے شرف کے مالک ہیں، جس تک میں نہیں پہنچ سکتا آپ ایسے فضل کے حامل ہیں جو میری پہنچ سے باہر ہے، ہم دونوں کے والد حضرت علیؓ تھے، اس حد تک نہ مجھے آپ پر فضیلت ہے، نہ آپ کو مجھ پر، لیکن آپ کی ماں حضرت فاطمہؓ بنت رسول اللہ ﷺ تھیں اگر ساری دنیا کی عورتیں جمع ہو جائیں تو بھی وہ آپ کی والدۂ محترمہ کی ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتیں (لہٰذا اس اعتبار سے آپ کو ہر طرح مجھ پر فضیلت اور برتری حاصل ہے) آپ جیسے ہی میرا یہ رقعہ پڑھیں، فوراً اپنی چادر مبارک اوڑھیئے اور نعلین شریفین پہنتے، یہاں تشریف لایئے اور مجھے منایئے......

دیکھئے خبردار، کہیں ایسا نہ ہو کہ میں آپ پر سبقت لے جاؤں (آپ کو منانے کیلئے حاضر ہونے میں پہل اور ابتداء میں کروں، اگر ایسا ہوا تو اس صورت میں) وہ فضل میرے حصہ میں آجائے گا، جس کے آپ صرف آپ ہی حقدار اور مستحسن ہیں......والسلام"۔

یہ خط پڑھتے ہی حضرت امام عالی مقام اٹھے، چادر اوڑھی، جوتا پہنا اور سیدھے محمد بن حنفیہ کے گھر پہنچے، اور حضرت محمد بن حنفیہ تو منتظر ہی بیٹھے تھے، وہ بڑھ کر گرم جوشی سے ملے،

Marfat.com

اور حضرت امامؑ نے انہیں منالیا۔

اور اس طرح وہ تنازعہ جو خاندان علیؓ بن ابی طالب میں پیدا ہو گیا تھا، آناً فاناً رفع ہو گیا۔

☆......☆......☆

صبرِ ایوبی

حضرت ایوب علیہ السلام کی بیماری جب بہت بڑھ گئی تو آپ کی بیوی نے کہا:

''کیا آپ نے خدا سے دعا نہیں کی تھی کہ وہ آپ کو شفا دے؟''

آپ نے فرمایا: ''ہاں کی تھی''۔

وہ بی بی کہنے لگیں: ''لیکن آپ کی بیماری تو پہلے کے مقابلہ میں کچھ اور بڑھ گئی ہے''۔

حضرت نے فرمایا: ''کم بخت''......ہم برس ہا برس تک آرام و آسائش راحت و عافیت کی زندگی بسر کرتے رہے، پھر اگر ہم پر مصیبت آپڑی ہے تو اسے صبر و شکر سے برداشت نہ کریں؟''

☆......☆......☆

نوشیرواں اور بزرجمہر

روایت ہے کہ:

نوشیرواں اپنے وزیر بزرجمہر سے کسی بات پر خفا ہو گیا، ایک تنگ و تاریک کوٹھڑی میں اسے قید کر دیا اور حکم دے دیا کہ اسے ہتھکڑی اور بیڑی میں جکڑ دیا جائے اور روزانہ صرف دو لقمے روٹی کے اور دو گھونٹ پانی کے دیئے جائیں۔

کئی مہینے اسی طرح گزر گئے، مگر بزرجمہر حرفِ شکایت بھی زبان پر نہ لایا، یہ رنگ دیکھ کر ایک روز نوشیرواں نے بزرجمہر کے بعض ساتھیوں کو حکم دیا:

''تم اس کے پاس جاؤ، اس سے اس کا حال دریافت کرو، پھر میرے پاس آ کر پوری پوری کیفیت بیان کرو''۔

چنانچہ بزرجمہر کے بعض دوست اس کے پاس گئے، لیکن خلاف امید دیکھتے کیا ہیں وہ

بہت ہشاش بشاش، خوش اور مطمئن ہے، انہوں نے اس سے کہا:

"اے مردِ حکیم!.....تو اس تنگ و تارک مقام میں رہتا ہے، دکھ اور مصیبت کی زندگی بسر کرتا ہے، پھر بھی تیرہ چہرہ خوشی سے دمک رہا ہے تیری صحت برباد نہیں ہوئی ایسا معلوم ہوتا ہے تو کسی تغیر سے آشنا نہیں ہوا۔ بلکہ سراسر عیش و نعیم سرور و نشاط اور مسرّت و انبساط کی زندگی بسر کر رہا ہے آخر یہ کیا ماجرا ہے؟"

بزرجمہر یہ سب باتیں سنتا رہا، پھر اس نے اپنے دوستوں سے کہا:

"میں نے صبر کی ایک دوا تیار کی ہے جو پانچ اجزاء سے مرکب ہے، ہر روز ان میں سے ایک چیز میں استعمال کرتا رہتا ہوں یہی وجہ ہے کہ تم مجھے اس حال میں دیکھ رہے ہو"۔

دوستوں نے کہا: "تو وہ نسخہ ہمیں بھی بتایئے کہ اگر کوئی وقت پڑے تو ہم بھی اسے استعمال کریں"۔

بزرجمہر نے کہا: "لو سنو!"۔

۱.....پہلی چیز تو ہے اللہ پر غیر متزلزل اعتماد۔

۲.....دوسری چیز ہے، صبرِ کامل۔

۳.....تیسری چیز ہے، جزع فزع سے اجتناب!

۴..... چوتھی چیز ہے، یہ خیال کہ جس حالت میں ہوں اس سے بری حالت بھی تو پیش آ سکتی ہے، وہ نہیں پیش آئی، لہٰذا موجودہ حالت لائقِ شکر ہے۔ نہ کہ لائق شکایت۔

۵.....جو لمحہ گزرتا ہے وہ دورِ ابتلاء کو بہر حال کم ہی کرنے والا ہوتا ہے!

جب نوشیرواں نے یہ باتیں سنیں تو بزرجمہر کو آزاد کر کے اس کی خاطر داشت پہلے سے زیادہ کرنے لگا، اور اس کے منصب پر پھر اسے بحال کر دیا۔

☆.....☆.....☆

عبدالملک اور حجاج بن یوسف

خلیفہ عبدالملک بن مردان نے مسجدِ اقصیٰ کا ایک دروازہ تعمیر کرایا، حجاج بن یوسف نے

Marfat.com

اس کے سامنے ایک دوسرا لب ازراہِ عقیدت تعمیر کرایا۔

ایک مرتبہ بجلی گری اور اس نے عبدالملک کے بنائے ہوئے دروازہ کو جلا کر خاکستر کر دیا لیکن حجاج بن یوسف کا بنوایا ہوا دروازہ بالکل صحیح سلامت رہا اسے آنچ بھی نہ آئی، یہ بات عبدالملک کو گراں گزری، حجاج نے اسے اک مراسلہ بھیجا، جس میں تحریر تھا:

''ہم دونوں ابنِ آدم (ہابیل قابیل) کی طرح ہیں کہ ایک کی قربانی قبول ہوگئی، دوسرے کی نا قبول''۔

یہ پڑھ کر عبدالملک کا صدمہ جاتا رہا، وہ خوش ہوگیا اور اس نے محسوس کیا کہ صبر نے اسے اچھا پھل دیا ہے۔

☆......☆......☆

Marfat.com

عدل وانصاف کے واقعات

حضرت عمرؓ اور قیصر روم کا سفیر

قیصر روم نے اپنا ایک سفیر حجاز بھیجا، تا کہ وہ حضرت عمرؓ کے حالات وکوائف سے اسے مطلع کرے، جب وہ مدینہ پہنچا، تو لوگوں سے پوچھا:

''تمہارا بادشاہ کہاں ہے؟''

لوگوں نے جواب دیا:

''ہمارا کوئی بادشاہ نہیں...... ہاں سردار ضرور ہے، لیکن اس وقت وہ مدینہ کے باہر مضافات میں کہیں گیا ہوا ہے''۔

سفیر حضرت عمرؓ کو تلاش کرتا ہوا، شہر کے باہر نکل گیا، ایک جگہ اس نے دیکھا، کہ حضرت عمرؓ زمین پر دھوپ میں سو رہے ہیں، ان کے جسم کے نیچے گرم ریت ہے، چادر کا تکیہ بنا رکھا ہے، پیشانی سے پسینہ کے قطرے ٹپک رہے ہیں، جو ریت میں گر کر جذب ہو رہے ہیں۔

سفیر نے حضرت عمرؓ کو اس حالت میں دیکھا، تو اس پر دہشت طاری ہو گئی، اس نے کہا:

''ایسا شخص جس کی ہیبت سے دوسرے ملوک کانپتے ہیں۔

اس حالت میں لیکن اے عمرؓ تو عدل کرتا ہے لہٰذا بے فکروں کی نیند سوتا ہے، ہمارے بادشاہ جور و جبر کرتے ہیں، لہٰذا ان کی نیند فکر اور پریشانی سے اڑی رہتی ہے''۔

☆......☆......☆

حضرت عمرؓ کا انصاف

عبداللہ بن عباسؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ:

''ایک اندھیری رات میں حضرتِ عمر کے گھر کی طرف چلا، جب میں آدھے راستہ پر

پہنچا تو میں نے ایک اعرابی کو دیکھا، جس نے میرا دامن پکڑ کر کھینچا اور کہا:

''عباس میرے ساتھ آؤ''۔

میں نے اعرابی کو غور سے دیکھا، تو معلوم ہوا یہ تو امیر المؤمنین حضرت عمرؓ ہیں، وہ بھیس بدلے ہوئے تھے، میں ان کی طرف بڑھا سلام کیا اور کہا:

''یا امیر المؤمنین کہاں کا قصد ہے؟''

حضرت عمرؓ نے جواب دیا:

''آج اس تاریک رات میں ذرا قبائل عرب کے حالات و کوائف کا جائزہ لینا چاہتا ہوں''۔

''حضرت عمرؓ آگے آگے تھے، میں پیچھے پیچھے، وہ ایک ایک گھر اور ایک ایک خیمہ کا چکر کاٹ رہے تھے، یہاں تک کہ جائزہ تقریباً ختم ہو گیا اور ہم نے واپسی کا ارادہ کیا، اتنے میں ہم نے دیکھا کہ ایک خیمہ ہے اس میں ایک بوڑھی عورت بیٹھی ہے اور اس کے اردگرد بچے بھی بیٹھے ہوئے ہیں، سامنے چولہا جل رہا ہے اور اس پر ایک ہانڈی چڑھی ہوئی ہے، نیچے آگ بھڑک رہی ہے اور وہ بوڑھی عورت ان لڑکوں سے کہہ رہی ہے:

''بس ذرا دیر اور ابھی کھانا پکا جاتا ہے، پھر کھانا''۔

ہم وہاں بڑی دیر تک کھڑے رہے، حضرت عمرؓ کبھی بوڑھی عورت کو غور سے دیکھنے لگتے، کبھی بچوں کو، یہاں تک کہ بہت دیر گزر گئی، میں نے ان سے کہا:

''یا امیر المؤمنین آپ کیوں ٹھہر گئے، اب تشریف لے چلئے''۔

حضرت نے فرمایا: ''خدا کی قسم میں یہاں سے جنبش نہیں کروں گا، جب تک یہ بچے کھا پی کر شکم سیر نہ ہو لیں''۔

ہم لوگ ٹھہر گئے۔ بڑی دیر ہو گئی اور ہم برابر ٹھہرے رہے۔ لیکن کھانا اب تک نہ تیار ہوا اور بچے تھے کہ زور زور سے رو رہے تھے اور چیخ رہے تھے، بڑھیا برابر انہیں تسکین و تسلی دیتی تھی۔

''بس ذرا دیر اور ابھی تیار ہوا چاہتا ہے کھانا''۔

حضرت عمرؓ نے مجھ سے کہا: ''چلو ہم اس کے پاس چلیں''۔

یہ کہہ کر حضرت عمرؓ خیمہ کے اندر پہنچ گئے۔ میں بھی ان کے پیچھے پیچھے چلا''۔

Marfat.com

حضرت عمرؓ نے بڑھیا سے کہا: ''السلام علیک''

وہ بولی: ''وعلیک السلام''

حضرت عمرؓ: ''یہ بچے کیوں رو رہے ہیں؟''

بڑھیا: ''بھوک سے نڈھال ہو کر''۔

حضرت عمرؓ: ''ہانڈی میں جو کچھ ہے، وہ انہیں کھلا کیوں نہیں دیتیں؟''

بڑھیا: ''ہانڈی میں کیا ہے، بس چند کنکریاں کیا وہی کھلا دوں؟''

حضرت عمرؓ آگے بڑھے، انہوں نے ہانڈی کھول کر دیکھی تو کیا دیکھتے ہیں، پانی ابل رہا ہے اور کنکریاں پک رہی ہیں۔

وہ کہنے لگے: ''آخر اس سے مطلب؟''

بڑھیا بولی: ''بچوں کو بہلا رہی ہوں کہ ہانڈی میں کھانا ہے وہ پک جائے تو کھلاؤں، اسی طرح بہلاتی ہوں''۔

اتنی دیر میں بچے روتے بلکتے آخر کار سو گئے تھے۔

حضرت عمرؓ نے دریافت کیا: ''تمہاری یہ حالت کیوں ہے؟''

وہ بولی: ''کیوں نہ ہو؟...... نہ باپ نہ بھائی نہ شوہر اور نہ قرابت دار پھر مجھے پوچھے کون؟''

حضرت عمرؓ بولے: تم نے امیر المؤمنین عمر بن خطابؓ کی خدمت میں اپنے حالات کیوں نہیں پیش کیے؟ وہ ضرور تمہارے لئے بیت المال سے کچھ مقرر کر دیتے؟''

کہنے لگی: ''خدا عمرؓ کو غارت کرے، خدا کی قسم اس نے مجھ پر ظلم کیا''۔

یہ سن کر حضرت عمرؓ لرز گئے۔ بڑی ملائمت کے ساتھ کہا:

''عمرؓ نے تم پر کیا ظلم کیا؟''

وہ بولی: ''راعی کا فرض ہے کہ وہ رعایا کے حال سے باخبر رہے، نہ جانے اور کون میری طرح تنگدست، کثیر العیال اور بے یار و مددگار ہو اس کا فرض ہے کہ ایسے لوگوں کی خبر گیری کرے۔ بیت المال سے ان کیلئے بقدر ضرورت رقم مقرر کرے''۔

حضرت عمرؓ نے کہا: ''اچھا میں ابھی آیا''۔

Marfat.com

عباس کہتے ہیں:

یہ کہہ کر حضرت عمرؓ باہر نکل گئے، میں بھی ان کے ساتھ ساتھ چلا اب رات کا آخری ثلث باقی رہ گیا تھا، ہم چل رہے تھے، راستہ کے کتے ہم پر بھونک رہے تھے، یہاں تک کہ ہم بیت المال تک پہنچ گئے، حضرت نے خود اس کا دروازہ کھولا اور اکیلے اندر داخل ہو گئے، میں بھی ان کے ساتھ ساتھ اندر پہنچا،

اندر پہنچ کر حضرت نے ادھر ادھر نظر دوڑائی، پھر انہوں نے ایک بہت بڑی آٹے سے بھری ہوئی بوری اٹھائی پھر مجھے کہا:

''عباس اسے میرے کاندھے پر رکھ دے''۔

پھر فرمایا: ''تم یہ گھی کا برتن اٹھالو''۔

میں نے اس حکم کی بھی تعمیل کی۔

پھر حضرت نے دروازہ بند کیا، اور ہم پھر چل کھڑے ہوئے۔

آٹے کے ذرے آپ کی ڈاڑھی پر، آنکھوں پر، پیشانی پر گر رہے تھے، مگر آپ برابر چلے جا رہے تھے، وہ کافی تھک گئے تھے کیونکہ مسافت کافی طے کرنا تھی میں نے اب اس بوجھ کو اٹھانے کیلئے اپنے آپ کو پیش کیا میں نے عرض کیا:

''یا امیر المومنین میرے ماں باپ آپ پر قربان لائیے میں اٹھا کر لے چلوں اسے''۔

حضرت عمرؓ نے کہا:

''خدا کی قسم قیامت کے دن تم میرے جرائم اور ظلم کا بوجھ نہیں اٹھا سکو گے، اے عباسؓ جان لو ہے کے پہاڑ برابر بوجھ اٹھانا آسان ہے، لیکن ظلم کا بوجھ اٹھانا بہت مشکل ہے خواہ وہ ظلم چھوٹا ہو یا بڑا ہو، اور خاص طور پر اس بڑھیا کا، کنکریاں ابال کر اپنے بچوں کو بہلا رہی ہے۔ اللہ کے نزدیک کیا اس سے بھی بڑا کوئی ظلم ہو سکتا ہے؟ اے عباس جلدی کر، جلدی چل، ایسا نہ ہو جیسا بڑھیا نے کہا، روتے روتے بچے آپ ہی تھک کر سو جائیں گے، وہ سو چکے ہوں''۔

اب حضرت عمرؓ اور زیادہ تیز چلنے لگے، میں برابر ان کے ساتھ تھا، وہ تھک کے چور چور ہو چکے تھے کہ ہم بڑھیا کے خیمہ تک پہنچے، حضرت نے اپنے کاندھے سے آٹے کی بوری

Marfat.com

اتاری، میں نے گھی کا برتن سامنے رکھ دیا۔ حضرت عمرؓ آگے بڑھے، انہوں نے ہانڈی کے اندر جو کچھ تھا پھینک دیا اور گھی ڈالا، پھر آٹا گوندھنے لگے، چولہے پر جو مدگئی تو آگ بجھ رہی تھی، آپؓ نے بڑھیا سے پوچھا:

''کیا تمہارے پاس لکڑیاں ہیں؟''

وہ بولی: ''ہاں بیٹے ہیں وہ رہیں،

حضرت اٹھے اور لکڑیاں لے آئے، لیکن یہ گیلی تھیں، ہانڈی چولہے پر رکھ کر منہ نیچا کیا اور پھونکنے لگے تاکہ لکڑیاں آگ پکڑ لیں، خدا کی قسم میں نے دیکھا چولہے سے نکلتا ہوا دھواں حضرت کی ڈھاڑھی کے اندر سے ہو کر نکل رہا تھا۔ آخر بڑی دیر کے بعد آگ سلگ گئی، گھی پگھلنے لگا، اور کڑکڑانے لگا، ایک ہاتھ میں لکڑی لے کر حضرت اسے دیگچی میں چلانے لگے، بچے برابر چیخ رہے تھے اور رو رہے تھے یہاں تک کہ کھانا تیار ہو گیا، اور بچوں نے خوب شکم سیر ہو کر کھایا پھر وہ اچھل کود کر خوشیاں منانے لگے پھر سو گئے۔

اب حضرتؓ بڑھیا کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

''میں امیر المؤمنین عمر کا قرابت دار ہوں، میں ان سے تمہارا حال بیان کروں گا لہٰذا تم سویرے تڑکے دار الامارہ میں پہنچ جانا، تم مجھے وہیں پاؤ گی، شاید خدا تمہارے لئے کوئی بہتری کی صورت پیدا کر دے''۔

پھر حضرت عمرؓ اس سے رخصت ہو کر باہر آئے، میں بھی ساتھ تھا، حضرت عمرؓ نے کہا:

''اے عباس جب میں نے دیکھا کہ یہ بڑھیا کنکریاں اُبال کر بچوں کو بہلا رہی ہے میں نے محسوس کیا پہاڑ لرز رہے ہیں اور میری پیٹھ پر گر رہے ہیں یہاں تک کہ میں اناج لایا، میں نے ان کیلئے کھانا پکایا، پھر وہ بچے شکم سیر ہو کر خوش خوش کھیلتے کودتے سو گئے اب میں محسوس کر رہا ہوں کہ وہ پہاڑ میری پیٹھ سے اتر گئے''۔

پھر ہم دونوں حضرت کے گھر پہنچے میں نے بقیہ رات وہیں گزاری۔ جب صبح ہوئی تو وہ بڑھیا آئی، حضرت کو دیکھ کر پہچانا اور ڈر گئی، آپ نے اسے معاف کر دیا، آپ نے اس کا، اور اس کے بچوں کا مستقل وظیفہ بیت المال سے مقرر کر دیا، جو ہر ماہ پابندی کے ساتھ اسے ملنے

Marfat.com

لگا۔ (مجانی الادب)

☆......☆......☆

حضرت عمرؓ اور نو مسلم بادشاہ

ایک عیسائی بادشاہ جبلہ بن ایہم غسانی مسلمان ہو گیا، ایام حج میں حج کیلئے وہ مکہ آیا، خانہ کعبہ میں وہ طواف کر رہا تھا کہ اس کی چادر سے ایک اعرابی الجھ گیا جبلہ نے فوراً اس کے منہ پر ایک طمانچہ رسید کیا، اعرابی سیدھا فریاد کناں حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

حضرت عمرؓ نے جبلہ کو طلب کیا اور اسؓ سے دریافت کیا کیا معاملہ ہے؟

جبلہ نے کہا:

''ہاں اس کی شکایت بجا ہے، میں نے اسے مارا''۔

حضرت عمرؓ نے اعرابی سے کہا وہ جبلہ کو ایک طمانچہ مار کر اپنا بدلہ لے سکتا ہے، لیکن اتنا ہی جتنا جبلہ نے وار کیا تھا۔

یہ فیصلہ سن کر جبلہ کو بہت تعجب ہوا، اس نے کہا:

میں ایک بادشاہ ہوں اور یہ ایک بازاری آدمی ہے، یہ مجھے کیسے مار سکتا ہے، کیا میں اور یہ برابر ہیں؟''

حضرت عمرؓ نے کہا:

''اسلام کی نگاہ میں بادشاہ اور رعیت میں کوئی فرق نہیں، سب برابر ہیں''۔

جبلہ نے کہا: ''اچھا مجھے کل تک مہلت دیجئے''۔

مہلت مل گئی۔

اس مہلت سے فائدہ اٹھا کر، وہ قیصر روم کے پاس بھاگ گیا، وہاں پہنچ کر وہ مرتد ہو گیا اور اسلام کے حلقہ سے نکل کر پھر کفر کے حلقہ میں شریک ہو گیا۔

لیکن کچھ عرصہ کے بعد، اپنی اس حرکت پر وہ نادم ہوا، اور اس نے بعض درد انگیز اشعار بھی کہے، جن میں اسلام کو چھوڑنے پر ندامت اور پشیمانی کا اظہار کیا تھا۔

Marfat.com

حضرت عمرؓ نے یہ گوارا کرلیا کہ ایک بادشاہِ وقت اسلام سے روگرداں ہو جائے لیکن اس نے یہ گوارا نہیں کیا کہ ایک حقیر مسلمان پر ظلم ہو، کیا عدل وانصاف کی اس سے بہتر مثال دنیا کی تاریخ میں کہیں مل سکتی ہے۔

☆......☆......☆

حضرت عمرؓ اور ایک بڑھیا

حضرت عمرؓ جب شام سے واپس مدینہ تشریف لائے تو لوگوں سے بچ کر نکل گئے، تاکہ عامۃ المسلمین کے حالات اور کوائف معلوم کریں اسی اثناء میں ان کا گذر ایک خیمہ کی طرف ہوا وہاں ایک بوڑھی عورت بیٹھی تھی،

حضرت عمرؓ نے پوچھا: "عمر کا کچھ حال معلوم ہے"۔

وہ بولی: "ہاں شام سے صحیح سلامت واپس آ گیا"۔

حضرت عمرؓ نے دریافت کیا: "تمہاری عمر کے بارے میں کیا رائے ہے"۔

وہ بولی: "اس سے خدا سمجھے"۔

حضرت عمرؓ نے پوچھا: "کیوں کیا کیا اس نے؟"

کہنے لگی: "جب سے وہ خلیفہ بنا ہے اس نے مجھے کچھ بھی تو نہیں دیا"۔

حضرت عمرؓ: "لیکن عمر کو تمہاری حالت کیا معلوم؟ تم یہاں وہ وہاں"۔

بڑھیا: "خدا کی قسم میں نہیں خیال کرتی کہ کوئی شخص اپنے وقت کا والی ہو، اور وہ یہ نہ جانتا ہو کہ اس کے حدودِ مملکت کے مشرق میں کیا ہے اور مغرب میں کیا ہے"۔

حضرت عمرؓ رونے لگے،

پھر فرمایا: "آہ بد قسمت عمر! تجھ سے زیادہ ہر شخص جانتا ہے حتیٰ کہ یہ بڑھیا بھی"۔

پھر آپ نے کہا: "تم کتنے میں عمر کو معاف کردو گی؟ مین اسے دوزخ کی آگ سے بچانا چاہتا ہوں؟"

بڑھیا نے جواب دیا: "خدا تجھ پر رحم کرے، اے شخص مجھ سے مذاق نہ کر"۔

Marfat.com

حضرت عمرؓ: ''میں مذاق نہیں کرتا''۔

حضرت نے اپنا اصرار جاری رکھا۔ یہاں تک کہ ۲۵ دینار میں آپ نے اس کی معافی حاصل کر لی۔

اسی اثناء میں حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعود تشریف لے آئے دونوں بزرگوں نے حضرت عمرؓ کو مخاطب کر کے کہا:

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ.

''بڑھیا نے سر پیٹ لیا، اور بولی:

''ہائے یہ میں نے کیا کیا؟ امیر المؤمنین کو ان کے سامنے برا بھلا کہہ بیٹھی؟''

حضرت عمرؓ نے کہا: ''کوئی مضائقہ نہیں، خدا تجھ پر رحم کرے''۔

پھر آپ نے چمڑا لکھنے کیلئے طلب فرمایا، مگر نہ ملا، پھر آپ نے اپنی چادر کا ایک ٹکڑا پھاڑا، اور اس پر لکھا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. عمر نے فلاں عورت کو ۲۵ دینار دے کر جس دن سے اس نے خلافت سنبھالی ہے آج تک کی خطا کی معافی حاصل کر لی، اب یہ بڑھیا میدانِ حشر میں خدائے عزوجل کے سامنے عمر پر کوئی دعویٰ نہیں کرے گی، وہ اس سے بری ہے''۔

اس تحریر پر حضرت علیؓ اور حضرت ابن مسعودؓ نے بطور گواہ کے دستخط کئے۔

پھر حضرت عمرؓ نے یہ تحریر اپنے صاحبزادہ کے حوالہ کر دی اور ان سے فرمایا:

''جب میں مر جاؤں اس تحریر کو میرے کفن میں رکھ دینا، جسے میں اپنے رب کے سامنے پیش کروں گا''۔

اس واقعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ کو اپنی نازک اور گراں بار ذمہ داریوں کا کتنا زیادہ احساس تھا، اور وہ حشر کی جواب دہی سے کتنے خائف رہتے تھے؟ یہی ایک مردِ مومن کی علامت ہے۔

☆......☆......☆

Marfat.com

حضرت عمرؓ کا امتحان

روایت ہے کہ:

حضرت عمر کے پاس یمن سے چادریں آئیں، آپ نے انہیں مسلمانوں میں تقسیم کر دیا، چنانچہ ہر شخص کے حصہ میں ایک چادر آئی دوسرے مسلمانوں کی طرح حضرت عمرؓ کے حصہ میں بھی ایک چادر آئی۔

ایک روز حضرت عمرؓ منبر پر چڑھے، وہی یمنی چادر زیب جسم تھی، آپ نے مسلمانوں کو جہاد کی تلقین کی، فوراً ہی حاضرین میں سے ایک مسلمان اٹھا، اس نے کہا:

''ہم نہ آپ کی باتیں سنیں گے نہ مانیں گے''۔

حضرت عمرؓ نے پوچھا: ''یہ کس لئے''۔

وہ بولا: ''کیونکہ تو نے خیانت کی''۔

حضرت عمرؓ نے دریافت فرمایا: ''وہ کیسے؟''

وہ کہنے لگا:

''یمنی چادروں کو جب آپ نے مسلمانوں میں تقسیم کیا تھا تو ہر مسلمان کے حصہ میں ایک چادر آئی تھی، اسی طرح آپ کو بھی ایک ہی ملی تھی۔ لیکن یہ ایک چادر میں آپ کا لباس نہیں تیار ہو سکتا، میں دیکھ رہا ہوں۔ آپ مکمل پیرہن پہنے ہوئے ہیں حالانکہ آپ دراز قد ہیں، ایک چادر میں آپ کا پیرہن نہیں تیار ہو سکتا کھلی ہوئی بات ہے، اگر آپ نے خیانت نہ کی ہوتی، اور اس مال میں سے اپنے حصہ کے تناسب سے زیادہ نہ لیا ہوتا تو آج پیرہن پہنے ہوئے آپ کیسے نظر آتے؟......

یہ سن کر حضرت عمرؓ اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہؓ بن عمر کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا:

''اے عبداللہ! اس شخص کی بات کا جواب دے''۔

حضرت عبداللہ بن عمر کھڑے ہوئے اور آپ نے کہا:

''امیر المؤمنین نے جب چادر کو پیرہن بنانے کیلئے قطع کیا تو اندازہ ہوا کہ وہ کافی نہیں

ہو گی۔ چنانچہ میں نے اپنی چادر انہیں دے دی، اور انہوں نے اپنا پیرہن بنالیا"۔

وہ آدمی گویا ہوا: "اب ہم سنیں گے بھی اور مانیں گے بھی"۔

☆......☆......☆

حضرت علیؓ کا عدل!

رسول اللہ ﷺ صحابہؓ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، اتنے میں دو آدمی جھگڑتے ہوئے آئے، ان میں سے ایک نے کہا:

"میرا گدھا تھا اور اس کی گائے، اس کی گائے نے میرے گدھے کو ہلاک کر دیا"۔

حاضرین میں سے ایک شخص بول پڑا:

"بھائی تم پر تعزیر واجب نہیں ہوتی"۔

آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ سے کہا:

"علی تم فیصلہ کرو"۔

حضرت علیؓ نے دونوں سے کہا:

"وہ دونوں جانور بندھے ہوئے یا کھلے ہوئے تھے؟"...... یا ان میں سے ایک بندھا ہوا تھا اور ایک کھلا ہوا تھا؟"

جواب ملا:

"گدھا بندھا ہوا تھا گائے کھلی ہوئی تھی اور اس کا مالک اس کے پاس تھا۔

حضرت علیؓ نے فیصلہ کیا:

گائے کا مالک گدھے کا تاوان ادا کرے گا۔

رسالت مآب ﷺ نے اس حکم کی تصدیق فرما دی۔ حالانکہ حضرت علیؓ دوسرے صحابہؓ کے مقابلہ میں بہت کم عمر تھے۔

☆......☆......☆

Marfat.com

حضرت علیؓ کا فیصلہ!

ابومطر البصری روایت کرتے ہیں:

میں نے حضرت علیؓ کو ایک مرتبہ اس حالت میں دیکھا کہ کچھ کھجور والے آئے ان کے ساتھ ایک جاریہ بھی تھی جو رو رہی تھی۔

حضرت علیؓ نے دریافت فرمایا:

''اے جاریہ تو کیوں رو رہی ہے؟''

کہنے لگی: ''میں نے اس سے ایک درم کی کھجور خریدی، لیکن میرے آقا نے واپس کر دی، میں اس کے پاس واپس لائی تو یہ واپس لینے سے انکار کرتا ہے۔

حضرت علیؓ نے کہا:

''تو اپنی کھجور لے، اور درم واپس کر، یہ عورت کنیز ہے خود فیصلہ کی مجاز نہیں''۔

☆......☆......☆

ہارون رشید اور بلخی

ایک مرتبہ خلیفہ ہارون رشید کے دل میں یہ تمنا پیدا ہوئی، کہ حضرت بلخی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت کرنی چاہیے، چنانچہ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور پوچھا:

''آپ ہی زاہد وقت ہیں؟''

حضرت نے جواب دیا: ''میں زاہد نہیں ہوں''۔

ہارون بولا: ''مجھے کچھ ہدایت کیجئے''۔

حضرت نے فرمایا:

''عدل کر'' یہی سب سے پہلی چیز ہے، جس کا سوال تجھ سے کیا جائے گا، اور اسے نہ بھول کہ خدا نے تجھے جس جگہ پر بٹھایا ہے یہاں حضرت ابوبکر صدیقؓ بھی بیٹھ چکے ہیں۔ لہٰذا تیرا صدق ان ہی کے صدق کی طرح ہونا چاہیے، اور حضرت عمرؓ بھی بیٹھ چکے ہیں، لہٰذا حق اور

Marfat.com

باطل میں تمیز کرنے کا وہی جذبہ تیرے اندر بھی ہونا چاہیے جو ان میں تھا اور حضرت عثمان غنیؓ بھی بیٹھ چکے ہیں، لہٰذا تجھ میں بھی وہی حسنات ہونے چاہئیں جو ان میں تھے، اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی بیٹھ چکے ہیں، لہٰذا تیرے اندر بھی وہی عدل کا ملکہ اور عمل کا لگاؤ ہونا چاہیے جو ان میں تھا......!

ہارون رشید کا کہنا ہے حضرت بلخی کے ان کلمات نے مجھے بہت نفع پہنچایا، اور ان کی باتیں میرے دل میں راسخ ہو گئیں"۔

☆......☆......☆

مامون کا عدل!

ایک شخص خلیفہ مامون رشید کے پاس آیا، اس کے ہاتھ میں ایک رقعہ تھا جس میں امیر المومنین یعنی خود مامون کے ظلم کی شکایت درج تھی، رقعہ پڑھ کر مامون نے کہا:

"میں نے ظلم کیا ہے؟"

وہ شخص بولا: "یا امیر المؤمنین کیا آپ کے سوا میں کسی اور سے مخاطب ہوں"۔

مامون نے پوچھا: "اچھا تمہیں کیا شکایت ہے؟"

وہ شخص کہنے لگا: "آپ کے وکیل سعید نے تیس ۳۰ ہزار درہم کے جواہرات مجھ سے خرید لئے"۔

مامون نے کہا: خرید لے سعید نے اور شکایت مجھ سے ہے"۔

وہ گویا ہوا: "ہاں...... کیونکہ اس کے پاس آپ کی سند وکالت (ایجنٹی) ہے"۔

مامون نے کہا: "ہو سکتا ہے یہ جواہر سعید نے اپنے لئے خریدے ہوں جس کی ذمہ داری خود اسی پر ہے، میرا اس سے کوئی تعلق نہیں نہ اس میں میری کوئی زیادتی ہے"۔

وہ شخص کہنے لگا: "کیا حضرت عمرؓ کا یہ فرمان نہیں ہے کہ مدعی کے ذمہ بار ثبوت ہے اور منکر کے ذمہ بار حلف ہے"۔

مامون نے کہا: "لیکن تمہارے پاس کہاں ثبوت ہے؟"

''تو پھر قاضی کے ہاں چلیئے وہیں ہمارا فیصلہ ہو جائے گا''۔

مامون نے کہا: ''یہ ٹھیک ہے''۔

پھر اس نے خادم کو حکم دیا:

''قاضی یحییٰ بن اکثم کو بلالاؤ''۔

قاضی صاحب تشریف لے گئے، مامون نے ان سے کہا:

''ہمارے قضیہ کا فیصلہ کیجئے''۔

قاضی صاحب دار القضا پہنچے، اور باب عدالت باز کیا، پھر فریادی کو طلب کیا، اور اس سے کہا:

''تم کیا کہتے ہو؟''

وہ بولا: ''میری گزارش یہ ہے کہ مدعا علیہ یعنی امیر المؤمنین کو بھی حاضر کیا جائے''۔

منادنے خلیفہ کا نام لے کر پکارا، اتنے میں مامون برآمد ہوا اس کے ساتھ اس کا غلام تھا، جو مصلیٰ اٹھائے ہوئے تھا، مامون یحییٰ کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا،

یحییٰ نے کہا: ''بیٹھیے''۔

مامون نے مصلیٰ بچھایا تا کہ اس پر بیٹھے لیکن قاضی یحییٰ نے کہا:

''یا امیر المؤمنین، اپنے حریف کے مقابلہ میں کوئی امتیاز حاصل کرنے کی کوشش نہ کیجئے''۔

پھر قاضی صاحب نے دوسرا مصلیٰ بچھوایا تا کہ حریف بھی اس پر بیٹھ سکے، پھر دعویٰ سنا، اور مامون سے حلف اٹھوایا، مامون نے قسم کھائی''۔

اور مقدمہ کا فیصلہ ہو گیا۔

اس کے بعد یحییٰ کھڑے ہو گئے، مامون نے پوچھا:

''آپ کیوں کھڑے ہوئے؟''

فرمایا: ''پہلے میں مسند قضا پر بیٹھا تھا، اب عدالت برخاست ہو چکی ہے اب مجھے حق نہیں کہ آپ پر امتیاز رکھوں''۔

☆......☆......☆

Marfat.com

امیر معاویہؓ اور ایک عورت

ایک مرتبہ امیر معاویہؓ حج کیلئے مکہ گئے ایک روز انہوں نے بنی کنانہ کی اک عورت کو طلب کیا، جو بغض معاویہؓ میں مشہور تھی، جب وہ سامنے آئی،

امیر معاویہؓ نے اس سے دریافت کیا:

''کیا جانتی ہے میں نے تجھے کیوں بلایا؟''

کہنے لگی: ''غیب کا علم خدا کے سوا کسی کو نہیں''۔

معاویہؓ: میں پوچھنا چاہتا ہوں تو علیؓ کی اتنی دوست اور میری اتنی دشمن کیوں ہے؟''

عورت: ''کیا اس سوال سے آپ مجھے معاف نہیں کریں گے؟''

معاویہؓ: ''نہیں''۔

عورت: ''تو سنو!......علیؓ سے میں اس لئے محبت کرتی ہوں کہ وہ رعیت کے ساتھ عدل کا برتاؤ کرتے تھے، سب کے ساتھ مساویانہ سلوک کرتے تھے، مساکین کا خاص طور پر خیال رکھتے تھے، امور دین کی عظمت کرتے تھے، اور تیری اس لئے دشمن ہوں کہ جو خلافت کیلئے تجھ پر فضیلت رکھتا تھا، تو نے اس سے جنگ کی، تو نے وہ چیز طلب کی جس کا تو مستحق نہیں تھا، تو نے خون بہایا، تو نے برا کیا، تو نے انصاف میں رکاوٹ ڈالی''۔

معاویہ: ''کیا تو نے علیؓ کو دیکھا ہے؟''

عورت: ''ہاں دیکھ چکی ہوں''۔

معاویہ: ''کیا پایا تو نے؟''

عورت: ''میں نے دیکھا، جس طرح تو نے فتنہ کھڑا کر رکھا ہے انہوں نے کبھی نہیں کیا۔ جس طرح تو عیش و عشرت میں پڑا ہوا ہے وہ کبھی نہیں پڑے''۔

معاویہ: ''تو نے ان کی باتیں سنیں؟''

عورت: ''ہاں......خدا کی قسم ان کی باتیں دل کو غم اور فکر سے اس طرح صاف کر دیتی تھیں، جس طرح زیتون لوہے کا زنگ دور کر دیتا ہے''۔

معاویہ: ''تیری کوئی حاجت''۔

عورت: ''اگر بیان کروں تو پوری کردے گا؟''

معاویہ: ''ہاں ضرور''۔

عورت: ''مجھے سو سرخ اونٹنیاں دے''۔

معاویہ: ''ان کا کیا کرے گی؟''

عورت: ''ان کے دودھ سے بچوں پیٹ بھروں گی''۔

معاویہ: ''اگر میں تیری خواہش پوری کردوں تو کیا تو مجھے علیؓ کی طرح پسند کرنے لگے گی''۔

عورت: ہر پانی صدا کی طرح بہتر نہیں ہوتا، ہر چراگاہ سعدان سے اچھی نہیں ہوتی، ہر جوان، مالک سے خوب نہیں ہوتا''۔

معاویہ نے حکم دیا: ''عورت نے جو کچھ مانگا ہے اسے دے دیا جائے''۔اور پھر اس سے مخاطب ہو کر کہا:

''خدا کی قسم اگر میری جگہ علیؓ ہوتے تو وہ تجھے کچھ بھی نہ دیتے''۔

عورت نے جواب دیا:

''خدا کی قسم، وہ مسلمانوں کے مال میں سے اُون کا ایک رواں بھی نہ دیتے''۔(جیسا تو نے اُمت کے مال کو اپنا مال سمجھ رکھا ہے)۔(بحر الآداب)

☆......☆......☆

ایاس بن معاویہ کا انصاف

ایک آدمی نے ایک شخص کے پاس اپنا سب کچھ مال رکھوایا، کچھ عرصہ کے بعد طلب کیا، مگر اس نے انکار کر دیا، یہ دونوں جھگڑتے ہوئے قاضی ایاس کے پاس پہنچے۔

مدعی نے کہا: ''میں نے اس شخص کے پاس اپنا مال رکھوایا تھا''۔

قاضی: ''کوئی گواہ؟''

مدعی: ''میں نے اسے فلاں جگہ وہ مال دیا تھا، مگر کوئی اور شخص موجود نہ تھا''۔

Marfat.com

قاضی: ''اس جگہ اور کیا ہے؟''

مدعی: ''ایک درخت''۔

قاضی: ''تو اس درخت کے پاس جا، درخت کو دیکھ، شاید خدا تعالیٰ وہاں تجھ پر کوئی ایسی بات منکشف کر دے، جو تیرے حق کو ثابت کرنے میں معین و مددگار ہو سکے، ممکن ہے تو نے اپنا مال وہیں درخت کے نیچے دفن کر دیا ہو لیکن بھول گیا ہو، اور جب درخت پر نظر پڑے تو یاد آ جاوے''۔

مدعی چلا گیا۔

قاضی ایاس نے مدعا علیہ سے کہا: ''جب تک مدعی نہ آ جائے تو یہیں بیٹھ''۔

وہ بیٹھ گیا۔

ایاس دوسرے مقدمات کا فیصلہ کرنے لگے لیکن تھوڑی دیر کے بعد اسے دیکھتے جاتے تھے۔

کچھ دیر کے بعد انہوں نے کہا: ''اے شخص...... کیا اب مدعی اس درخت کے پاس پہنچ گیا ہوگا؟''

مدعا علیہ: ''ابھی نہیں''۔

قاضی: ''اے عدو اللہ بیشک تو خائن ہے''۔

مدعا علیہ: ''مجھے معاف کر دیجئے، خدا آپ کی غلطیاں معاف کرے''۔

اسی اثناء میں مدعی آ گیا، ...... قاضی نے ایاس سے کہا: ''اس شخص نے تیرا دعویٰ تسلیم کر لیا، اب تو اس سے اپنا مال واپس لے لے''۔ (نزہۃ القاری)

☆......☆......☆

عدل کی شان

حکایت ہے کہ:

حکم بن ہشام جو خاندان بنی امیہ میں سے تھا، اور اندلس کا خلیفہ تھا، بہت پسندیدہ اطوار

Marfat.com

کا مالک تھا، اس کے ایک عامل نے کسی شخص کی جاریہ زبردستی چھین لی اور اسے تحفہ کے طور پر حکم کی خدمت میں پیش کیا۔

وہ آدمی قرطبہ کے قاضی شہر کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے اپنی کنیز کا سارا ماجرا کہہ سنایا، اور اپنی ملکیت اور حکم کے عامل کے ظلم و جور کی ساری روئیداد بیان کر ڈالی۔

قاضی شہر نے حکم (خلیفۂ وقت) کو حاضری کا حکم دیا۔ جب حکم حاضر ہوا، قاضی نے کہا:

''عدل اس وقت تک مکمل نہیں ہوسکتا جب تک وہ کنیز حاضر نہ کی جائے، لہٰذا اسے حکم دیا تو جاریہ کو حاضر کر ورنہ مجھے میرے منصب سے معزول کر دے''۔

حکم نے کہا: ''کیا اس سے بھی اچھی صورت نہیں ہوسکتی ہے؟''

قاضی نے پوچھا: ''وہ کیا؟''

حکم گویا ہوا: ''لونڈی کے مالک سے بہت زیادہ قیمت پر وہ خرید لی جائے''۔

قاضی نے کہا: ''تمام گواہ موجود ہیں، تمام حالات سامنے ہیں، اب کوئی سودا نہیں ہوسکتا، سوا اس کے کہ عدل نافذ کر دیا جائے، انصاف ملتوی نہ کیا جائے، اور حقدار کو بے چون و چرا اس کا حق دلوایا جائے''۔

حکم نے قاضی کے منہ سے یہ بات سنی، اس نے اپنے آدمی کو حکم دیا:

''محل سے جاریہ کو لے آؤ''۔

فوراً محل سے وہ کنیز لا کر قاضی صاحب کی خدمت میں پیش کی گئی، گواہوں نے گواہی دی، ہاں یہ وہی جاریہ ہے جس کے بارے میں یہ قضیہ اٹھا ہے۔

قاضی نے حکم دیا: ''لونڈی اس کے مالک کے حوالہ کر دی جائے''۔

چنانچہ فوراً وہ جاریہ اپنے مالک کے پاس پہنچ گئی اور عرصہ تک اندلس کے لوگ ''عدل کی یہ کہانی'' ایک دوسرے کو سناتے رہے۔

☆......☆......☆

Marfat.com

سُلطان صلاح الدین کا انصاف

سلطان صلاح الدین ایوبی کے حکایات عدل میں وہ قضیہ بہت اہمیت رکھتا ہے جو اس کے اور ایک تاجر عمر الخلاطی کے مابین ہوا۔

اس واقعہ کو قاضی بہاء الدین نے اپنی کتاب ''سیرۃ صلاح الدین'' میں یوں لکھا ہے:

قدس شریف میں ایک روز میں مجلسِ عدالت میں بیٹھا ہوا تھا، کہ شیخ حسن اور ایک مشہور تاجر جو عمر خلاطی کے نام سے یاد کیا جاتا تھا آئے اور انہوں نے اپنا مقدمہ پیش کیا۔

میں نے پوچھا: ''تمہارا حریف کون ہے؟''

کہنے لگے: ''سلطان صلاح الدین، یہ بساطِ عدل ہے اور میں نے سنا ہے کہ آپ کسی کی رو رعایت نہیں کرتے''۔

میں نے دریافت کیا: ''کس معاملہ میں تمہارا جھگڑا ہے؟''

کہا: ''میرا ایک غلام تھا، اسی حالت میں اس کا انتقال ہوگیا، اس کے پاس بہت سی دولت تھی جس کا وہ مالک تھا، اس دولت کا اب میں مالک ہوں، لیکن سلطان نے اس پر قبضہ کرلیا ہے اور میں یہی مطالبہ لے کر آیا ہوں''۔

میں نے پوچھا: ''مقدمہ پیش کرنے میں اتنی دیر کیوں کردی؟''

بولے: ''تاخیر سے حقوق باطل نہیں ہوجاتے، یہ میرے پاس ثبوت موجود ہے، کہ وہ مرتے وقت تک میرا غلام تھا''۔

میں نے ثبوت کے کاغذات لے لئے اور ان میں غلام کا حلیہ درج تھا، اور یہ بھی کہ وہ فلاں تاجر سے، فلاں دن، فلاں مہینہ اور فلاں سنہ میں اتنی قیمت اسی غلامی کی حالت میں فلاں سنہ میں وہ اس سے جدا ہوگیا، لیکن کیوں جدا ہوگیا، اس کا کوئی ذکر ان کاغذات میں نہیں تھا، میں نے اس آدمی سے کہا:

''اس مقدمہ کی سماعت اس وقت تک نہیں ہوسکتی، جب تک مدعا علیہ بھی موجود نہ ہو''۔

چنانچہ معاملہ سلطان سے رجوع کیا گیا، اور ساری تحریری شہادت اسے پڑھ کر سنائی گئی،

Marfat.com

اس نے جب یہ تاریخ سنی تو کہا:

"یہ سب غلط ہے، فلاں تاریخ کو میں مصر میں تھا اور وہ غلام میری ملکیت میں میرے ساتھ تھا، میں نے اس تاریخ کو اور اس سنہ سے بہت پیشتر اسے خرید اتھا اور اس وقت تک میری ملک میں رہا جب تک میں نے اسے آزاد نہیں کر دیا"۔

پھر سلطان نے اعیان و اکابر، علماء اور مجاہدین کو بطور گواہ پیش کیا سب نے سلطان کے دعوے کی تائید میں شہادت دی یہ کاروائی دیکھ کر وہ آدمی بہت مغموم ہوا، میں نے سلطان سے کہا:

"اس شخص نے جو کچھ کیا ہے، وہ صرف مراحِم سلطانی حاصل کرنے کیلئے کیے اس وقت آپ بھی موجود ہیں، اور یہ بھی، اور یہ اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ یہ یونہی ناکام و نامراد یہاں سے چلا جائے"۔

سُلطان نے کہا: "یہ دوسری بات ہے"۔

پھر حکم دیا، اس شخص کو خلعت سے سرفراز کیا جائے اور اسے انعام و اکرام دیا جائے اور اسکے لئے نفقہ مقرر کر دیا جائے"۔

اس واقعہ سے سلطان کی سیرت کے اس پہلو پر روشنی پڑتی ہے کہ ان میں تواضع و انقیا الحق کا کتنا جذبہ تھا، اور مواخذہ کے موقع پر بھی ان کا کرم بے حساب، کس طرح ابرِ رحمت بن جاتا تھا"۔ (النوادر السلطانیہ)

☆......☆......☆

نوشیروان کا عدل

ایک آدمی نے ایک دوسرے آدمی سے ایک مکان خریدا، مشتری نے مکان خریدنے کے بعد وہاں ایک خزانہ پایا، وہ فوراً بائع کے پاس پہنچا اور اس سے کہا:

"وہ خزانہ آپ کا ہے لے لیجئے"۔

بائع نے کہا:

"میں تمہارے ہاتھ مکان بیچ چکا، مجھے خبر بھی نہ تھی کہ اس میں خزانہ ہے، اب اگر نکلا ہے تو وہ میرا نہیں تمہارا ہے"۔

Marfat.com

دونوں ایک دوسرے سے جھگڑتے ہوئے نوشیروان کے پاس پہنچے، اس نے سب کچھ سننے کے بعد کہا:

''تم دونوں صاحب اولاد ہو؟''

ایک نے کہا: ''ہاں ایک لڑکا ہے''۔

دوسرے نے کہا: ''میری ایک لڑکی ہے''۔

نوشیروان نے لڑکے اور لڑکی کی شادی کرادی، اور اس طرح دونوں کا ''جھگڑا'' ختم ہو گیا۔

☆......☆......☆

ابو یوسف اور معتضد باللہ!

خلیفہ معتضد باللہ کا ایک خادم، ابو یوسف بن یعقوب کے پاس ایک قضیہ کے تصفیہ کیلئے حاضر ہوا، دوران گفتگو میں اس کی آواز اپنے حریف سے بلند ہوگئی، حاجب نے اسے روکا لیکن وہ باز نہ آیا اور بلند آواز میں گفتگو کرتا رہا۔

ابو یوسف نے اسے بہت ڈانٹا، پھر حاجب کو حکم دیا، کہ اسے خاموش کر کے بٹھا دیا جائے، حاجب نے اس حکم کی فوراً تعمیل کی۔

جب فیصلہ ہو گیا تو وہ خادم روتا ہوا معتضد کے پاس آیا اور اپنی توہین کا سارا ماجرا سنا ڈالا، معتضد نے خادم کی باتیں سن کر کہا:

قاضی نے جو کچھ کیا اچھا کیا، عدالت میں دونوں فریق یکساں ہوتے ہیں کسی کو کسی پر ترجیح نہیں دی جا سکتی، اور عدالت کے بارے میں یاد رکھو وہ عمود السلطان اور قوام الادیان ہے''۔

☆......☆......☆

نورالدین زنگی

نورالدین زنگی کی سیرت میں یہ بات داخل تھی، کہ وہ عدل وانصاف کا بہت زیادہ لحاظ

Marfat.com

رکھتا تھا، وہ نہ کوئی ایسی چیز کھاتا تھا، نہ پہنتا تھا، نہ اسے اپنے تصرف میں رکھتا تھا، جو اس کی ذاتی ملکیت نہ ہو، جسے اس نے اپنی کمائی ہوئی دولت سے نہ خریدا ہو، ایک مرتبہ اس کی بیوی نے تنگ حالی اور پریشانی کی شکایت کی، اس نے حمص میں اسے تین دکانیں دے دیں جو اس کی ملکیت تھیں جن سے سالانہ تقریباً بیس دینار کی آمدنی ہو جاتی تھی اب جو بیوی نے پھر شکایت کی تو سلطان نے جواب دیا:

جو کچھ میرے پاس تھا وہ دے دیا، اور جو کچھ میرے قبضہ میں دیکھتی ہو، تو وہ میرا نہیں مسلمانوں کا مال ہے، میں تو صرف اس کا امین اور محافظ ہوں، اس میں خیانت نہیں کر سکتا اور نہ تمہاری خاطر کندۂ جہنم بننے کو تیار ہوں''۔ بے چاری خاموش ہو گئیں۔

☆......☆......☆

عدلِ منصور

بادشاہِ منصور کے پاس عمارہ بن حمزہ آئے بادشاہ نے انہیں پاس بٹھایا، اتنے میں ایک آدمی نے کھڑے ہو کر باآواز بلند کہا:

''اے امیر المؤمنین میں مظلوم ہوں''۔

بادشاہ نے پوچھا:

''کس نے تم پر ظلم کیا؟''

وہ بولا: ''اس شخص نے جو آپ کے پاس مسند پر بیٹھا ہے''۔

پھر بولا: ''یہ عمارہ بن حمزہ ہے، جس نے میری ساری پونجی چھین لی''۔

منصور نے حکم دیا کہ عمارہ اس کے پاس سے اٹھ جائے اور مجرم کے کٹہرے میں جا کھڑا ہو، عمارہ نے کہا:

''اگر وہ جائیداد اس کی تھی تو میں معاوضہ نہیں کرتا، یہ لے لے، اور اگر میری تھی تو میں اسے ہبہ کرتا ہوں، میں اس مجلس سے مُجرم کی طرح اٹھنا پسند نہیں کرتا، جہاں امیر المؤمنین نے مجھے عزت و حرمت کے ساتھ بٹھایا ہے۔

عفو ودرگذر

عفو نبوی ﷺ

ایک شخص جو آنحضرت ﷺ کے اعداء میں سے تھا، اس تاک میں لگا رہتا تھا کہ کبھی موقعہ ملے تو آپ ﷺ پر قاتلانہ حملہ کرے، ایک مرتبہ دوپہر کو اس نے دیکھا کہ ایک ویران وسنسان مقام پر ایک درخت کے سائے میں آپ قیلولہ کر رہے ہیں آنحضرت ﷺ عالمِ خواب میں تھے کہ اس شخص نے تلوار سونت لی، اور پکارا:

''اے محمدؐ! اب تمہیں میرے ہاتھ سے کون بچائے گا؟''

آپ نے پورے سکون واطمینان کے ساتھ فرمایا: ''اللہ!''۔

اس شخص پر ایسی دہشت طاری ہوئی کہ اس کے ہاتھ سے تلوار گر پڑی، آنحضرت ﷺ نے وہ تلوار اٹھائی اور فرمایا:

''اب تجھے میرے ہاتھ سے کون بچائے گا؟''

وہ شخص کچھ جواب نہ دے سکا، آنحضرت ﷺ نے اسے معاف کر دیا، اور تلوار واپس کر دی، جب وہ اپنے قبیلہ میں واپس آیا تو اس نے لوگوں سے کہا:

''اس وقت میں دنیا کے سب سے اچھے انسان کے پاس سے آرہا ہوں''۔

☆......☆......☆

فاتح مکہ ﷺ کا عفو!

قریش مکہ نے آنحضرت ﷺ کو طرح طرح کی تکلیفیں اور اذیتیں دی تھیں، آپ صبر وشکر کے ساتھ ان کی زیادتیوں کو برداشت کرتے رہے، یہاں تک کہ آپ کو مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ چلا جانا پڑا۔

Marfat.com

پھر کچھ عرصہ بعد، آپ مکہ میں ایک فاتح کی حیثیت سے داخل ہوئے اسلامی عساکر مکہ کی گلیوں میں پھر رہے تھے، اور ہلالی پرچم ہر طرف لہرا رہا تھا، اب سارا مکہ آپ کے قبضہ میں تھا۔ مکہ میں رہنے والے ہر شخص کی زندگی آپ کے ایک اشارۂ چشم پر ختم ہو سکتی تھی، اور یہ سب مکے کے رہنے والے وہ لوگ تھے جنہوں نے بدترین اذیتیں اور تکلیفیں آپ کو پہنچائی تھیں، آپ کی توہین کی تھی، آپ کے راستے میں کانٹے بچھائے تھے آپ کی جان لینے کی سازشیں کی تھیں، نومسلموں کو تپتی ہوئی ریت پر لٹایا تھا، ان کے سینوں پر گرم پتھروں کی سلیں رکھی تھیں، اُنہیں نہایت لرزہ خیز اور ہولناک عذابوں کا تختہ مشق بنایا تھا۔

غرض ایک فاتح کی حثیت سے جب آنحضرت ﷺ مکہ میں داخل ہوئے تو آپ نے ان لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا:

آپ ﷺ نے پوچھا:

"تمہارا کیا خیال ہے؟ میں آج تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں؟"

لوگوں نے کانپتی ہوئی آواز اور لرزتے ہوئے بدن کے ساتھ جواب دیا:

"آپ کریم ابن کریم ہیں"۔

یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا: "جاؤ تم آزاد ہو"۔

اور اس طرح وہ لوگ جن کے دل سینوں میں دھڑک رہے تھے، جن کے سامنے موت ناچتی ہوئی نظر آ رہی تھی، جو اپنی زندگی سے مایوس ہو چکے تھے، جن کا مستقبل ان کے اعمال کی طرح تاریک اور سیاہ تھا، دفعتاً مسرور و شادمان ہو کر اٹھ کھڑے ہوئے۔

اب موت ان سے دور ہو چکی تھی۔ زندگی کی نعمت پھر انہیں واپس مل گئی تھی۔ مستقبل کی تاریکی روشنی میں بدل چکی تھی اور وہ سزا و عقوبت کے مستحق ہونے کے باوجود، لطف و انعام کی دولت سے سرفراز کئے جا رہے تھے"۔

کیا دنیا کی تاریخ میں عفو و درگذر کی ایسی ایک مثال بھی مل سکتی ہے؟"

☆......☆......☆

Marfat.com

خق سے زیادہ بہتر اور افضل

قریش کے دو قبیلوں میں خون کے ایک معاملہ پر جھگڑا اٹھ کھڑا ہوا اور نوبت کشت و خون تک پہنچنے لگی،

اسی اثناء میں ابوسفیان پہنچے اور انہوں نے کہا:

''اے گروہ قریش...... تم اپنا حق حاصل کرنا چاہتے ہو، یا وہ چیز جو تمہارے حق سے کہیں زیادہ افضل اور بہتر ہے؟''

لوگوں نے پوچھا: ''وہ کیا چیز ہے؟''

ابوسفیان نے جواب دیا:

''وہ چیز عفو و درگذر ہے''۔

ان الفاظ کا ایسا اثر ہوا کہ لڑنے والے لوگ دوست بن گئے اور صلح ہو گئی۔

☆......☆......☆

حاتم طائی کی لڑکی

جب طے کے قیدی آنحضرت ﷺ کے سامنے پیش ہوئے تو ان میں سے ایک خوبصورت اور فصیح اللسان عورت بھی تھی،

وہ کہنے لگی:

''اے محمدؐ...... اگر آپ مناسب سمجھیں تو مجھے آزاد کر دیں، میں اپنے قبیلہ کے سردار کی لڑکی ہوں، میرا باپ گناہگاروں کو معاف کر دیتا تھا، بھوکے کو شکم سیر ہو کر کھانا کھلاتا تھا، ننگے کو لباس عطا کرتا تھا، امن اور سلامتی کا جویا رہتا تھا کسی حاجتمند کی استدعا کو رد نہیں کرتا تھا، وہ حاتم طائی تھا، میں اس کی لڑکی ہوں''۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

''یہ مؤمنین کی صفات ہیں...... اسے آزاد کر دو اس کا باپ مکارم اخلاق کو پسند کرتا تھا''۔

Marfat.com

حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک غلام کھڑا ہوا آپؓ کے ہاتھ دھلا رہا تھا، اتنے میں لوٹا اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر طشت میں گر گیا، چھینٹیں اڑ کر آپ کے چہرۂ مبارک پر پہنچیں آپ نے غضبناک نظروں سے اسے دیکھا،

غلام نے کہا:

''اے میرے آقا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: غصہ کو پی جانے والے''۔

آپ نے فرمایا: ''میں نے اپنا غصہ پی لیا''۔

وہ بولا: ''اور لوگوں کو معاف کر دینے والے......''۔

آپ نے فرمایا: ''میں نے تجھے معاف کیا''۔

وہ کہنے لگا: ''اور اللہ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے''۔

آپ نے فرمایا: ''جا میں نے خدا کی خوشنودی کیلئے تجھے آزاد کیا''۔

☆......☆......☆

قیدی یا مہمان؟

معن بن زائد نے کچھ قیدیوں کو قتل کرنے کا ارادہ کیا، ایک قیدی ان کی طرف مخاطب ہوا، اور اس نے کہا:

''ہم بھوکے اور پیاسے ہیں اور اس حالت میں ہمیں قتل نہ کیجئے، خدا کی قسم امیر کا کرم اس بدسلوکی سے بعید ہے''۔

معن نے حکم دیا، فوراً کھانا لایا گیا، ان لوگوں نے خوب شکم سیر ہو کر کھایا، جب کھا پی چکے تو معن سے کہا:

''اے امیر، خدا آپ کو عمر طویل عطا فرمائے، اب تک ہم آپ کے قیدی تھے، اور اب ہم آپ کے مہمان بن چکے ہیں، کیا آپ اپنے مہمانوں کے ساتھ یہ سلوک روا رکھیں گے کہ

Marfat.com

انہیں قتل کر دیں"۔

معن نے کہا: "جاؤ میں نے تمہیں معاف کیا"۔

ایک قیدی بولا:

"آپ کی فتح مندی سے آپ کی درگذر بہتر ہے"۔

معن نے سب کو انعام و اکرام دے کر رخصت کر دیا"۔

☆......☆......☆

محمد بن عمران اور مامون!

محمد بن عمران نے ایک شان دار محل، خلیفہ مامون کے محل کے سامنے بنوالیا، درانداز وں نے چغلی کھائی، کہ محمد بن عمران اب اتنا بڑھ گیا ہے کہ آدابِ شاہی کی پروا نہیں کرتا، وہ اتنا گستاخ ہو گیا ہے کہ اس نے عین شاہی محل کے سامنے اپنا ذاتی محل بنوا کر کھڑا کر دیا، یہ حرکت قابلِ سزا ہے"۔

یہ باتیں سن کر مامون نے محمد بن عمران کو بلوایا اور کہا:

میرے قصر کے سامنے تم نے اپنا قصر بنوانے کیلئے جرأت کیسے کی؟"

محمد بن عمران نے جواب دیا:

"یا امیر المؤمنین...... جن نعمتوں کی آپ نے مجھ پر فراوانی کی ہے، میں چاہتا ہوں انہیں آپ اس محل کی صورت میں ہر روز ملاحظہ فرماتے رہیں"۔

مامون کو یہ جواب پسند آیا اور اس نے معاف کر دیا۔

☆......☆......☆

حاضر جواب مُجرم

خلیفہ ہارون رشید ایک مرتبہ حمید طوسی پر خفا ہوا، اور تلوار منگوائی تا کہ اسے قتل کر دے۔

حمید رونے لگا:

Marfat.com

رشید نے پوچھا: ''تو کیوں رو رہا ہے؟''

حمید نے جواب دیا:

''خدا کی قسم اے امیر المؤمنین میں موت سے نہیں ڈرتا، وہ تو ایک ناگزیر چیز ہے، ہر شخص کو ایک روز مرنا ہے، روتا اس پر ہوں کہ اس حالت میں دنیا سے جا رہا ہوں کہ امیر المؤمنین مجھ سے برہم ہیں......''۔

اس حاضر جوابی سے خوش ہو کر ہارون نے اسے معاف کر دیا۔

☆......☆......☆

خلیفہ کا مجرم

کوفہ کا ایک آدمی خوارج کے ساتھ مل کر زوالِ حکومت کی سازشوں اور سرگرمیوں میں شریک ہو گیا، خلیفہ منصور نے اس کا خون حلال کر دیا، اور اعلان کر دیا جو شخص اسے زندہ یا مردہ لائے گا اسے ایک لاکھ درہم انعام ملے گا۔

کچھ عرصہ بعد وہ شخص بغداد میں ظاہر ہوا، اس اثناء میں کہ وہ چوری چھپے بغداد میں گھوم رہا تھا، کوفہ کے ایک آدمی نے جو پہلے سے اسے جانتا تھا پہچان لیا، اس نے ایک بھرے مجمع میں اس کا گریبان پکڑ لیا اور چلایا:

''یہ امیر المؤمنین کا باغی ہے''۔

اسی اثناء میں اس شخص نے گھوڑے کے ٹاپوں کی آواز سنی، ادھر ملتفت ہوا تو دیکھا معن بن زائدہ آ رہے ہیں، وہ ان سے فریاد کرنے لگا اور کہا:

''مجھے پناہ دیجئے، خدا آپ کو اس کا اجر دے گا''۔

معن اس کی طرف جو اس باغی کا دامن پکڑے ہوئے تھا مخاطب ہوئے اور پوچھا: ''تو کون ہے؟ اور اس آدمی کو کیوں پکڑے ہوئے ؟''

وہ بولا: ''یہ امیر المؤمنین کا باغی ہے، جس کا خون انہوں نے جائز کر دیا ہے اور اس شخص کیلئے ایک لاکھ درہم اعلان مقرر کیا ہے جو اسے پکڑ لائے گا''۔

معن نے یہ سن کر کہا: ''اسے چھوڑ دے''۔

پھر وہ اپنے غلام سے مخاطب ہوئے''۔ :

''تو اپنے گھوڑے سے اتر جا اور اس شخص کو (باغی کو) اس پر بیٹھ جانے دے''۔

وہ آدمی جو اس باغی کو پکڑے ہوئے تھا، زور زور سے چیخنے لگا، اور لوگوں سے مدد چاہنے لگا، اور کہنے لگا:

''یہ شخص میرے اور امیر المؤمنین کے باغی کے درمیان حائل ہو گیا ہے''۔

معن نے کہا: ''تو جا اور امیر المؤمنین کو اطلاع دے دے کہ وہ باغی میرے پاس ہے''۔

وہ آدمی فوراً منصور کے پاس پہنچا اور اسے سارا ماجرا سنایا۔

منصور نے حکم دیا: معن کو طلب کیا جائے''۔

جب معن کو منصور کا حکم پہنچا تو انہوں نے اپنے تمام اہلِ بیت اولاد اقارب دوستوں اور ساتھیوں کو جمع کیا اور ان سے کہا:

''جب تک تم زندہ ہو، اس شخص کو چشمِ زخم نہ پہنچنے پائے''۔

پھر معن منصور کی طرف روانہ ہوئے، دربار میں پہنچ کر خلیفہ کو سلام کیا لیکن منصور نے جواب نہ دیا اور کہا:

''اے معن! کیا اب تمہاری جرأت اتنی بڑھ گئی ہے؟''

معن نے کہا: ''جی ہاں یا امیر المؤمنین''۔

خلیفہ نے کہا: ''اور پھر اس پر ہاں بھی؟''

معن نے جواب دیا:

''کیا مجھے آپ اس کا اہل نہیں سمجھتے کہ ایسے شخص کو مجھے بخش دیں جسے میں پناہ دے چکا ہوں، حالانکہ اس نے میری پناہ اس لئے ڈھونڈی کہ وہ جانتا ہے میں امیر المؤمنین کے غلاموں میں سے ایک ہوں، لیکن میں حاضر ہوں، جو سلوک بھی آپ میرے ساتھ روا رکھیں اس کیلئے تیار ہوں''۔

تھوڑی دیر تک منصور سر جھکائے رہا، پھر اس نے سر اٹھایا، اب اس کا غصہ رفع ہو چکا تھا،

Marfat.com

اس نے کہا:

''ہم نے تمہاری بات مان لی''۔

معن نے عرض کیا: ''پھر اسے کچھ صلہ بھی دیجئے، جو اسے مستغنی کر دے''۔

منصور: ''ہم پانچ ہزار درم دیتے ہیں''۔

معن: ''خلفاء کا صلہ گناہ کی مناسبت سے ہونا چاہیے۔ اس شخص کا گناہ جتنا بڑا تھا، اتنا ہی بڑا صلہ بھی ہونا چاہیے''۔

منصور: ''اچھا ایک لاکھ درم''۔

معن یہ ساری دولت لے کر گھر پہنچے، اسے اس شخص کے حوالہ کیا اور کہا:

''یہ تمہارا صلۂ بغاوت ہے، بھاگ جاؤ اپنے بال بچوں کیساتھ چین کی زندگی بسر کرو، اور اب کبھی خلیفہ کی مخالفت نہ کرنا''۔

☆......☆......☆

Marfat.com

عِفت اور نزاہت

علیؑ اور بنتِ علیؑ

ابن ابی رافع روایت کرتے ہیں کہ:

میں حضرت علی ابن ابی طالبؑ کے بیت المال کا محافظ اور نگران تھا، اس بیت المال میں موتیوں کا ایک ہار تھا، جو جنگِ بصرہ میں حاصل ہوا تھا، میرے پاس حضرت علیؑ کی صاحبزادی نے پیام بھیجا کہ:

''مجھے معلوم ہے کہ امیر المؤمنین کے بیت المال میں موتیوں کا ایک ہار ہے، اور وہ تمہارے قبضہ میں ہے، عاریتاً مجھے بھیج دو، عید کے دن میں اسے پہنوں گی پھر واپس کر دوں گی''۔

میں نے وہ ہار بھیج دیا، اور جواب میں یہ کہلا بھیجا:

''اے بنتِ امیر المؤمنین اسے تین دن کے بعد واپس کر دیجئے گا''۔

ہار جب گھر پہنچا تو امیر المؤمنین کی نظر اس پر پڑی، انہوں نے اپنی بیٹی سے کہا:

''یہ ہار تمہارے پاس کہاں سے آیا؟''

وہ بولیں: ''یہ ابن رافع سے یوں ہی عاریتاً میں نے منگوایا ہے، عید کے دن اسے استعمال کروں گی، پھر واپس کر دوں گی''۔

امیر المؤمنین نے فوراً مجھے بلوایا، میں حاضر ہوا فرمایا:

''ابن ابی رافع، تم خیانت بھی کرنے لگے؟''

میں نے عرض کیا:

''معاذ اللہ''۔

فرمایا: ''پھر تم نے بنتِ امیر المؤمنین کو بیت المال کا ہار عاریتاً کیسے دے دیا؟ حالانکہ نہ

Marfat.com

مجھ سے اجازت لی، نہ مسلمانوں سے"۔

میں نے گذارش کی:

"یا امیر المؤمنین وہ آپ کی صاحبزادی ہیں، انہوں نے مجھ سے عاریتاً ایک چیز مانگی میں نے دے دی، اس شرط پر کہ تین دن میں صحیح وسالم مجھے مل جائے گی۔

ارشاد ہوا: "ابھی واپس لو، اور اگر ایسی حرکت تم نے پھر کبھی کی، تو تم میری عقوبت سے نہ بچ سکو گے"۔

پھر فرمایا: "اگر میری لڑکی نے یہ عاریتاً نہ منگایا ہوتا تو یہ پہلی ہاشمی لڑکی ہوتی، جو چوری کے الزام میں جس کے ہاتھ میں قطع کراتا"۔

یہ بات بنتِ امیر المؤمنین تک پہنچی، تو انہوں نے اپنے باپ سے کہا:

"یا امیر المؤمنین میں آپ کی لڑکی ہوں، آپ ہی کا گوشت پوست ہوں، مجھ سے زیادہ اس کا مستحق کون ہے؟"

فرمایا:

"اے ابن ابی طالب کی بیٹی کیا مہاجرین اور انصار کی تمام لڑکیاں اس عید پر ایسا ہار پہنیں گی"۔

پھر وہ ہار میں نے لے لیا اور بیت المال میں رکھ دیا۔

☆......☆......☆

ابنِ ہند اور ابنِ فاطمہؓ

ایک مرتبہ امیر معاویہؓ حج کے ارادہ سے مکہ آئے ہوئے تھے مدینہ سے گزرے وہاں کے رہنے والوں کے ساتھ انہوں نے بہت داد ودہش کا سلوک کیا جو لوگ مال ودولت کیلئے آئے ان میں حضرت حسنؓ بن علی نہیں تھے، وہ جب انہیں ملنے تشریف لائے تو معاویہ نے کہا:

"مرحبا مرحبا، آپ نہیں آئے، یہاں تک کہ ہمارے پاس جو کچھ تھا وہ ختم ہوگیا"۔

حضرت امامؓ نے فرمایا: "آپ خالی ہاتھ کیسے ہوسکتے ہیں، جب کہ ساری دنیا کا خراج

Marfat.com

آپ کے پاس آتا ہے؟''

امیر معاویہ نے کہا: ''میں ابن ہند ہوں میں نے جو کچھ اہلِ مدینہ کو دیا ہے وہی آپ کو بھی دیتا ہوں''۔

حضرت امامؓ نے ارشاد فرمایا: ''میں اسے واپس کرتا ہوں...... میں فاطمۃ الزہراؓ کا بیٹا ہوں''۔

☆......☆......☆

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ

خاندان بنی مروان میں حضرت عمر بن عبدالعزیز سب سے عفیف اور عدیل تھے وہ مروان بن الحکم کے صاحبزادے تھے، آپ کے والد مصر کے گورنر تھے۔

آپ کے بارے میں مشہور ہے کہ جب آپ کے پاس وفود آتے تھے تو آپ انہیں کچھ نہیں دیتے تھے بلکہ اپنے صاحبزادے کہلا دیتے تھے کہ ان لوگوں سے کہہ دو:

''میں خدا کی نافرمانی سے ڈرتا ہوں''۔

آپ نے بیت المال سے اپنے یا اپنی اولاد کیلئے کبھی کچھ نہیں لیا، جب آپ کی وفات ہوئی تو آپ نے اپنے بچوں کیلئے کچھ نہیں چھوڑا، وفات کے وقت آپ نے اپنی اولاد کو جمع کیا آپ کی آنکھیں پرنم تھیں اور آپ فرما رہے تھے:

''بیٹو! دو ہی صورتیں تھیں، یا تو تمہارا باپ جہنم کا لقمہ بنتا یا تمہارے لئے فقر و فاقہ چھوڑ جاتا، میں نے دوسری صورت اختیار کی میں تمہارا معاملہ خدا کے سپرد کرتا ہوں''۔

اس وقت عمر بن عبدالعزیز کے پاس مسلمہ بن عبدالملک موجود تھے، انہوں نے چالیس ہزار درہم حضرت کو ہبہ کر دیئے، تاکہ یہ رقم اپنی اولاد میں تقسیم کر دیں۔

مسلمہ نے یہ رقم دیتے وقت کہا: ''میں خوشی سے یہ رقم پیش کر رہا ہوں''۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا:

''میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ یہ رقم تم ان لوگوں میں تقسیم کر دو جن سے ظلم و جور کر کے تم نے یہ رقم حاصل کی تھی''۔

پھر آپ نے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے آنکھیں بند کر لیں، یہ واقعہ ۱۰۱ھ کا ہے آپ نے دو برس اور پانچ مہینے تک خلافت کی۔

☆......☆......☆

دیانت کی انتہا

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا واقعہ مشہور ہے کہ آپ ایک رات، رعیت کے کوائف و حالات کا مطالعہ چراغ کی روشنی میں کر رہے تھے، اتنے میں غلام آیا اور وہ باتیں کرنے لگا، یہ باتیں امورِ خانہ داری سے متعلق تھیں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے فرمایا:

"پہلے چراغ بجھا دو، پھر باتیں کرو، اس لئے کہ یہ تیل مسلمانوں کے بیت المال کا ہے، اس کا استعمال صرف مسلمانوں کے مفاد ہی کے سلسلہ میں جائز ہو سکتا ہے"۔

☆......☆......☆

خلیفہ کی بیٹیاں

حضرت عمر بن عبدالعزیز کا ایک خادم بیت المال کا خازن تھا عرفہ کے دن ایک مرتبہ حضرت کی صاحبزادیاں تشریف لائیں اور فرمایا:

"کل عید ہے، دوسری عورتیں ہمیں ملامت کریں گی کہ تم امیر المؤمنین کی لڑکیاں ہو، لیکن تمہارے پاس سفید کپڑے تک نہیں جو آج کے دن پہن سکو"۔

یہ کہہ کر وہ رونے لگیں۔

یہ باتیں سن کر حضرت کا دل بھر آیا، آپ نے اپنے غلام کو بلایا اور اس سے کہا: "تم میری ایک مہینہ کی تنخواہ لا دو"۔

خازن نے کہا: "یا امیر المؤمنین وہ تو پہلے ہی آپ لے چکے ہیں، کیا آپ کو امید ہے کہ آپ ایک مہینہ تک زندہ رہ سکیں گے، جو ایک مہینہ کی پیشگی تنخواہ طلب کر رہے ہیں؟"

Marfat.com

یہ باتیں سن کر حضرت نے کہا:

بَارَکَ اللّٰہُ، تو نے بڑی اچھی اور سچی بات کہی"۔

پھر حضرت اپنی صاحبزادیوں کی طرف متوجہ ہوئے، جو اس انتظار میں بیٹھی تھیں کہ روپے لے کر گئیں پھر ان سے آپ نے فرمایا:

"بیٹیو! اپنی خواہشوں کو روکو، کیونکہ جنت میں کوئی شخص اس وقت تک داخل نہیں ہوسکتا جب تک وہ کچھ قربانی نہ کرے"۔

☆......☆......☆

کون بازی لے گیا؟

مروان بن ابی حفصہ کا بیان ہے:

معن بن زائدہ بیان کرتے ہیں، ایک زمانہ میں خلیفہ منصور نے مجھے طلب کیا اور اس شخص کیلئے جو مجھے اس کے پاس لے جائے مالی انعام بھی مقرر کیا میں اس شدّتِ طلب سے بہت گھبرایا ہوا تھا، آخر میں اپنا بھیس بدل کر ایک اونٹ پر بیٹھا، اور بادیہ کی راہ لی، تاکہ وہیں مقیم ہو جاؤں اور کسی کے ہاتھ نہ آسکوں۔

جب میں باب حرب پہنچا، جو بغداد کا ایک محلّہ تھا، تو میں نے دیکھا، ایک شخص، اسود تلوار حمائل کئے میرا پیچھا کر رہا تھا، جب میں آگے نکل گیا، اور تنہا رہ گیا، اس نے میرے اونٹ کی نکیل پکڑ لی اور اسے بٹھا دیا، پھر اس نے میرا ہاتھ پکڑ لیا، میں نے کہا:

"کیا بات ہے؟"

وہ بولا: "تجھ ہی کو امیر المؤمنین ڈھونڈ وا رہے ہیں؟"

میں نے کہا: "میں ایسا کیا ہوں کہ امیر المؤمنین کو میری تلاش ہوگی؟"

وہ کہنے لگا: "کیا تو معن بن زائدہ نہیں ہے؟"

میں نے جواب دیا: "خدا سے ڈرو، کہاں میں اور کہاں معن؟"

وہ گویا ہوا: "یہ باتیں چھوڑو، خدا کی قسم میں تمہیں خوب پہچانتا ہوں تم سے بھی زیادہ، جتنا

Marfat.com

تم اپنے آپ کو پہچانتے ہو اس سے بھی زیادہ"۔

جب میں نے دیکھا یہ کسی طرح میرا پیچھا نہیں چھوڑتا، میں نے اس سے کہا:

"یہ جواہر کی مالا ہے، اس کی قیمت اس انعام سے بہت ہی زیادہ ہے جو منصور نے میرے گرفتار کرلانے والے کیلئے مقرر کیا ہے۔ اسے لے لو، اور مفت میں میرا خون نہ کراؤ"۔

وہ بولا: "لاؤ وہ مالا"۔

میں نے جیب سے نکال کر وہ ہار اسے دے دیا۔

کچھ دیر تک وہ دیکھتا رہا، پھر کہا:

"اس کی قیمت کے بارے میں تم نے جو کچھ کہا بالکل ٹھیک ہے لیکن تمہیں میرے ایک سوال کا جواب دینا پڑے گا، تب ہی میں تمہیں چھوڑوں گا"۔

میں نے کہا: "کیا ہے وہ سوال؟"

وہ بولا: "لوگ تمہارے جود وسخا کی تعریف کرتے ہیں، مجھے بتاؤ، تم نے مجھے یہ ہار دے کر کیا اپنی ساری دولت بخش دی؟"

میں نے کہا: "نہیں"۔

اس نے پوچھا: "اچھا نصف؟"

میں نے جواب دیا: "آدھی بھی نہیں"۔

اس نے پھر دریافت کیا: "اچھا ایک تہائی"۔

میں نے کہا: "وہ بھی نہیں"۔

اس نے کہا: "اچھا دسواں حصہ"۔

میں نے کہا: "ہاں"۔

یہ سن کر وہ بولا: "یہ تو کوئی بڑی بات نہ ہوئی، خدا کی قسم ابوجعفر منصور ہر مہینے مجھے بیس درم تنخواہ کے دیتا ہے اور اس کی قیمت لاکھوں درم ہے، لیکن میری سخاوت دیکھو اپنے مقابلہ میں یہ ہار میں تمہیں بخشے دیتا ہوں تاکہ دنیا جان لے ہم دونوں میں زیادہ سخی کون ہے؟"

پھر اس نے وہ مالا میری گود میں ڈال دی، اونٹ کی نکیل چھوڑی اور چلا گیا۔

Marfat.com

میں نے کہا: ''اس ذلت کے مقابلے میں قتل ہو جانا بہتر تھا، تو نے جو کچھ دیا ہے وہ لے لے، میں اس سے بے نیاز ہوں؟''

وہ ہنسا اور گویا ہوا: ''تو مجھ سے زیادہ سخی بن کر مجھے جھٹلانا چاہتا ہے، واللہ میں نہیں لوں گا، اور وہ چلا گیا''۔ (ابنِ خلکان)

☆......☆......☆

ابراہیم بن ادھم

حکایت ہے کہ ابراہیم بن ادھم نے ایک باغ میں نہر کے اندر سیب بہتے ہوئے دیکھا، انہوں نے سوچا: ''اس کی کیا قیمت ہو سکتی ہے؟'' اور اسے کھالیا، کھالینے کے بعد دل میں خیال آیا کہ یہ کھالینا ناجائز اور حرام نہ ہو، یہ سوچ کر وہ باغ کے مالک کے گھر پہنچے اور دروازہ کھٹکھٹایا، ایک جاریہ باہر نکلی، ابراہیم نے کہا:

''میں باغ کے مالک سے ملنا چاہتا ہوں''۔

''وہ ایک عورت ہے'' وہ بولی۔

''اس سے کہہ دو میں ملنا چاہتا ہوں''۔

مالکہ آئی اور ابراہیم نے سیب کا سارا ماجرا اسے کہہ ڈالا، وہ کہنے لگی: ''اس باغ کا نصف حصہ میرا ہے اور نصف حصہ سلطان کا، اپنا حق تو میں معاف کرتی ہوں''۔

سلطان بلخ میں تھا، ابراہیم مسافت طے کرتے ہوئے بلخ پر پہنچے اور اس سے بھی جب معاف کرالیا، تب دم لیا۔

☆......☆......☆

Marfat.com

امانت ودیانت

نبیٔ امین

رسول اللہ ﷺ اوائل عمر ہی سے اپنے صدق اور امانت کے لحاظ سے مقبول و معروف تھے، یہ دونوں صفات انبیاء ومرسلین کے اہم ترین صفات ہیں آپ کو ساری قوم امین کے معزز نام سے یاد کرنے لگی تھی، لوگ آپ کے پاس امانتیں رکھواتے تھے، بنائے کعبہ کے وقت قریش میں اختلاف پیدا ہوا کہ حجرِ اسود کو اس کی جگہ پر کون رکھے گا، تو یہ فیصلہ ہوا سب سے پہلے کل جو شخص حرم کعبہ میں داخل ہوگا، اسی کے ذمہ یہ بار امانت ڈالا جائے گا، صبح سب سے پہلے آنحضرت ﷺ داخل حرم ہوئے یہ واقعہ نبوّت کے منصب پر سرفراز ہونے سے قبل کا ہے لوگ پکار اٹھے:

''یہ محمدؐ ہے، یہ امین ہے، ہم اسے حکم بناتے ہیں''۔

ایک شخص نے رسول اللہؐ کے بدترین دشمن ابوجہل سے پوچھا:

''یہاں میرے اور تمہارے سوا کوئی نہیں، سچ کہنا محمدؐ سچے ہیں یا جھوٹے''۔

ابوجہل نے کہا: ''خدا کی قسم محمد ﷺ صادق ہیں، محمد ﷺ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا''۔

لیکن اپنے عناد اور استکبار کے باعث وہ ایمان کی دولت سے محروم رہا۔

ہرقل نے ابوسفیان سے جبکہ وہ کافر تھے پوچھا:

''کیا محمدؐ کے دعوائے نبوّت سے پہلے بھی تم نے ان پر کذب کا الزام کبھی لگایا تھا؟''

ابوسفیان نے کہا: ''نہیں''۔

ابن ابی حارث نے مکذّبین قریش سے کہا:

''محمد ﷺ تم میں پروان چڑھا، تم نے اسے اپنے دامن میں پروان چڑھایا، وہ تم میں سب سے زیادہ سچا، سب سے زیادہ امین تھا (جس کا تمہیں اعتراف رہا) اور اب اس کی کنپٹیوں پر

Marfat.com

بڑھاپے کے سفید بال نمودار ہو چکے ہیں، وہ تمہارے پاس اسلام کی دعوت لے کر آیا۔ تو تم کہتے ہو، وہ جادوگر ہے، ساحر ہے نہیں خدا کی قسم وہ ساحر نہیں"۔

☆......☆......☆

امانت کا امتحان

عبداللہ بن عمرؓ ایک غلام چرواہے کے پاس سے گزرے، جو اپنے آقا کی بکریاں چرا رہا تھا ارادہ کیا کہ اس کی امانت کا امتحان لیں، پوچھا:

"ان میں سے کوئی بیچو گے؟"

وہ بولا: "مالک یہاں نہیں ہے"۔

ابن عمرؓ نے کہا: "دے دو، کہہ دینا بھیڑیا کھا گیا"۔

راعی نے جواب دیا: "خدا سے ڈرو"۔

عبداللہ بن عمر اس واقعہ سے اتنے متاثر ہوئے کہ اس غلام کو اس کے مالک سے خرید لیا، اور پھر اسے آزاد کر دیا، بکریوں کا گلہ بھی خرید لیا، اور اس آزاد کردہ غلام کو ہبہ کر دیا۔

☆......☆......☆

ابوعبیدہ بن الجراحؓ

روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ بن خطاب نے ابوعبیدہؓ کو چار ہزار درم اور چار دینار بھیجے اور قاصد سے کہہ دیا:

"دیکھنا ابوعبیدہ کیا کرتے ہیں؟"

قاصد نے واپس آ کر بیان کیا: "انہوں نے ساری رقم تقسیم کر دی"۔

حضرت عمرؓ نے پھر اتنی رقم حضرت معاذؓ کو بھیجی اور قاصد سے کہہ دیا: "دیکھنا معاذؓ کیا تے ہیں؟"

قاصد نے واپس آ کر کہا: "ساری رقم تقسیم کر دی، سوائے ایک چیز کے جس کی ان کی

بیوی کو ضرورت تھی"۔

حضرت عمرؓ یہ سن کر بہت خوش ہوئے۔

یہ وہی حضرت ابو عبیدہؓ ہیں جن کے بارے میں آنحضرت ﷺ نے اہلِ نجران کے ایک وفد سے فرمایا تھا:

"میں تم میں سے ایک آدمی کو بھیج رہا ہوں، جو بہت اچھا امین ہے"۔ (آپ نے یہ الفاظ تین مرتبہ فرمائے)۔ (طبقات کبیر)

☆.....☆.....☆

امین تاجر

ابنِ خریف بیان کرتے ہیں:

"میرے والد مجھ سے کہتے تھے، میں نے احمد بن حسب دلاّل کو کچھ کپڑے دیتے اور کہا:

"ان کپڑوں کو فروخت کرآؤ، لیکن ان میں جو عیب ہے وہ خریدار سے بیان کر دینا، میں نے ایک کپڑے کا داغ بھی دکھا دیا"۔ وہ چلا گیا دن ڈھلے واپس آیا، اور قیمت مجھے دے دی، اور کہا:

"اتنے دیناروں میں، میں نے ایک نو وارد عجمی کے ہاتھ فروخت کر دیا"۔

میں نے کہا: "کیا تم نے کپڑے کا عیب بھی دکھایا تھا؟"

وہ بولا: "نہیں میں بھول گیا"۔

میں نے کہا:

لا جزاکَ اللہ خیرا "چل میرے ساتھ"۔

میں اس کے ساتھ ساتھ چلا، ہم اس کی قیام گاہ پر پہنچے، مگر وہ نہیں ملا، ہم نے پوچھ گچھ کی، تو پتہ چلا، وہ حجاج کے ایک قافلہ کے ساتھ مکہ روانہ ہو گیا۔

میں نے دلاّل سے اس آدمی کا حلیہ پوچھا، پھر فوراً ایک سواری کرایہ پر لی اور قافلہ سے جا کر مل گیا، وہاں اس آدمی کو تلاش کیا، وہ مل گیا، میں نے کہا:

آپ نے کل فلاں کپڑا دلاّل سے خریدا تھا، اس میں ایک عیب تھا، وہ واپس کر دیجئے اور

Marfat.com

اپنے دام لے لیجئے‘‘۔

وہ اٹھ کھڑا ہوا، کپڑا نکال لایا، داغ دیکھا اور کہا:

’’اے شیخ دینار نکالئے‘‘۔

میں نے اس کے دیناروں کو نہ پرکھا تھا، نہ گنا تھا، نکال کر ویسے کے ویسے دے دیئے، وہ بولا:

’’میں نے بھی کھوٹے سکے دیئے تھے‘‘۔

پھر اس نے وہ پھینک دیئے اور کھرے سکے دے دیئے۔

☆......☆......☆

امانت دار فقیر

ایک فقیر مصر کی جامع مسجد کے قریب پر بیٹھا بھیک مانگ رہا تھا، کچھ دولت مند لوگ ادھر سے گزرے، اس نے دستِ طلب دراز کیا، مگر کچھ نہ ملا۔

ان لوگوں میں سے ایک کی جیب سے ایک تھیلی گر پڑی جس میں پانچ سو دینار تھے، ان کے جانے کے بعد فقیر کی نظر پڑی، اس نے اٹھا کر رکھ لی، اور مٹی کے نیچے چھپا دی، اتنے میں دیناروں کا مالک آیا، اس نے فقیر سے کہا:

’’یہاں میری ایک تھیلی رہ گئی ہے اس میں پانچ سو دینار تھے، تجھے تو نہیں ملی؟‘

فقیر نے کہا: ’’ملی ہے‘‘۔

پھر اس نے وہ تھیلی پیش کر دی۔

وہ شخص بہت خوش ہوا، کہا:

’’اب میں تجھے پندرہ دینار دوں گا‘‘۔

وہ بولا: ’’میں نے آپ سے ایک چیز بطور احسان کے مانگی تھی، لیکن اب کچھ نہیں لوں گا، کیوں کہ اب اگر کچھ قبول کروں تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ دین دے کر دنیا لے لوں۔

وہ شخص شرمندہ ہو کر چپ چاپ واپس چلا گیا۔

☆......☆......☆

Marfat.com

جود وسخا

حضرت عثمانؓ کی دریادِلی

روایت ہے کہ: سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب دیکھا، کہ رسول اللہ ﷺ غزوۂ تبوک کی تیاریاں فرما رہے ہیں اور بیت المال میں اتنا روپیہ نہیں ہے کہ جنگ کی تیاریاں اور سازوسامان مکمل ہو سکے، تو آپ ﷺ نے سامانِ جنگ کی فراہمی اور تیاری میں مالی حصہ لیا ایک ہزار اونٹ ساٹھ گھوڑے اور دس ہزار دینار آنحضرت ﷺ کی خدمت میں اپنی طرف سے پیش کیے۔

آنحضرت نے یہ پیشکش قبول کر لی اور فرمایا:

''اے اللہ! عثمان سے راضی ہو، میں بھی اس سے راضی ہوں''۔

☆......☆......☆

مدینہ کا قحط

سیّدنا ابوبکر کے دور خلافت میں ایک مرتبہ سخت قحط پڑا، یہاں تک کہ لوگ بھوک سے مرنے لگے، اسی زمانہ میں حضرت عثمانؓ کا کاروانِ تجارت شام سے آیا، جس میں چربی، زیت، منقیٰ وغیرہ تھے، اور یہ سب ایک ہزار اونٹ میں تھے، یہ سب چیزیں آپ کے گھر میں جیسے ہی پہنچیں، بہت سے تاجر آئے اور کہا:

''یہ سب چیزیں ہمارے ہاتھ فروخت کر دیجئے''۔

آپ نے پوچھا: ''کتنا نفع دو گے؟''

وہ بولے: ''ہر درم پر پانچ درم''۔

آپ نے فرمایا: ''میں تو ہر درم پر دس سے بھی زیادہ لینا چاہتا ہوں''۔

Marfat.com

لوگوں نے کہا: "یہ تو غبن فاحش ہے"۔

آپ نے فرمایا: "اللہ نے وعدہ کیا ہے کہ ہر درم کے بدلے دس درم دے گا۔ تم زیادہ دو تو بات کرو۔

وہ بولے: "نہیں ہم نہیں دے سکتے"۔

حضرت نے کہا: "گواہ رہنا یہ مال میں صدقہ کرتا ہوں"۔

پھر اُسے فقرائے اہل مدینہ میں تقسیم کر دیا۔

☆......☆......☆

دریا دِلوں کی کہانیاں

(۱)

خالد بن عبداللہ القسری بہت سخی اور فیاض تھے ان کے ایک دوست نے انہیں خط لکھا، جس میں انہیں ترغیب دی کہ وہ اپنا ہاتھ روکیں، اور زمانہ کے انقلابات سے ڈریں۔

خالد نے جواب دیا:

"تم مجھے اس چیز سے ڈراتے ہو، جو سلامتی کی بنیاد ہے، اس چیز سے روکتے ہو، خدا نے جسے واجب کیا ہے؟ میں حق کا راستہ ترک نہیں کر سکتا، اگرچہ ایسے ہی انقلابات آئیں"۔

---

(۲)

محمد بن عمر ایک سخی اور جواد شخص تھے، ایک اعرابی نے ان کے ہاتھ میں انگشتری دیکھی اور طلب کر لی، محمد نے انگوٹھی دیتے ہوئے کہا:

"اس کے نگینہ کی حفاظت کرنا اس کی قیمت سو دینار ہے"۔

اعرابی نے نگینہ نکال کر محمدؒ کے ہاتھ پر رکھ دیا اور کہا:

"یہ آپ کو مبارک، مجھے تو صرف چاندی چاہیے"۔

Marfat.com

محمد نے کہا: ''خدا کی قسم تو مجھ سے زیادہ سخی ہے''۔

---

(۳)

حاتم طائی کی بہن بھی بہت سخی تھی، جو کچھ ہاتھ آتا، سب خرچ کر دیتی، کچھ باقی نہ رہتا، اس کے بھائیوں نے ایک مرتبہ اسے ایک کوٹھڑی میں قید کر دیا، اور کھانے پینے کو بھی نہیں دیا، ایک آدھ دن کے بعد اسے یہ سمجھ کر رہا کر دیا کہ اب فقر اور بھوک کا اسے احساس ہو گیا ہوگا، لہٰذا فضول خرچی نہیں کرے گی۔

رہا ہونے کے بعد اس نے ایک سائلہ کو دیکھا، اور اسے اپنا سارا مال دے دیا، کہنے لگی: ''میں نے جو تکلیفیں اٹھائی ہیں، ان کے بعد میں کسی مصیبت زدہ کیلئے ہاتھ روک نہیں سکتی''۔

☆......☆......☆

صلاح الدین ایوبیؒ

حکایت ہے کہ:

بادشاہ صلاح الدین ایوبی نے جنگِ حطین (۵۸۳ھ) میں جب بادشاہ فرنگ اور اس کے بھائی کو مع والی کرک کے گرفتار کر لیا، تو سب کو اپنے سامنے طلب کیا۔

ارناط (صاحب کرک) بڑا ملعون کافر تھا، اور بہت جابر و سنگدل اس نے مسلمانوں کے ایک قافلہ کے مردوں اور عورتوں پر بڑے عذاب توڑے تھے، اور انہیں طرح طرح کے عذاب دیئے تھے اور کہا تھا:

''اپنے محمد ﷺ سے کہو وہ تمہیں بچالے''۔

یہ خبر جب سلطان صلاح الدین ایوبی کو پہنچی، تو اس نے قسم کھائی تھی کہ وہ ارناط کو قتل کر کے رہے گا، اب جب وہ گرفتار ہوا تو اس کا عزم قتل پر تازہ کیا، فوراً اسے اور بادشاہ فرنگ کو مع اس کے بھائی کے طلب کیا، بادشاہ فرنگ کو پیاس لگی، سلطان نے اس کیلئے ٹھنڈا پانی

منگوایا اس نے پی لیا۔ پھر ان سب سے قطع نظر کر کے ارناط کی طرف مخاطب ہوا، اس نے کہا:

"اب محمد ﷺ کی مدد پہنچ گئی"۔

اور پھر اس کی گردن اڑا دی، اور خیمہ کے باہر پھینک دی،

یہ دیکھ کر بادشاہ فرنگ بہت خوف زدہ ہوا، وہ سمجھا، یہی اب مجھ پر بھی گزرے گی، سلطان نے اسے بہت تسلی دی، اسے مطمئن کیا، اور کہا:

"بادشاہ، بادشاہ کو قتل نہیں کرتے۔ لیکن یہ شخص حد سے زیادہ تجاوز کر گیا تھا"۔ پھر ارناط کے مظالم کی پوری کہانی سنائی۔

سلطان نے جب عکہ فتح کیا تو تمام اسیروں کو رہا کر دیا، اور انہیں انعام واکرام بھی دیا۔

☆......☆......☆

دشمن سے فیاضانہ سلوک

جنگِ صلیبی کے زمانہ میں سلطان صلاح الدین کے خلاف سارا یورپ اُمنڈ پڑا تھا، فرانس، انگلستان، جرمنی، تمام ممالک کے بادشاہ خود اپنی فوجوں کی کمان کرتے ہوئے بیت المقدس پر حملہ آور ہوئے تھے۔

رچرڈ شیر دل، عکا میں ۳۔ رجب المرجب ۵۸۷ھ مطابق ۲۸ فروری ۱۱۹۱ء کو پہنچا، اس کا مسلمانوں کی ایک کشتی سے سامنا ہوا، اس نے مقابلہ کیا اور تقریباً سب کو غرق کر دیا۔

کچھ دنوں کے بعد یہ بادشاہ اور فرانس کے بادشاہ فلپ، گسٹس بیمار پڑے، ان کی شرارت اور ان سے جنگ کے باوجود سلطان نے اس وقت تک جب تک یہ بیمار رہے، میوے، پھل اور برف کے رس کا مکمل انتظام اپنی طرف سے کر دیا۔

☆......☆......☆

صلاح الدین اور رچرڈ

سلطان صلاح الدینؒ نے اپنے ایک طبیب کو مع ضروری ادویہ کے رچرڈ شیر دل کے

Marfat.com

علاج کیلئے بھیجا، جو سخت بیماری میں مبتلا تھا، جب طبیب پہنچا، اس نے حاجب سے اجازت طلب کی اندر جانے کی، وہ بولا:

''بادشاہ سو رہا ہے، میں اسے نہیں جگا سکتا...... تم کیوں آئے ہو''؟

طبیب نے کہا:

''مجھے سلطان صلاح الدین نے معالجہ کیلئے بھیجا ہے''۔

دربان نے کہا:

''کیا دشمن کا طبیب بادشاہ کو اچھا کرسکتا ہے؟ اے طبیب تو واپس چلا جا، سلامتی اسی میں ہے تو تو اگر خود صلاح الدین آجائے تب بھی میں اپنے بادشاہ کو جگانے والا نہیں، نہ کہ تیرے کہنے سے تو تو محض ایک قاصد ہے''۔

طبیب نے جواب دیا:

اے حاجب! یاد رکھ ہماری قوم تجھ سے ڈٹ کر مقابلہ کر رہی ہے اور کرے گی ہم کریم الاخلاق ہیں، تجھے نفع پہنچانا چاہتے ہیں، تیرے بادشاہ کی شفایابی کے جویا ہیں، جا اپنے آقا کے پاس، اور اس سے اجازت طلب کر، ممکن ہے اس کی شفا میرے ہاتھ پر لکھی ہو، ...... کتنے تعجب کی بات ہے میں تمہارے بادشاہ کی شفایابی چاہتا ہوں، لیکن تم نہیں چاہتے، یہ کتنے شرم کا مقام ہے، کوئی شک نہیں تم ڈرتے ہو، لہٰذا تم کسی نعمت کے مستحق نہیں ہو میرے آقا صلاح الدین نے غلطی کی جو مجھے یہاں بھیجا......''۔

حاجب نے کہا:

''ہم اپنی جان کیلئے نہیں ڈرتے، لیکن اپنے بادشاہ کیلئے بیشک ڈرتے ہیں''۔

بادشاہ رچرڈ نے یہ باتیں سن لیں اور پکارا:

''کون باتیں کر رہا ہے؟ کیوں اے دربان تو یہ چاہتا ہے کہ مجھے جگا کر تکلیف پہنچائے''۔

دربان بولا:

''نہیں میرے آقا............ یہ طبیب آیا ہے، جسے سلطان صلاح الدین نے بھیجا ہے، بڑی دیر سے یہ جھگڑ رہا ہے، یہ اندر آنا چاہتا ہے، اور میں منع کرتا ہوں''۔

رچرڈ شیر دل نے کہا:

''جسے صلاح الدین نے بھیجا ہے، اسے تو میرے پاس آنے سے روک رہا ہے؟...... اے طبیب تو میرے پاس آ، میں تیرے سلطان کا اداشناس ہوں، وہ ہر اعزاز و اکرام کا مستحق ہے، اس کا بھیجا ہوا قاصد بھی ہر عزت اور کرامت کا حق دار ہے، تو یقیناً میرا مرض اچھا کر دے گا، حالانکہ تو میرے بدترین دشمن کا بھیجا ہوا طبیب ہے...... کیا واقعی تجھے سلطان نے بھیجا ہے؟ کیا واقعی وہ اتنا اچھا آدمی ہے؟...... لیکن اس کی ضمانت کون دے گا کہ تو اپنے دعوے میں سچا ہے؟''

طبیب نے کہا:

''میرا تیرے پاس آنا ہی سب سے بڑی ضمانت ہے، اے بادشاہ! میں تیرا دشمن ہوں تو مجھ سے ڈرتا ہے، میں تجھ سے ڈرتا نہیں، تو جانتا ہے میرا آقا، سلطان صلاح الدین سچا ہے، وہ جھوٹ نہیں بولتا، وہ تیرے خیال سے نہیں ڈرتا، وہ اس کا محتاج نہیں کہ تجھے زہر دے کر مارے، وہ چاہتا ہے کہ تو اچھا ہو جائے، وہ نہیں چاہتا تو بستر پر مرے، وہ چاہتا ہے تو جنگ کے میدان میں مرے، جو بہادروں کے مرنے اور جان دینے کی بہترین جگہ ہے''۔

رچرڈ نے کہا:

''اے طبیب تو نے سچ کہا، آ، اور جو تیرا جی چاہے کر......''۔

پھر اپنے حاجب سے کہا:

''اگر میں اچھا ہو جاؤں تو اس شخص کو پورا پورا انعام ملے، اگر مر جاؤں تو میرے خون کا اس سے کوئی مطالبہ نہ کرے''۔

طبیب نے دوا پلائی اور بالآخر بادشاہ اس کے علاج سے اچھا ہو گیا۔

☆......☆......☆

شجاعت وشہامت

شجاعتِ رسولؐ

آنحضرت ﷺ کی شجاعت اور دلیری سب سے بڑھی ہوئی تھی، حضرت علیؓ فرماتے ہیں:
میدانِ جنگ میں جب خطرہ بڑھ جاتا تھا تو ہم رسول اللہ کے دامن سے لگ جاتے تھے وہ دشمن سے، سب سے زیادہ قریب رہتے تھے"۔
جنگِ بدر میں ابی بن خلف آپؐ کے قریب آیا اور پکارا:
"محمد کہاں ہیں؟ میں انہیں قتل کروں گا"۔
یہ کہہ کر وہ حملہ کرنے کیلئے آنحضرت ﷺ کی طرف لپکا۔
صحابہؓ آپ کے اور اس کے مابین حائل ہو گئے، مگر آپ ﷺ نے فرمایا: "اسے آنے دو، اسے راستہ دے دو"۔
پھر آپ ﷺ نے ایک صحابی سے حربہ لے لیا اور اس پر وار کیا، وہ وار کھا کر گر گیا اور ہلاک ہو گیا۔ آنحضرت ﷺ نے اپنی ساری زندگی میں، اس شخص کے علاوہ کسی کو قتل نہیں کیا۔

☆......☆......☆

حضرت علیؓ کی بہادری

غزوۂ خندق میں عرب کا بہت بڑا اور مشہور پہلوان عمر بن عبدود میدان میں آیا اور نعرہ زن ہوا:
"ہے کوئی لڑنے والا؟"
حضرت علیؓ کھڑے ہوئے اور کہا:
"یا رسول اللہ! (ﷺ) میں جاؤں گا"۔

Marfat.com

آپ ﷺ نے فرمایا: ''بیٹھ جاؤ، جانتے نہیں یہ عمرو ہے''۔

دومرتبہ اس کے بعد پھر عمرو نے مبارز طلبی کی، ہر مرتبہ آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ کو یہی کہہ کر بٹھادیا، اب کی بار حضرتؓ نے کہا: ''میں لڑوں گا، اگرچہ وہ عمرو ہی کیوں نہ ہو''۔

''رسول اللہ نے اجازت دے دی، اپنی شمشیر عطا فرمائی، پھر اپنا عمامۂ مبارک آسمان کی طرف اٹھا کر ان کی کامیابی کیلئے دعا فرمائی'':

حضرت علیؓ عمرو کے سامنے پہنچے، وہ آپ کو پہچان نہ پایا، کیونکہ وہ لوہے میں غرق تھا، اس نے کہا: ''تم کون ہو؟''

آپؓ نے فرمایا: ''علی''۔

وہ بولا: ''ابن عبد مناف؟''

فرمایا: ''علی ابن ابی طالب''۔

عمرو نے کہا: ''اے ابنِ اخی کسی اور کو بھیج جو تجھ سے زیادہ مضبوط اور توانا ہو، میں تیرا خون بہانا نہیں چاہتا، کیونکہ تیرا باپ میرا دوست تھا''۔

حضرت علیؓ نے فرمایا: ''خدا کی قسم تیرا خون بہانے میں مجھے ذرا بھی تامل نہ ہوگا''۔

عمرو کو غصہ آگیا، اور وہ لڑنے کو تیار ہوگیا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا:

''میں کس طرح مقابلہ کروں جب کہ تو گھوڑے پر سوار ہے، اور میں پیادہ پا ہوں؟ میرے ساتھ تو بھی زمین پر آجا''۔

عمرو گھوڑے سے اتر آیا، دونوں ایک دوسرے سے گتھ گئے، عمرو نے وار کیا حضرت علیؓ کا سر، مبارک زخمی ہوگیا، حضرت علیؓ نے وار کیا گردن پر وہ اڑگئی، مسلمانوں نے جوش میں آکر نعرۂ تکبیر بلند کیا۔

☆......☆......☆

فاتح خیبر

غزوۂ خیبر کے موقع پر، آنحضرت ﷺ نے ہر روز ایک صحابی کو قلعۂ یہود سر کرنے کیلئے

Marfat.com

بھیجا، لیکن کوئی فتح نہ کر سکا۔

ایک روز آپؐ نے فرمایا:

''کل میں اس شخص کو جھنڈا دوں گا، جسے اللہ اور اس کا رسول چاہتے ہیں اللہ اسی کے ہاتھ پر فتح دے گا''۔

دوسرے روز آپؐ نے حضرت علیؓ کو طلب کیا، آپؓ آشوبِ چشم میں مبتلا تھے۔ آنحضرت ﷺ نے اپنا لعابِ دہن آپ کی دونوں آنکھوں پر لگایا، پھر ارشاد فرمایا:

''یہ جھنڈا لو اور آگے بڑھو، یہاں تک کہ خدا تمہیں فتح دے''۔

پھر آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ کی کامیابی کیلئے دستِ دعا بلند کئے، حضرت علیؓ جھنڈا لے کر آگے بڑھے اور قلعہ کے نیچے پہنچے، قلعہ والے مقابلہ کیلئے نکلے ایک بہادر سامنے آیا جسے آپ نے قتل کر دیا، پھر مقتول کا بھائی مقابلہ کیلئے آیا، اس نے آتے ہی زوردار حملہ حضرت علیؓ پر کیا۔ حضرت علیؓ نے قلعہ کا دروازہ اکھاڑ ڈالا، اور جھپٹ کر اس پر حملہ کر کے قتل کر دیا، آپ لڑ رہے تھے، اور وہ دروازہ آپ کے ہاتھ میں تھا، یہاں تک کہ خدا نے آپ کو فتح مرحمت فرمائی، پھر آپ نے اسے اپنی پیٹھ کے پیچھے پھینک دیا۔

اس دروازہ کا طول اسی بالش تھا۔ اس کے اٹھانے کی ساٹھ آدمیوں نے کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکے۔ اس سے حضرت علیؓ کی فرطِ قوت اور فرطِ شجاعت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

☆......☆......☆

ہادی اور ایک خارجی

خلیفہ عباسی ہادی، اپنے گدھے پر سوار ہو کر نکلا، اپنے ایک باغ میں پہنچا، خالی ہاتھ تھا، تلوار تک پاس نہیں تھی، بعض مصاحب ساتھ تھے، اتنے میں اطلاع ملی کہ فلاں باغی خارجی کو، آپ کے سپاہیوں نے گرفتار کر لیا، ہے، ہادی نے فوراً اسے حاضر کرنے کا حکم دیا، وہ لایا گیا، دو آدمی جو مسلح تھے اسے پکڑے ہوئے تھے، خارجی نے جب ہادی کو دیکھا تو زور لگا کر خود کو چھڑا لیا، اور ایک آدمی سے تلوار چھین کر ہادی کی طرف حملہ کرنے کیلئے بڑھا یہ منظر دیکھ کر سب

Marfat.com

بھاگ کھڑے ہوئے، لیکن ہادی نے اپنی جگہ سے جنبش بھی نہیں کی، یہاں تک کہ خارجی بہت قریب آگیا اور تلوار سونت لی کہ ایک ہی وار میں خاتمہ کر دے۔

ہادی نے خارجی کے پسِ پشت اشارہ کرتے ہوئے کہا:

''اے غلام اس کی گردن اڑا دے''۔

حالانکہ وہاں کوئی غلام نہیں تھا لیکن یہ آواز سن کر خارجی نے پیچھے مڑ کر دیکھا ہادی جلدی سے اترا اور خارجی کی گردن پکڑ لی پھر اسی سے تلوار چھین لی، اور اسی تلوار سے اسے قتل کر دیا۔

قتل کرنے کے بعد وہ اپنے گدھے پر سوار ہوا، اب بھگوڑے ایک ایک کر کے جمع ہونے لگے، سب کے خوف و دہشت کے باعث چہرے اترے ہوئے تھے، رنگ زرد تھا، لیکن ہادی نے کسی سے باز پرس نہیں کی، لیکن یہ اصول بنالیا، کہ پھر کبھی تلوار لئے بغیر باہر نہیں نکلا۔

☆......☆......☆

خدا کا شکر

عمرو بن علا خلیفہ ہشام سے ملنے کیلئے چلا، راستہ میں اس کے پاؤں میں کوئی زہریلا مادہ پیدا ہو گیا، جب وہ شام پہنچا تو زہر سارے بدن پر حاوی ہوتا جارہا تھا۔

خلیفہ نے اطبا کو بلایا، ان سب نے بالاتفاق رائے دی کہ جب تک پاؤں کاٹا نہیں جائے گا صحت نہیں ہوسکتی، لوگوں نے بے ہوش کرنے کی تیاریاں کیں، عمرو نے کہا:

''خدا کی قسم میں یہ نہیں چاہتا کہ ذکر خدا سے غافل رہوں''۔

جب ٹانگ کاٹی گئی تو نظر آسمان کی طرف اٹھائی اور کہا:

''اے اللہ! اگر چہ تو نے میرا ایک عضو لے لیا، لیکن ابھی دوسرے اعضاء تو باقی ہیں''۔

ابھی وہ یہ بات ختم نہیں کر پائے تھے کہ خبر ملی کہ ان کا بیٹا چھت سے نیچے گر پڑا اور مر گیا، انہوں نے پھر آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی اور کہا:

''اے اللہ! اگر چہ تو نے میرا ایک بیٹا لے لیا، لیکن تیرے دیئے ہوئے دوسرے بیٹے تو موجود ہیں، اے اللہ! ہر حالت میں تیرا شکر ہے''۔

Marfat.com

اقتصاد اور میانہ روی

حضرت عمرؓ کا سوال!

حکایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ بعض صالحین سے دریافت کیا:

''کیا تم مجھ میں کوئی ایسی بات دیکھتے ہو جو تمہیں ناپسند ہو؟''

ایک نے کہا: ''ہاں'' .... تمہارے دسترخوان پر دو روٹیاں ہوتی ہیں، تمہارے پاس دو قمیض ہیں، ایک دن کیلئے، ایک رات کیلئے''۔

حضرت نے پوچھا: ''کچھ اور''۔

جواب ملا: ''نہیں''۔

آپ نے کہا: ''خدا کی قسم اب ایسا کبھی نہیں ہوگا''۔

چنانچہ حضرت عمرؓ نے یہ طریقہ ترک کر دیا، اس لئے کہ یہ اسراف وتبذیر کی حد تک پہنچتا تھا وہ اس لئے کہ اپنے پاس کوئی زیادہ چیز نہیں رکھنا چاہتے تھے کہ وہی مسلمانوں کے کام آئے۔

☆......☆......☆

خلیفہ منصور

خلیفہ منصور خرچ کرنے کے معاملہ میں بہت محتاط تھا اس نے اپنی اسی جزرسی کی بدولت خزانوں کو لبالب بھر رکھا تھا، یہ ساری دولت وہ اپنے بیٹے مہدی کیلئے چھوڑ گیا، تا کہ وہ اطمینان اور دل جمعی کے ساتھ حکومت کر سکے، حکومت کی توسیع واستحکام کے سلسلہ میں جتنا چاہے خرچ کرے اور کبھی یہ اندیشہ نہ ہو کہ روپیہ ختم ہو جائے گا، یا کم پڑ جائے گا۔

چنانچہ مہدیؒ نے اس دولت سے پورا فائدہ اٹھایا اور اپنی حکومت کے قیام واستحکام کیلئے بے دریغ روپیہ صرف کیا اور بڑی شان سے حکومت اور فرماں روائی کی۔

Marfat.com

جزرسی کا نتیجہ

حکایت ہے کہ:

محمد بن حمزہ بہت فضول خرچ تھا، اس کے والد نے بہت زیادہ دولت اس کیلئے چھوڑی تھی۔ لیکن اس نے اپنی فضول خرچی کے باعث یہ ساری دولت بہت مختصری مدت میں ختم کر دی اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ ایک ایک پیسہ کو محتاج ہو گیا اور سوال کی ذلت تک برداشت کرنا پڑی۔

محمد بن حمزہ کے چچازاد بھائی کا انتقال ہوا اس کا کوئی وارث نہیں تھا وہ محمد کیلئے سو درم بطور ترکہ کے چھوڑ گیا، محمدؒ نے یہ رقم لے لی اور اللہ کا شکر ادا کیا۔

اور پھر اتنی احتیاط سے زندگی بسر کی رفتہ رفتہ وہ بڑا مالدار بن گیا، اور ساری عمر اسی طرح بسر کرتا رہا۔

☆......☆......☆

فقیر اور خراج

ایک فضول خرچ دولت مند سے ایک فقیر نے کہا:

''ایک دینار مجھے عطا کیجئے''۔

دولت مند کو بہت حیرانی ہوئی اس نے کہا: ''تم اتنا زیادہ مجھ سے کیوں مانگتے ہو؟ حالانکہ دوسروں سے کم ہی طلب کرتے ہو؟''

فقیر نے جواب دیا: ''دوسرے لوگوں سے مجھے امید ہے کہ پھر دوبارہ بھی ان سے مجھے کچھ نہ کچھ ملے گا، لیکن آپ کا ہاتھ تو کھلا ہوا ہے، لہٰذا آئندہ آپ سے بھیک ملنے کی توقع نہیں ہے، کیونکہ آپ خود مفلس ہو چکے ہوں گے''۔

وہ شخص ان باتوں سے بہت متاثر ہوا، اور پھر احتیاط و جزرسی کی زندگی بسر کرنے لگا۔

☆......☆......☆

Marfat.com

صاف جواب!

حسن بن سہل، خلیفہ مامون کا وزیر بہت سخی اور جواد تھا بے دھڑک لوگوں کو عطا یا دیتا رہتا تھا، ایک مرتبہ ایک اعرابی نے اسے لکھا:

''اے حسن یہ راستہ احسان کا نہیں، جو تو نے اختیار کر رکھا ہے کیا تجھے نہیں معلوم کہ اسراف میں کوئی بھلائی نہیں''؟

حسن نے اعرابی کو جواب دیتے ہوئے لکھا:

''کیا تجھے نہیں معلوم کہ بھلائی میں اور نیکی میں اسراف ہوتا ہی نہیں؟''

☆......☆......☆

عجیب سوال

امام ابو یوسفؒ کی مجلس میں ایک شخص پابندی سے حاضر ہوا کرتا تھا، لیکن خاموش بیٹھا رہتا تھا، نہ کبھی سوال کرتا تھا نہ بات کرتا تھا، ایک روز امام صاحب نے اس سے پوچھا:

''کیا بات ہے نہ تم کوئی بات کرتے ہو، نہ سوال پوچھتے ہو؟''

وہ کہنے لگا:

''قاضی صاحب یہ بتایئے، روزہ کب افطار کرنا چاہیے؟''

قاضی صاحب نے فرمایا:

''جب آفتاب غروب ہو جائے''۔

اس نے پوچھا:

''اگر سورج آدھی رات تک نہ غروب ہو تو؟''

قاضی صاحب مسکرائے اور فرمایا:

''بے وقوف آدمی کیلئے خاموش رہنا ہی اس کی زینت ہے''۔

☆......☆......☆

Marfat.com

سچا بیٹا

ایک تاجر کا انتقال ہوگیا، اس نے بہت سی دولت اپنے پیچھے چھوڑی، اس کا ایک ہی لڑکا تھا، جو وارث ہو سکتا تھا، لیکن وہ عرصہ سے لاپتہ تھا اور اب کسی کے ذہن میں اس کی صورت اور یاد بھی باقی نہیں رہی تھی۔

ایک عرصہ کے بعد تین نوجوانوں نے مرحوم تاجر کا بیٹا ہونے کا دعویٰ کیا، یہ تینوں قاضی کے پاس آئے اور اپنا مقدمہ پیش کیا، قاضی نے مرحوم تاجر کی تصویر منگوائی اور کہا:

''جو اس تصویر پر بندوق کا ٹھیک نشانہ لگائے گا وہی وارث قرار پائے گا''۔

تینوں میں سے دو تو تیار ہو گئے، لیکن تیسرا پریشان ہو گیا، اس کے چہرے پر غم و فکر کے آثار نمایاں ہو گئے، اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے،

اس نے کہا: ''ناممکن ہے کہ میں اپنے باپ کی تصویر کو نشانہ بناؤں، خواہ وہ ایک کاغذ ہی پر کیوں نہ ہو، مجھے پرواہ نہیں اگر میری میراث ضائع ہو جائے''۔

قاضی نے سمجھ لیا یہی اس کا بیٹا اور حقیقی وارث ہے، اور میراث کا اسی کیلئے فیصلہ کر دیا۔

☆......☆......☆

حضرت سلیمانؑ کا فیصلہ!

دو عورتیں کہیں جا رہی تھیں، دونوں کی گود میں ان کے بچے تھے۔ راستہ میں ایک بھیڑیا ملا، اس نے ایک بچے کو ہلاک کر دیا، اب صرف ایک بچہ رہ گیا اس پر ان دونوں میں جھگڑا ہونے لگا، ایک کہتی یہ میرا بچہ ہے، دوسری کہتی نہیں میرا ہے، یہ دونوں اسی طرح جھگڑتی ہوئی حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس پہنچیں، انہوں نے ان دونوں کی ساری داستان سن کر فرمایا:

''مجھے چھری دو، میں اس بچہ کے دو ٹکڑے کروں گا، اور تم دونوں کو ایک ایک دوں گا؟''

ایک عورت بولی: ''کیا آپ اسے کاٹ ڈالیں گے یا نبی اللہ؟''

آپ نے فرمایا: ''ہاں''۔

Marfat.com

وہ کہنے لگی: "لیکن مجھے میں اپنے ذمہ سے تجرید ہو رہی ہوں۔"

حضرت نے فرمایا: "اے جاریہ تو آزاد ہے۔"

☆......☆......☆

یزید اور معاویہ

ایک مرتبہ امیر معاویہ اپنے بیٹے یزید کی کسی غلطی کے باعث بہت خفا ہو گئے کچھ روز بعد انہوں نے احنف بن قیس کو طلب کیا اور کہا:

"تم اولاد کے بارے میں رائے دو۔ وہ کیا خیال ہے تمہارا اولاد کے متعلق؟"

احنف نے یہ سوال سن کر بڑی سنجیدگی سے کہا:

"ہماری اولاد ہمارے دل کا پھل ہے، ہماری پیٹھ کا سہارا ہے ہم ان کیلئے نرم زمین ہیں اور سایہ کرنے والا آسمان ہیں، وہ جو مانگے دے دو، وہ بگڑ بیٹھے تم منا لو، ان پر غصہ نہ کرو، ورنہ تمہاری زندگی سے زیادہ موت کی طالب ہوگی؟"

معاویہ نے کہا: "تم نے بڑی اچھی باتیں کیں، میرا دل بہل گیا، بوجھ اتر گیا، یزید سے میں خفا تھا، اب میرا دل صاف ہو گیا ہے۔"

☆......☆......☆

باپ اور بیٹا

ایک باپ اپنے بیٹے سے ہمیشہ کہا کرتا تھا:

"تو کبھی فلاح نہیں پائے گا"۔

بیٹا باپ کا شہر چھوڑ کر کہیں اور ہجرت کر گیا، قسمت نے اس کا ساتھ دیا۔ وہ گورنر (والی) بنا دیا گیا، اس نے حاکم شہر کو جہاں اس کا باپ رہتا تھا، ایک فرمان بھیجا، کہ وہ اس کے والد کو فوراً گرفتار کرکے، اور ہتھکڑی بیڑی لگا کر اس کے پاس بھیج دے۔

حاکم نے فوراً حکم کی تعمیل کی جب وہ پہنچ گیا، تو بیٹے نے ملازموں سے کہا:

Marfat.com

ہتکڑی کاٹ دو، بیڑی اتار دو، حمام میں لے جاؤ، اچھے کپڑے پہناؤ، پھر میرے پاس لاؤ''۔

اس حکم کی بھی تعمیل ہوئی، جب آمنا سامنا ہوا، تو باپ سے بیٹے نے کہا: ''کیا آپ نے مجھے پہچانا؟''

وہ بولا: ''نہیں''۔

لڑکے نے کہا: ''میں آپ کا فلاں بیٹا جس کے بارے میں آپ فرمایا کرتے تھے، ''کبھی فلاح نہیں پائے گا''۔ کہیئے اب آپ کیا دیکھ رہے ہیں، اور کیا رائے ہے آپ کی؟''

باپ نے جواب دیا: ''میں اپنی رائے پر اب بھی قائم ہوں، سعادتمند بیٹے باپ سے وہ سلوک نہیں کرتے جو تو نے میرے ساتھ کیا''۔

☆......☆......☆

نالائق اولاد!

ایک دولتمند تاجر جب بوڑھا ہو گیا، اس کے قویٰ کمزور پڑ گئے اور طاقت جواب دے گئی، تو اپنا سب کچھ اپنی اولاد کو سونپ دیا، کچھ دنوں تک یہ لڑکے باپ کا مان رکھتے رہے، لیکن تھوڑے عرصے کے بعد، وہ ان پر بوجھ سا محسوس ہونے لگا، اب نہ باپ کی عزت تھی، نہ توقیر، کپڑے بناتے تھے تو بھی بہت سی باتیں بنا کے، اور کھانا کھلاتے تو بھی منہ بنا کے۔

باپ نے جب کیفیت دیکھی تو دل ہی دل میں بہت نادم ہوا کہ ناحق جوش پدری میں اپنا سب کچھ خود ہی لٹا بیٹھا، ایک روز ایک پرانا دوست بوڑھے کے پاس آیا، اور اسے بہت بڑی رقم دی، یہ رقم اس نے کبھی قرض لی تھی، اور بوڑھا اس کی وصولی سے بالکل مایوس ہو چکا تھا۔ رقم لے کر اس نے ایک مضبوط کیس میں بند کر دی اور اولاد میں سے کسی کو ایک پائی نہ دی۔

اولاد نے جو یہ دیکھا کہ باپ کے پاس پھر دولت آ گئی ہے، پھر اس کی خاطر مدارت ہونے لگی، اس کی عزت و توقیر پھر واپس آ گئی لیکن بوڑھے کو جو سبق ملا تھا وہ ایسا نہیں تھا جسے وہ فراموش کر دیتا اس نے کسی کو اس رقم میں سے کچھ بھی نہیں دیا۔

Marfat.com

جب اس کی وفات ہوئی، تو سب لڑکے صندوق کے پاس جمع ہوئے کہ دیکھیں اس میں سے کیا نکلتا ہے؟ اور جو کچھ نکلے اسے آپس میں تقسیم کرلیں، چنانچہ بڑے اشتیاق اور اہتمام کے ساتھ وہ صندوق کھولا، لیکن دیکھتے کیا ہیں اس میں سونے چاندی کے بجائے پتھر بھرے ہوئے ہیں اور ان پتھروں پر ایک رقعہ رکھا ہوا ہے، رقعہ پڑھا تو اس میں لکھا تھا:

"اللہ تعالیٰ میں یہ قدرت ہے کہ وہ نالائق اولاد کیلئے سونے کو پتھروں اور سنگریزوں میں تبدیل کردے"۔

مایوس ہوکر ان لوگوں نے وہ پتھر پھینک دیئے، واقعہ یہ تھا کہ باپ نے لڑکوں کی نالائقی سے متاثر ہوکر وہ رقم ایک یتیم خانہ کو دے دی تھی، اور صندوق میں پتھر بھر دیئے تھے۔

☆......☆......☆

سمع وطاعت

بندگی کی مثال

اسلام کی تاریخ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح، اور ان کے ہمیشہ باقی رہنے والے کارناموں کو کبھی فراموش نہیں کرسکتی۔

غزوہ بدر کا واقعہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت ابوعبیدہؓ کو جہاد کا حکم دیا حکم نبویؐ پا کروہ میدانِ جنگ میں کود پڑے، اتفاق کی بات آمنا سامنا جس حریف سے ہوا وہ کوئی اور نہیں ابوعبیدہ کے والد تھے، بیٹا اسلام لاچکا تھا باپ اب تک کفر پر قائم تھا۔ باپ کو سامنے دیکھ کر حضرت ابوعبیدہؓ ذرا بھی نہ جھجکے، مقابلہ ہوا، بیٹے نے باپ کو قتل کردیا، سرکاٹا اور رسول اللہؐ کے قدموں پر لاکر ڈال دیا۔

''یہ میرے باپ کا سر ہے جسے میں نے اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرتے ہوئے کاٹ ڈالا......''۔

☆......☆......☆

عمرؓ اور خالدؓ

حضرت خالد ''سیف اللہ'' کے لقب سے مشہور ہیں، آپ نے اسلام کے حدودِ مملکت میں بہت کافی توسیع کی، سرکارِ رسالتؐ کے دربار سے بارہا آپ کی خوشنودی کے پروانے حاصل ہوئے۔

ان ہی حضرت خالدؓ کو جو جیوش اسلامیہ کے سپہ سالار تھے عین اس حالت میں کہ شام کی جنگ جاری تھی، دفعۃً سپہ سالاری کی حیثیت سے معزول کردیا گیا۔

حضرت خالدؓ نے یہ حکم سنا، خاموشی اور اطاعت مندی سے یہ فرمان قبول کیا، اور سپہ

Marfat.com

سالار کی بجائے، ایک سپاہی کی حیثیت سے اس وقت تک لڑتے رہے جب تک کامیابی کے ساتھ جنگ ختم نہیں ہوگئی اور اسلام کا پرچم وہاں لہرانے نہیں لگا۔

☆......☆......☆

خلیفہ اور کوتوالِ شہر

عبداللہ بن مالک کہتے ہیں، خلیفہ مہدی کے زمانہ میں کوتوالی کا منصب میرے ہاتھ میں تھا، مہدی مجھے ہادی کے مصاحبوں اور ندیموں کے بارے میں حکم بھیجا کرتا تھا کہ فلاں فلاں کو گرفتار کرلو، انہیں جیل میں ڈال دو۔ ان کے ساتھ سختی کا برتاؤ کرو، کہ یہ لوگ ہادی کو بگاڑ رہے ہیں، میں خلیفہ کے احکام کی بے چون و چرا تعمیل کیا کرتا تھا، ہادی اپنے دوستوں کی مجھ سے سفارش کیا کرتا تھا، اور چاہتا تھا میں ان نو گرفتاروں کے ساتھ رعایت اور حسنِ سلوک کا برتاؤ کروں، لیکن میں نے اس کی سفارش پر کبھی توجہ نہیں کی اپنا کام کرتا رہا اور مہدی کی ہدایات پر عمل پیرا رہا۔

یہاں تک کہ وہ زمانہ آیا کہ مہدی کا انتقال ہوگیا، اور ہادی تختِ خلافت پر متمکن ہوا، اب مجھے یقین ہوگیا کہ ہلاکت میرے انتظار میں ہے، موت سے اب مجھے کوئی نہیں بچاسکتا، ایک روز ہادی نے مجھے بلوا بھیجا، میں پہنچا۔

اس حالت میں کہ کفن سر سے لپیٹے ہوئے تھا۔ اور حنوط لگائے ہوئے تھا، میں نے دیکھا ہادی ایک کرسی پر بیٹھا ہوا ہے، قتل کے وقت جس چمڑے پر مقتول کو بٹھاتے تھے وہ سامنے بچھا ہے، اور تلوار اس کے ہاتھ میں ہے چہرے پر غضب کے آثار ہویدا ہیں۔ میں نے خلیفہ سے کہا:

"اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ"

خلیفہ نے جواب دیا: "خدا تجھے سلامت نہ رکھے"۔

پھر وہ گویا ہوا:

"کیا تجھے یاد ہے حرانی کو امیر المومنین (مرحوم خلیفہ) نے گرفتار کرایا تھا۔ تجھ سے میں نے اس کی سفارش کی تھی، اور تو نے میری سفارش پر ذرا بھی توجہ نہیں کی تھی؟...... اور صرف

Marfat.com

یہی نہیں اور بھی میرے فلاں فلاں ندیموں اور مصاحبوں کو امیر المؤمنین کے حکم سے گرفتار کیا گیا؟ اور تو نے انہیں تکلیفیں پہنچائیں، اور میری سعی وسفارش کا ذرا بھی لحاظ نہ کیا؟''

میں نے کہا: ''ہاں امیر المؤمنین مجھے سب یاد ہے، کیا آپ مجھے کچھ عرض کرنے کی اجازت مرحمت فرمائیں گے؟''

فرمایا: ''کیا کہنا چاہتا ہے؟''

میں نے کہا: ''خدا امیر المؤمنین کو سلامت رکھے یہ ارشاد فرمایئے کہ اگر آپ بھی مجھے اس منصب پر بحال رکھیں جس پر میں مرحوم امیر المومنین کے عہد میں فائز تھا، آپ مجھے حکم دیں کہ فلاں کے ساتھ سختی کا سلوک کرو، اسے جیل میں ڈال دو، اور آپ کے صاحبزادے مجھ سے کہیں کہ یہ کچھ نہ کرو...... پھر میں کیا کروں؟ آپ کا حکم مانوں یا آپ کے صاحبزادے کا؟ کیا آپ کی نافرمانی کروں......؟''

خلیفہ ہادی نے کہا: ''ہرگز نہیں''۔

میں نے کہا: ''بس تو جیسا آپ کے والد کا وفادار تھا ویسا ہی آپ کا رہوں گا لیکن آپ کی اولاد کا نہیں''۔

خلیفہ نے مجھے قریب کرلیا، میں نے اس کے ہاتھ چومے۔

پھر خلیفہ خوش ہوگیا اور میں عافیت واطمینان کی زندگی بسر کرنے لگا۔ (عقد الفرید)

☆......☆......☆

احمد بن طولون

مصر کا والی احمد بن طولون حالانکہ بڑا جابر، خونخوار اور سفاک شخص تھا لیکن وہ عدل کو پسند کرتا تھا اور مظلوم کو ظالم کے پنجہ سے چھڑا لیتا تھا۔

حکایت ہے:

احمد بن طولون کے بیٹے عباس نے ایک مغنیہ کو بلایا، اس حالت میں کہ وہ شراب وکباب کے شغل میں مصروف تھا، مصر کے ایک صالح اور متقی شخص نے مغنیہ کو آتے ہوئے دیکھا، اس

Marfat.com

کے ساتھ غلام تھا، جو چنگ و رباب اٹھائے ہوئے تھا اس شخص نے غلام سے رباب چھین لیا، اور اس کے ٹکڑے کر دیا، عباس باپ کے پاس آیا اور اسے واقعہ کی اطلاع دی۔

احمد نے حکم دیا اس شخص کو حاضر کیا جائے، جب وہ سامنے آیا تو احمد نے اس سے پوچھا:

''کیا تو نے رباب توڑا ہے؟''

مردِ صالح نے جواب دیا: ''ہاں''۔

احمد نے پوچھا: ''تم جانتے ہو۔ یہ حرکت تم نے کس کے ساتھ کی''۔

مردِ صالح نے جواب دیا: ''ہاں...... وہ آپ کا بیٹا عباس ہے، جس کے رنگ میں بھنگ کرنے کا میں مجرم ہوں''۔

احمد نے پوچھا: ''کیا تم نے اس لئے بھی اس کی عزت نہ کی کہ وہ میرا بیٹا تھا؟''

مردِ صالح نے جواب میں کہا:

''کیا میں اس کی عزت کرتا، حالانکہ وہ خدا کی معصیت کا مرتکب ہو رہا تھا کیا آپ نہیں جانتے جہاں خالق کی معصیت کا امکان ہو، وہاں مخلوق کی اطاعت نہیں کرنی چاہیے، خواہ وہ کتنی ہی بڑی شخصیت کیوں نہ ہو''۔

احمد نے سر جھکا لیا اور پھر کہا:

''ہر نافرمانی کی سزائیں دے کر رہتا ہوں، لیکن اس معاملہ میں تمہارے ساتھ ہوں''۔

☆......☆......☆

شرابی بادشاہ

حکایت ہے کہ ایک بادشاہ بیٹھا ہوا شراب پی رہا تھا، اتنے میں ایک شخص آیا، جس کے زہد و تقویٰ کی دھوم تھی، بادشاہ نے شراب کا جام بھرا، اور زاہد کے سامنے پیش کیا، اس شخص نے جامِ شراب قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

بادشاہ نے کہا:

''کیا میری نافرمانی کر کے تو میرے غصے کو ابھارنا چاہتا ہے؟''

Marfat.com

اس شخص نے جواب دیا:

"اے بادشاہ کیا تو چاہتا ہے کہ میں خدا کی نافرمانی کروں اور اس کے غضب کو دعوت دوں؟ نہیں خدا کی قسم ایسا کبھی نہیں ہوسکتا، اگرچہ بادشاہ کی تلوار میری گردن اڑا دے، کیا بادشاہ کے کانوں تک قرآن کی یہ آیت نہیں آئی:

"اِنَّمَا الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشّیطان فاجتنبوہ".

بادشاہ یہ جواب سن کر بہت خوش ہوا، انعام و اکرام سے مالا مال کر دیا، اس کی فتح نفس اور طہارت خیال کی بہت تعریف کی اور کہا:

"یہ شخص خدا کے معاملہ میں کسی سے نہیں ڈرتا"۔

☆......☆......☆

بہترین سفارش

خلیفہ متوکل باللہ اپنی مجلس میں مسرور و مطمئن بیٹھا ہوا داد عیش دے رہا تھا اتنے میں ایک جاسوس آیا اور اس نے خبر دی کہ فرقۂ امامیہ کے مشہور امام حضرت علی الہادی نے اپنے پاس بہت سا ذخیرہ ساز و سامانِ جنگ کا فراہم کر لیا ہے، ان کا ارادہ یہ ہے کہ وہ امیر المومنین کے خلاف بغاوت کا اعلان کر کے خروج کریں۔ متوکل یہ باتیں سن کر بہت پریشان ہوا، اس نے ترک سپاہیوں کو حکم دیا کہ رات کی تاریکی میں حضرت علی الہادی کے گھر پر چھاپہ ماریں اور انہیں قتل کریں۔

ترک سپاہی اس وقت جب آبادی سو چکی تھی اور رات کا سناٹا اپنا جھنڈا لہرا رہا تھا۔ حضرت علی الہادی کے گھر پر پہنچے، دیکھتے کیا ہیں کہ دروازہ بھڑا ہوا ہے اور اس پر بالوں کا ایک پردہ پڑا ہے اور حضرت علی الہادی قبلہ رو بیٹھے ہوئے قرآن مجید کی آیات جو وعدہ وعید سے متعلق تھیں تلاوت فرما رہے ہیں، آپ کھڑی زمین پر بیٹھے تھے جہاں ریت اور سنگریزوں کی کثرت تھی، آپ کے اور زمین کے درمیان کوئی فرش حائل نہ تھا۔

Marfat.com

سپاہی اسی حالت میں حضرت علی الہادی کو خلیفہ متوکل کے پاس لے گیا۔ متوکل کی مجلسِ شراب جمی ہوئی تھی، بادۂ ناب کا دور چل رہا تھا اور وہ خود جام بدست بیٹھا تھا، اس نے جب حضرت علی الہادی کو آئے دیکھا، تو ادب واحترام کے جذبہ سے اٹھ کھڑا ہوا آپ کی تعظیم کی اور اپنے پہلو میں بٹھایا، اور پھر جامِ شراب آپ کی خدمت میں پیش کیا۔

حضرت علی الہادی نے کہا:

''اے امیر المؤمنین میرے خون اور گوشت میں شراب نے کبھی سرایت نہیں کی، لہٰذا مجھے معاف رکھیئے''۔

خلیفہ نے جام واپس لے لیا، اور کہا: ''تو پھر کچھ اشعار سنایئے''۔

حضرت علی الہادی نے فرمایا: ''مجھے شعروشاعری سے زیادہ دلچسپی نہیں''۔

متوکل نے کہا: ''میری درخواست رد نہ کیجئے''۔

حضرت علی الہادی نے اس کے جواب میں چند اشعار سنائے جو یہ تھے:

''وہ لوگ جب قبر میں پہنچ گئے تو پوچھنے والے نے پوچھا، تمہارا تخت حکومت کیا ہوا تمہارا تاج شہریاری کہاں ہے؟ تمہارے لباسِ فاخرہ کدھر گئے؟ وہ چہرے کہاں ہیں جن کے پسِ پردہ ستار بجا کرتے تھے اور راگ رنگ کی آوازیں آیا کرتی تھیں۔ انہوں نے بہت عرصہ تک شرابیں پیں، اچھے اچھے کھانے کھائے اور آخر کار ایک عرصۂ دراز کے بعد خود زمانے نے انہیں کھا لیا''۔

حضرت علی الہادی نے اشعار ختم کیے تو دیکھا متوکل کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں اور وہ بے تحاشا رو رہا ہے۔ اس نے شراب کے برتن پھینک دیئے اور مجلس برخاست کر دی، پھر بڑے اعزاز واکرام کے ساتھ اس نے حضرت کو ان کے گھر پہنچا دیا۔

☆......☆......☆

اَدبِ شاہانہ

ایک دولت مند شخص راستہ میں کھڑا ایک بہت بڑے تاجر سے گفتگو کر رہا تھا، اتنے میں

Marfat.com

ایک حبشی غلام ادھر سے گزرا۔اس نے دولتمند کو سلام کیا، دولتمند نے بڑے اخلاق وتپاک سے اس کے سلام کا جواب دیا، تاجر کو اس بات پر بڑی حیرت ہوئی، اس نے کہا:

''آپ ایک حبشی غلام سے سلام کلام کرتے ہیں، جو دو کوڑی کی قیمت بھی نہیں رکھتا، یہ بات آپ کی علوِ شان کے خلاف ہے''۔

امیر نے جواب دیا:

''کیا میرے لئے یہ مناسب تھا۔ کہ یہ حبشی غلام ادب اور اخلاق کے لحاظ سے مجھ سے بڑھ جاتا؟''

تاجر نے کہا:

''آپ نے سچ فرمایا، ادبِ شاہانہ اسی کا نام ہے''۔

☆......☆......☆

غیبت اور سازش

بدترین جرم

ایک شخص عبدالملک بن مروان کی خدمت میں حاضر ہوا، اور کہنے لگا:

''آپ سے کچھ راز کی بات کہنا چاہتا ہوں''۔

عبدالملک نے اپنے مصاحبوں سے کہا:

''آپ لوگ ذرا تخلیہ کا موقع دیں''۔

وہ سب لوگ اٹھ گئے، پھر عبدالملک نے قبل اس کے کہ وہ شخص کچھ کہے اس سے کہا:

''دیکھو، میری مدح نہ کرنا، میں اپنے آپ کو خوب پہچانتا ہوں، نہ مجھ سے جھوٹ بولنا، جھوٹا بغیر سزا پائے میرے پاس سے بچ کر نہیں جاسکتا، اور نہ کسی کہ لگائی بجھائی کرنا، کیونکہ چغل خوری سب سے بڑا جرم ہے، اب کہو کیا کہتے ہو؟''

وہ کچھ نہ بولا اور چپ چاپ چلا گیا۔

☆......☆......☆

سلیمان بن عبدالملک

ایک شخص سلیمان بن عبدالملک کی خدمت میں حاضر ہوا، اور اس سے کچھ راز کی باتیں کرنے کی اجازت چاہی اور کہنے لگا:

''یاامیرالمومنین میں آپ سے ایک ایسی بات کہنا چاہتا ہوں مگر اندیشہ ہے کہ آپ اسے ناپسند کریں گے، لیکن اگر اسے مان لیں تو آپ کیلئے خوشی ہی خوشی ہے''۔

سلیمان نے کہا: ''کہو کیا کہتے ہو؟''

وہ کہنے لگا:

Marfat.com

''یاامیر المومنین آپ کو ایسے لوگوں نے گھیر رکھا ہے جو آپ کی دنیا اپنے دین کے عوض خرید رہے ہیں، آپ کی رضامندی حاصل کرتے ہیں، لیکن خدا کو خفا کر کے، وہ لوگ اللہ کے مقابلہ میں آپ سے ڈرتے ہیں، لیکن آپ کے معاملہ میں خدا سے نہیں ڈرتے، ایسے لوگوں کی باتوں پر کان نہ دھرا کیجئے۔ نہ ان کی باتیں مانا کیجئے، یہ لوگ امت کے دشمن ہیں، امانت کے ضائع کرنے والے ہیں یہ لوگ لوگوں کی آبرو اور جان کے گاہک ہیں، یہ لوگ جعل ساز اور چغل خور ہیں، ان کا ذریعۂ معاش صرف غیبت اور چرب زبانی ہے۔ لیکن یاد رہے ان کے جرائم کی ذمہ داری، اور مسئولیت آپ کی گردن پر ہے، اور یہ لوگ آپ کے جرائم سے بری الذمہ ہیں۔ لہٰذا میری التجا ہے کہ آپ آخرت کا سودا کر کے اپنی دنیا بنانے کی کوشش نہ کیجئے، اس شخص سے بڑھ کر بددیانت اور غبن کرنے والا کوئی شخص نہیں جو دوسرے کی دنیا کیلئے اپنی عاقبت بیچ دے''۔

سلیمان یہ باتیں سنتا رہا اور اس کی آنکھیں آنسوؤں سے ڈبڈبا رہی تھیں۔

☆......☆......☆

اچھا جواب

مشہور برمکی وزیر یحییٰ بن خالد سے ایک شخص نے کہا:

''فلاں تاجر کا انتقال ہوگیا، وہ اپنے پیچھے ایک خوبصورت لونڈی، ایک دودھ پیتا بچہ، اور بہت سی دولت چھوڑ گیا ہے، ان سب تمام چیزوں کا مستحق آپ سے زیادہ اور کوئی نہیں''۔

یہ ساری کتھا سن کر یحییٰ نے جواب دیا:

''مرنے والے پر خدا رحم کرے، اس کی لونڈی کو عفیفہ اور پاک دامن رکھے، اور اس کی حفاظت کرے، بچہ کو پروان چڑھائے، اور اچھا نصیب دے، دولت کو خدا اور زیادہ بڑھائے، اور ترقی دے اور جس شخص نے یہ لگائی بجھائی کی ہے اس پر اپنی لعنت بھیجے''۔

☆......☆......☆

Marfat.com

بُرا انجام

حکایت ہے: ایک شخص نے اپنا ایک غلام فروخت کیا، جب بیچنے لگا تو خریدنے والے سے کہا:

''اس غلام میں کوئی عیب نہیں، لیکن ایک برائی ضرور ہے''۔

مشتری نے کہا: ''وہ کون سا عیب ہے''۔

بیچنے والے نے کہا: ''لگائی، بجھائی''۔

مشتری نے جواب دیا: ''کوئی ہرج نہیں میں اس کی لگائی بجھائی میں کبھی نہیں آؤں گا''۔

کچھ عرصہ تک یہ غلام اپنے نئے آقا کے پاس شائستگی کی زندگی بسر کرتا رہا، ایک روز وہ اپنے مالک کے پاس آیا اور اس سے بہت رازدارانہ انداز میں گویا ہوا:

''آپ کی بیوی آپ کو قتل کر کے دوسرے آدمی سے شادی کرنے کی فکر میں ہے''۔

آقا نے پوچھا:

''تم نے کیسے جانا؟''

غلام نے جواب دیا: ''آپ پر خود ہی ظاہر ہو جائے گا، کہ میں سچ کہہ رہا ہوں یا جھوٹ تھوڑا سا انتظار کر لیجئے''۔

پھر وہ غلام اپنے آقا کی بیوی کے پاس آیا اور بڑے رازدارانہ لہجہ میں اس سے کہنے لگا:

''آپ کے شوہر آپ کو طلاق دینے پر تلے بیٹھے ہیں، اور ایک دوسری عورت سے شادی کرنے کا پروگرام بنا رہے ہیں، کیا میں کوئی ٹونا ٹونکا بتاؤں؟ تاکہ آپ ان کی محبت سے حاصل کر سکیں''۔

وہ کہنے لگی:

''ہاں اگر تم نے یہ کیا تو میں تمہیں بہت سا انعام دوں گی''۔

غلام نے کہا:

''ایسا کیجئے، ان کی ڈاڑھی کے نیچے کے بال، تین مجھے لا دیجئے''۔

Marfat.com

رات کو بیوی نے شوہر کے بال نوچنے کی کوشش کی، وہ تلوار سونت کر کھڑا ہو گیا۔ اسے یقین ہو گیا، غلام نے اس کے بارے میں جو کچھ اس سے کہا تھا سچ کہا، لہٰذا اس نے قتل کر دیا، یہ خبر جب بیوی کے بھائیوں کو ملی، وہ لوگ دوڑے دوڑے آئے انہوں نے شوہر کو قتل کر دیا۔

☆......☆......☆

چغل خور

ایک چغل خور نے مشہور کاتب ابن مُقلہ کی شکایت ایوانِ شاہی تک پہنچائی یہ شخص نہایت حسین وجمیل اور پاکیزہ خط کا مالک تھا لیکن جب بادشاہ کو اس کی غداری کا یقین دلا دیا گیا۔ تو اس نے حکم دیا: ''اس کا سیدھا ہاتھ کاٹ دیا جائے''۔ چنانچہ اس کا سیدھا ہاتھ کاٹ دیا گیا۔

جب ابنِ مقلہ اس مجبوری اور بے کسی کی حالت میں گھر بیٹھ رہا تو اس کے وہ دوست جو بڑے بڑے دعوے کرتے تھے، بے وفا ثابت ہوئے، کوئی اس کی بات پوچھنے بھی نہ آیا، وہ خاموشی کے ساتھ یہ غم بھی سہ گیا، کچھ دنوں بعد بادشاہ کو معلوم ہوا، کہ اس تک جو شکایت پہنچائی گئی تھی، وہ بالکل غلط تھی اس نے چغل خور کو بلوایا اور اسے قتل کرا دیا اور ابن مقلہ کو بلا کر پھر اسے وزارت کے منصب پر مامور کر دیا۔

جب اس کے دوستوں اور عزیزوں نے یہ دیکھا کہ پھر دولت وحشمت اس کی ہمرکاب ہے تو اس کے پاس آنے لگے اسے مبارک باد دی اور اپنی بے رخی پر معذرت کرنے لگے۔ جواب میں اس نے ایک شعر پڑھا جس کا مطلب یہ تھا:

''چند ہی روز میں دنیا کی حقیقت مجھ پر منکشف ہو گئی''۔

ابنِ مُقلہ زندگی بھر الٹے ہاتھ سے لکھتا رہا، اور اب بھی اس کے خط کی وہی شان تھی جب وہ سیدھے ہاتھ سے لکھا کرتا تھا۔

☆......☆......☆

Marfat.com

غیبت

ایک عورت آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی، کسی امر کے بارے میں فتویٰ پوچھا اور رخصت ہوگئی، جب وہ جا چکی تو حضرت عائشہؓ نے آنحضرت ﷺ سے فرمایا:

''یارسول اللہ یہ کتنی ونتاہ قامت ہے''۔

آنحضرت ﷺ نے یہ سن کر ارشاد فرمایا:

''خبردار غیبت نہ کرنا''۔

حضرت عائشہ بولیں:

یارسول اللہ! میں نے اس کیلئے وہی بات کہی جو واقعی اس میں ہے''۔

آنحضرت ﷺ نے جواب دیا:

''ہاں! اگر تم غیر واقعی بات کہتیں تو وہ بہتان ہوتا''۔

''یعنی بہتان وہ ہے جو خلاف واقعہ ہو، اور غیبت کی تعریف یہ کہ امر واقعہ بھی اگر اس میں عیب کا کوئی پہلو نکلتا ہو تو اسے انسان کے پس پشت بیان کرنا۔

☆......☆......☆

Marfat.com

پڑوسی کے حقوق

مشورہ کے فائدے، ثبات واستقامت

امام ابوحنیفہؒ اوران کا پڑوسی

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پڑوس میں ایک شخص رہتا تھا جو چرمی موزے بنانے کا کام کرتا تھا، دن بھر بازار میں اپنا کام کیا کرتا تھا۔ جب رات ہوتی تھی تو گوشت مچھلی اور شراب سے لدا پھندا گھر واپس آتا تھا، اس کے بعد گوشت کے پکانے اور مچھلی کے بھوننے میں لگ جاتا تھا پھر خوب کھاتا پیتا تھا اور شراب کے جام چڑھانے لگ جاتا تھا، جب نشہ میں زیادہ بدمست ہوتا تو مختلف قسم کے اشعار زور زور سے گانے لگتا اور جب گاتے گاتے تھک جاتا تو سو رہتا۔

امام ابوحنیفہؒ ساری رات عبادت وریاضت میں بسر کرتے، وہ رات بھر اس کی چیخ وپکار سنتے تھے اور خاموش رہتے تھے، ایک روز ان کے کانوں میں اس کی آواز نہیں آئی، صبح کو انہوں نے دریافت کیا:

''کیا بات ہے، آج ہمارے پڑوسی کے یہاں سناٹا رہا؟''

امام صاحب کو بتایا گیا کہ وہ رات گرفتار کرلیا گیا، اب وہ محبوس ہے یہ سن کر آپ نے نماز فجر ختم کی پھر خچر پر سوار ہوئے اور حاکم کے دروازے پر جا کر دم لیا، حاکم کو جب اطلاع ملی کہ امام صاحب تشریف لا رہے ہیں تو اس نے حکم دیا کہ امام صاحب کو اندر تک سواری پر آنے دو۔

جب وہ فرش کے قریب پہنچے تو حاکم نے اٹھ کر ان کا استقبال کیا اور مسند پر اپنی جگہ انہیں بٹھایا اور پھر بڑے ادب سے پوچھا:

''میرے لائق کوئی خدمت؟''

Marfat.com

امام صاحبؒ نے فرمایا:

''میرا ایک پڑوسی ہے تمہارے سپاہیوں نے اسے گرفتار کرلیا ہے، میں چاہتا ہوں اسے رہا کردو''۔

حاکم نے کہا:

''بسروچشم اور صرف وہی نہیں، آپ کی تشریف آوری کے اعزاز میں جتنے لوگ اس رات کو گرفتار ہوئے ہیں سب کو رہا کیے دیتا ہوں''۔

پھر حاکم کے حکم کے مطابق تمام لوگ جو اس رات کو گرفتار کیے گئے تھے، رہا کردیئے گئے۔ اور اپنے اپنے گھر خوش خوش پہنچ گئے۔

امام صاحب واپس تشریف لائے پیچھے پیچھے آپ کا پڑوسی بھی تھا، جب وہ اپنے دروازے پر پہنچا تو امام صاحب نے اس سے فرمایا:

''تمہیں کھو کر ہم نے بڑی تکلیف اٹھائی''۔

وہ کہنے لگا:

''آپ نے میری حفاظت کی، میری رکھوالی کی، خدا آپ کو جزائے خیر دے، آپ کے پڑوس سے مجھے کتنا فائدہ پہنچا، خدا کی قسم آج کے بعد میں شراب کا ایک قطرہ بھی نہیں پیوں گا''...... وہ پڑوسی اپنی توبہ پر آخر وقت تک قائم رہا اور پھر کبھی نہ اس نے شراب پی اور نہ غل شور مچایا۔

☆......☆......☆

سعید بن عاص

سعید بن عاص کے پڑوس میں محمد بن جہم رہتے تھے، ایک مرتبہ کسی ضرورت سے مجبور ہو کر اپنا مکان پچاس ہزار درہم میں انہوں نے بیچنا چاہا، خریدار جب آئے تو ان سے محمد نے پوچھا:

''یہ تو بتاؤ مکان کے علاوہ تم سعید کے پڑوسی بن جانے کی قیمت مجھے کیا دو گے؟''

خریداروں نے کہا: ''کہیں پڑوس بھی بکتا ہے؟''

محمد نے جواب دیا:

''کیوں نہیں بکتا، بکتا ہے اور گراں قیمت پر بکتا ہے، تم جانتے نہیں سعید کے پڑوسی ہونے کا مطلب کیا ہے، جب مانگو گے پاؤ گے، چپ رہو گے وہ خود پیش قدمی کر کے تمہاری جیب بھر دے گا، برائی سے پیش آؤ گے، وہ احسان کرے گا...... یہ خبر کہیں سعید کو پہنچ گئی، انہوں نے فوراً ایک لاکھ درم محمد کو بھیجے اور کہلایا اپنا مکان فروخت مت کرو، اسی میں رہو''۔

☆......☆......☆

حُسنِ سلوک

ایک شخص ابن عبید اللہ کے پڑوس میں رہتا تھا، عراق میں جب قحط پڑا، اور حالت زیادہ نازک ہوگئی، اور وہاں کے اکثر باشندے ادھر ادھر منتشر ہو گئے، ابن عبید اللہ کا پڑوسی بھی کہیں اور جانے کیلئے رخت سفر باندھنے لگا، اس کی بیوی بیمار تھی اور سفر کی مقدرت نہیں رکھتی تھی اس نے جو اپنے شوہر کو سفر کی تیاریاں کرتے دیکھا تو کہا:

''تم جا رہے ہو تمہارے پیچھے گھر کے مصارف کیسے پورے ہوں گے؟''

شوہر نے جواب دیا:

''ابن عبید اللہ پر میری کافی رقم قرض ہے، میرے پاس اس کی لکھی ہوئی دستاویز بھی ہے، وہ دستاویز مجھ سے لے لو، جب اس کے پاس جاؤ گی وہ دستاویز پڑھے گا تو اس رقم میں سے تمہیں حسب ضرورت مصارف بھر کی رقم دینا شروع کر دے گا''۔

یہ کہہ کر اس نے ایک رقعہ اپنی بیوی کے ہاتھ میں رکھا، اور خود جدھر منہ اٹھا چلا گیا۔ دوسرے روز اس آدمی کی بیوی ابن عبید اللہ کے پاس پہنچی۔ شوہر نے جو باتیں کہی تھیں وہ دہرائیں، اس کے سفر پر جانے کی اطلاع دی، اور وہ رقعہ یا دستاویز پیش کرتے ہوئے کچھ رقم کا مطالبہ کیا ابن عبید اللہ نے وہ رقعہ جو پڑھا تو اس میں صرف ایک شعر لکھا تھا:

''میری بیوی نے مجھ سے پوچھا جب تم چلے جاؤ گے تو ہماری خبر کون لے گا، میں نے جواب دیا کیا تو ابن عبید اللہ کو نہیں جانتی؟''

Marfat.com

رقعہ جیب میں رکھتے ہوئے ابنِ عبید اللہ نے کہا:

''تمہارے شوہر نے سچ کہا، واقعہ میں ان کا مقروض ہوں''۔

اور پھر ابن عبید اللہ برابر اس عورت کو جتنے روپے وہ طلب کرتی دیتا رہا، یہاں تک کہ ایک عرصہ کے بعد اس کا شوہر واپس آ گیا، عورت نے ابنِ عبید اللہ کی ایمانداری کی اپنے شوہر سے بہت تعریف کی، شوہر یہ باتیں چپ چاپ سنتا رہا۔ پھر بیوی کے پاس سے اٹھ کر ابنِ عبید اللہ کے پاس گیا اور اس کے فضل و احسان کا بہت شکریہ ادا کیا۔

☆......☆......☆

اسلمی اور مُحلّب

حکایت ہے کہ: یثرب میں ایک شخص رہتا تھا۔ جس کا نام اسلمی تھا، وہ بیان کرتا تھا کہ میرے اوپر قرض کا بوجھ بہت زیادہ ہو گیا تھا، جن لوگوں کے روپے باقی تھے، ان کے تقاضے نے اتنی شدید صورت اختیار کر لی کہ دنیا اپنی پوری وسعت کے باوجود مجھ پر تنگ ہو گئی، کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا میں کیا کروں اور کس طرح اس مصیبت سے نجات پاؤں، اپنے ایک گہرے اور قابلِ اعتماد دوست سے میں نے مشورہ کیا، اس نے رائے دی کہ عراق جا کر محلّب بن ابی صفرہ سے ملنا چاہیے۔

میں نے اپنے اس دوست سے کہا، تم نے بڑی کٹھن راہ دکھائی میں اس پر نہیں چل سکتا، چنانچہ مشورہ کیلئے میں اپنے ایک دوسرے دوست کے پاس پہنچا، یہ بھی اپنے خلوص اور سچائی میں اس سے کم نہیں تھا۔ میری ساری رام کہانی سن کر اس نے بھی وہی رائے دی جو پہلے نے دی تھی۔

آخر میں نے سوچا کہ جب دونوں کی رائے یہی ہے تو مجھے اسی مشورے پر عمل کرنا چاہیے۔

چنانچہ میں سانڈنی پر سوار ہوا اور عراق کی طرف چل کھڑا ہوا، وہاں پہنچنے کے بعد سب سے پہلے میں محلّب سے ملا، میں نے اسے سلام کیا اور اس سے کہا:

''خدا امیر کو شاد و بامراد فرمائے، میں قطع مسافت کرتا ہوا یثرب سے یہاں تک آیا ہوں،

Marfat.com

بعض دوستوں نے مجھے رائے دی کہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے مصائب کی داستان بیان کروں اگر آپ میرے کام آجائیں تو نوازش اور اگر ایسا مناسب نہ سمجھیں تو کوئی شکایت نہیں۔

یہ سن کر مخلب نے اپنے حاجب سے کہا:

''انہیں لے جاؤ اور ہمارے خزانے میں جو کچھ اور جتنا کچھ بھی ہو، سب انہیں دے دو''۔

حاجب مجھے خزانہ میں لے گیا، وہاں اسی درم تھے، یہ سارے کے سارے مجھے مل گئے، جب میں نے اتنی بڑی رقم اپنے قبضے اور تصرف میں دیکھی تو میری مسرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔

پھر حاجب مجھے مخلب کے پاس لے گیا۔

اس نے مجھے دیکھتے ہی پوچھا:

''تمہاری ضرورت پوری ہوگئی''۔

میں نے کہا:

''اے امیر مجھے ضرورت سے بھی زیادہ مل گیا''۔

مخلب نے کہا: ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ''.

☆......☆......☆

نیت کا پھل

ایک گھنے جنگل میں ایک درخت کے نیچے ایک غریب لڑکا چیخ چیخ کر رو رہا تھا، آنسو اس کی آنکھوں سے بہ رہے تھے اور وہ روتے روتے بے حال ہوا جا رہا تھا۔

اتفاقاً ایک دولتمند شخص کا جو شکار کھیلنے اس جنگل میں آیا تھا گزر ہوا، اس نے لڑکے کی آواز سنی سیدھا اس کے پاس پہنچا اس کے قریب گیا، اور اس سے پوچھا:

''تم کیوں رو رہے ہو بیٹے؟''

لڑکے نے جواب دیا: ''ایک عرصۂ دراز سے میری ماں بیمار ہے، باپ نے آج صبح مجھے شہر بھیجا کہ دواخانہ سے جا کر دوا لے آؤں۔ لیکن بدقسمتی، وہ بٹوہ جس میں دام تھے، جیب سے

Marfat.com

گر گیا، اسی لئے رو رہا ہوں کہ اب گھر جا کر کیا جواب دوں گا؟"

یہ سن کر اس امیر شخص نے اپنے ساتھی شکاری سے کچھ باتیں کیں، پھر اپنی جیب سے ایک بٹوہ نکالا، جو قرمزی رنگ کا تھا، جس میں سونے کے سکے اپنی چمک دمک دکھا رہے تھے، پھر لڑکے کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا:

"یہی ہے نا وہ؟"

لڑکے نے جواب دیا: "نہیں، یہ نہیں...... اس میں سونے کے سکے بھی نہیں تھے۔"

اب امیر نے جیب سے ایک اور بٹوہ نکالا اور کہا:

"یہ تھا تمہارا بٹوہ؟"

"ہاں یہ تھا، یہی......!"

امیر نے بٹوہ لڑکے کو دے دیا اور کہا:

"اس کے ساتھ یہ سونے کے سکے بھی لے لو، یہ بھی تمہارے ہو گئے۔ جَزَاکَ اللّٰہُ شاباش"۔

☆......☆......☆

استقامت کی برکت

خلیفہ ہارون رشید کے ایک محرم اسرار اور معتمد شخص کا جو شاہی محل میں ایک اونچے منصب پر مامور تھا بیان ہے کہ:

ایک روز خلیفہ ہارون رشید کو اطلاع دی گئی کہ دمشق میں ایک شخص رہتا ہے جو بنو اُمیہ کے بقیۃ السلف میں سے ہے، اس کے پاس بے انتہا مال و منال ہے لوگ اس کی عزت و حرمت بھی کرتے ہیں، جس سے جو بات کہہ دیتا ہے، کسی کو مجالِ انکار نہیں ہوتی، اس کی کئی اولادیں اور بہت سے غلام ہیں، اس کے حامیوں کا بھی بہت بڑا گروہ ہے، یہ لوگ گھوڑوں پر سواری کرتے ہیں اور ہر دم مسلح اور ہتھیار بند رہتے ہیں، رفتہ رفتہ ان کی قوت و طاقت بڑھتی جاتی ہے اور یہ بات خطرہ سے خالی نہیں۔

Marfat.com

رشید کو یہ باتیں بہت گراں گزریں اس نے مجھے بلایا اور کہا:

''میں نے ایک کام کیلئے تجھے بلایا ہے، وہ کام ایسا اہم ہے کہ اسی سوچ میں رات بھر مجھے نیند نہیں آئی''۔

اور یہ کہہ کر خلیفہ نے وہ ساری داستان سناڈالی، جو ابھی اوپر میں بیان کر آیا ہوں اور اس کے بعد خلیفہ نے کہا:

''تمہارے سامانِ سفر کی تیاری کا میں نے حکم دے دیا ہے، جس چیز کی تمہیں ضرورت اثنائے سفر میں ہوسکتی ہے وہ تیار ملے گی، زادِراہ بھی، نفقہ بھی، گھوڑے بھی...... بس اب تم فوراً یہاں سے نکل جاؤ۔ اپنے ساتھ ایک سو غلاموں کا دستہ لو، اور ہاں دیکھو، یہ دو خط ہیں، ان میں سے ایک تو اموی کو دے دینا جس کا میں نے ذکر کیا تھا اور جس کیلئے تجھے دمشق بھیج رہا ہوں میرا خط پڑھ کر اگر وہ اطاعت کا اظہار کرے تو اسے میرے پاس لے آنا، اور اگر سرکشی کرے تو دوسرا خط دمشق کے حاکمِ اعلیٰ سے ملنا، تاکہ وہ تیری مدد کرے۔ پھر اس اموی کو ذلیل اور سرنگوں کر کے میرے پاس لانا، اس معاملہ میں کسی پر اعتماد نہ کرنا، یہاں تک کہ اسے میرے پاس پہنچا دینا، جب اس گھر میں جانا تو سارے گھر کو، اور گھر والوں کو اچھی طرح پہچان لینا دیکھ لینا وہاں کون کون ہے؟ کیا کیا ہے؟ اس کے اہل وعیال کتنے ہیں؟ غلام اور ممالیک کتنے ہیں؟ متعلقین اور وابستگانِ دامن کی تعداد کیا ہے؟ اور یہ کون لوگ ہیں؟ اس کے مال ودولت کا کیا حساب ہے؟ وہ جو کچھ کہے اس کا ایک ایک حرف یاد رکھنا۔ کوئی بات خبردار فراموش نہ ہونے پائے۔ ہر بات اور ہر قول کو گرفت میں لے لینا''۔

خلیفہ کی یہ باتیں سن کر میں سیدھا وہاں سے اٹھا، باہر آیا تو سامانِ سفر تیار تھا، فوراً دمشق کی طرف چل کھڑا ہوا، اور بالآخر طے مسافت کرتا ہوا ایک روز دمشق پہنچ گیا، وہاں پہنچنے کے بعد سب سے پہلے میں نے ارادہ یہ کیا کہ مجھے اموی کے گھر چلنا چاہیے، چنانچہ میں اس کے گھر میں بلا اجازت کے داخل ہوگیا، جب میں صحن میں پہنچا، تو میں نے دیکھا بہت سے لوگ بیٹھے ہیں۔ مجھے دیکھ کر یہ لوگ میری طرف بڑھے، میرا استقبال کیا اور دریافت کیا:

''آپ کون ہیں؟ کہاں سے تشریف لا رہے ہیں؟ اور آنے کا مقصد کیا ہے؟''

Marfat.com

میں نے کہا:

''میں بغداد سے آرہا ہوں، خلیفہ ہارون رشید کا ایلچی ہوں، صاحب خانہ سے ملنا چاہتا ہوں، جو کچھ کہنا ہے ان ہی سے کہوں گا، بتایئے وہ کہاں ہیں؟......''

لوگوں نے جواب دیا:

''حمام میں ہیں۔''تھوڑی دیر میں برآمد ہوں گے''۔

ان میں سے بعض لوگ اُموی کو میری اطلاع کرنے چلے گئے اور میں اطمینان سے گھر کے ماحول پر نظر ڈالنے اور اسے پرکھنے لگا، میرے پہنچنے سے گھر والوں میں ایک ہلچل سی پیدا ہو گئی تھی، میں بڑی دیر تک انتظار کرتا رہا، مگر صاحب خانہ برآمد نہیں ہوا۔ یہاں تک کہ مجھے اندیشہ ہونے لگا کہیں وہ شخص چھپ تو نہیں رہا؟

لیکن کچھ عرصے کے بعد میں نے ایک بوڑھے شخص کو اپنی طرف آتے دیکھا۔حمام کے آثار اس کے بدن سے ہویدا تھے، میں سمجھ گیا صاحب خانہ یہی ہے۔اس نے مجھے اشارہ سے سلام کیا، پھر مجھ سے اخلاق کے ساتھ کہا:

''بیٹھیے تشریف لایئے''۔

میں بیٹھ گیا۔

پھر اس اموی نے مجھ سے پوچھا:

''امیر المؤمنین کے بارے میں کچھ فرمایئے''۔

میں نے جو واقعہ تھا وہ صاف صاف بیان کر دیا، اتنے میں دو غلام، فواکہات کا ایک طباق لے کر آئے، صاحب خانہ نے کہا:

''آیئے کچھ تناول فرمایئے''۔

میں نے کہا:''اس وقت مجھے ذرا بھی اشتہا نہیں ہے، معاف کیجئے''۔

وہ خاموش ہو گیا، اس نے پھر کوئی اصرار نہیں کیا، اور خاموشی کے ساتھ اپنے ندیموں اور مصاحبوں کے ساتھ کھانے لگا۔ پھر اس نے ہاتھ دھوئے اور حکم دیا:

''دستر خوان بچھے، کھانا لایا جائے''۔

Marfat.com

نہایت پر تکلف دستر خوان بچھا، اور طرح طرح کے لذیذ کھانے فوراً چن دیئے گئے، خلیفہ ہارون رشید کے سوا ایسا مائدہ فاخرہ میں نے کہیں اور نہیں دیکھا تھا دستر خوان پر جو کھانے چنے گئے تھے۔ وہ بھی نہایت لاجواب تھے، جب دستر خوان بچھ گیا، اموی نے مجھ سے کہا:

''آیئے، کھایئے''۔

میں نے کہا: ''ذرا بھی بھوک نہیں ہے، معافی چاہتا ہوں''۔

اس نے دوبارہ اصرار نہیں کیا اور اپنے ندیموں اور مصاحبوں کے ساتھ کھانے میں مصروف ہو گیا۔

میرے ساتھ جو غلام آئے تھے، میرے داخلہ کے بعد اموی کے غلام انہیں دوسرے گھر میں لے گئے، میرے ساتھ صرف پانچ غلام باقی رہ گئے جو میرے پاس دست بستہ اور مؤدب کھڑے تھے میں نے اپنے دل میں کہا:

''یہ تو بہت ڈراؤنا آدمی معلوم ہوتا ہے، اگر مجھ پر سختی کرے تو میں مدافعت بھی نہیں کرسکتا، اور جو غلام میرے ساتھ ہیں، وہ بھی کچھ نہیں کر سکتے اگر میں اس کی سرکشی کی صورت میں اس پر زیادتی اور زبردستی کرنا چاہتا ہوں تو بھی نہیں کرستا......''۔

میں یہ باتیں سوچ رہا تھا، اور اموی کی طرف دیکھ رہا تھا، اب میں نے محسوس کیا یہ شخص میری توہین بھی کر رہا ہے بلکہ رفتہ رفتہ حد سے آگے بڑھتا جا رہا ہے۔ یہ میرا نام اسی طرح لے کر پکار رہا ہے، جس طرح خود خلیفہ مجھے پکارتا ہے، لیکن کہاں وہ اور کہاں یہ؟ اس نے مجھے کھانے اور ناشتہ پر دعوت دی میں نے انکار کر دیا۔ لیکن اس نے پروا بھی نہ کی، اور خود اطمینان سے کھانے میں مصروف ہو گیا اسے اس کی فکر بھی نہیں ہے کہ میں کیوں آیا ہوں؟ کیا چاہتا ہوں؟ کیا کرسکتا ہوں؟ یہ اس طرح مطمئن اور بے فکر ہے، جیسے اسے نہ کوئی اندیشہ ہے، نہ وسواس، یہ بے فکر اور مطمئن بیٹھا ہے، اور میں طرح طرح کے اندیشوں اور فکروں سے گھرا ہوا ہوں۔

جب وہ کھانے سے فارغ ہوا تو اس نے ہاتھ دھوئے اور ظہر کی نماز کیلئے کھڑا ہو گیا۔ میں نے دیکھا، اس کی نماز میں ایک خاص قسم کا اثر اور گداز تھا، ارکان نماز بھی اس نے بڑی خوبی اور خوش اسلوبی سے ادا کئے۔ پھر وہ محراب سے باہر آیا اور میری طرف مخاطب ہوتے ہوئے کہا:

Marfat.com

''تم کیوں آئے ہو؟''

میں نے امیر المؤمنین کا مکتوب جیب سے نکالا اور پیش کر دیا اس نے خط ہاتھ میں لیا، مہر توڑی لفافہ کھولا، اور پڑھنا شروع کر دیا، جب پڑھ چکا، تو اپنی اولاد کو اور اپنے حاشیہ نشینوں اور مصاحبوں کو طلب کیا۔ ان لوگوں کی بہت کافی تعداد تھی، جب وہ سب جمع ہو گئے تو مجھے اندیشہ ہوا کہ اب یہ میرے اور میرے آدمیوں پر حملہ آور ہوگا، جب سب جمع ہو گئے تو اس نے نہایت اطمینان کے ساتھ ان سے کہا:

''یہ امیر المؤمنین کا فرمان ہے، جو میرے پاس آیا ہے، اب میرے لئے یہاں ایک منٹ بھی نکنا محال ہے، میں امیر المؤمنین کے پاس جاتا ہوں، لیکن تن تنہا، میرے ساتھ کوئی شخص نہیں جا سکتا۔

پھر میری طرف مخاطب ہوا اور کہا:

''آؤ ہتھکڑیاں بیڑیاں لاؤ اور مجھے گرفتار کر لو''۔

میں نے اپنے غلاموں کو حکم دیا: ''گرفتار کر لو''۔

انہوں نے گرفتار کر لیا، اور اسے لے جا کر محمل میں ڈال دیا۔ میں محمل کے دوسرے حصہ میں بیٹھ گیا، اور اپنے مختصر سے قافلہ کے ساتھ بغداد کی طرف روانہ ہو گیا۔ اموی تن تنہا اپنی محمل میں پڑا تھا۔ ہم چلتے رہے، یہاں تک کہ ہم دمشق سے باہر آ گئے، اب وہ اموی مجھ سے باتیں کرنے لگا۔ یہاں تک ہم غوطہ کے باغ میں پہنچے، اس نے کہا:

''آپ نے اسے دیکھا؟''

میں نے کہا: ''ہاں دیکھا...... خوب ہے''۔

وہ بولا: ''یہ میرا ہے، اس میں ایسے ایسے درخت ہیں جو کہیں اور نہیں مل سکتے، ایسے ایسے پودے ہیں جو اپنی مثال آپ ہیں''۔

یہاں تک کہ ہم باغ کو پار کر گئے اور وہ بدستور باتیں کرتا رہا، اب ہم لہلہاتے ہوئے کھیتوں اور سرسبز و شاداب دیہاتوں کی طرف سے گزرے، اور اب پھر وہ ایسی ہی باتیں کرنے لگا جیسی اس نے باغ سے گزرتے وقت باتیں کی تھیں۔ اس کی یہ جرأت مجھے ناگوار

Marfat.com

گزری، میں نے کہا:

''کیا تم اسے بھول گئے، کہ امیر المؤمنین تمہیں سزا دینے کیلئے تلے ہوئے ہیں؟ انہوں نے تم میں اور تمہارے مال و دولت اور آل و اولاد میں تفرقہ کردیا ہے۔ تم قید اور گرفتاری کی حالت میں تن تنہا ان کی طرف جا رہے ہو اور بجائے یہ سوچنے کے کہ تمہارا کیا حشر ہوگا؟ مجھ سے اپنے کھیتوں اور باغوں کا ذکر کر رہے ہو؟ آخر تمہیں ہوا کیا ہے؟''

''میری باتیں سن کر وہ بولا:

''افسوس!...... میں نے تمہاری فہم و دانش کے بارے میں جو رائے قائم کی تھی وہ بالکل غلط نکلی، میں نے خیال کیا تھا، تم مردِ عاقل ہو، خلیفہ کی بارگاہ میں اس درجہ تک جو پہنچے ہو، اس میں تمہاری فہم و فراست کا بہت بڑا حصہ ہوگا، اور خلیفہ نے تمہیں عقیل و فہیم سمجھ کر یہ منصب سونپا ہوگا، لیکن اب اندازہ ہوتا ہے کہ تم میں اور ایک معمولی آدمی میں کوئی فرق نہیں، بالکل ہی نادان اور نرے بے وقوف ہو؟''

پھر وہ بولا:

''جہاں تک دمشق سے اس حال زار میں میرے نکلنے کا تعق ہے تو اس کی مجھے ذرا بھی پرواہ نہیں، کیونکہ میں کسی مالی اور مادی چیز پر بھروسہ نہیں کرتا، میرا بھروسہ خدا پر ہے، صرف خدا پر۔ اس کے ہاتھ میں جس طرح میری زندگی اور عزت ہے۔ اسی طرح بالکل اسی طرح، خلیفہ وقت کی پیشانی بھی اسی کے ہاتھ میں ہے، چاہے گرائے چاہے سربلند کرے، پھر یہ بات بھی ہے کہ میں نے کوئی گناہ نہیں کیا، پھر میں ڈروں کیوں؟ اندیشہ کس لئے کروں؟ جب اسے صحیح حالات معلوم ہوں گے، تو وہ خود محسوس کرے گا کہ یہ حاسدوں اور دراندازوں چغل خوروں اور لگائی بجھائی کرنے والوں کی شرارت اور خیانت ہے، میرا دامن بالکل پاک اور صاف ہے۔ میرے بارے میں جو کچھ کہا گیا ہے وہ سرتاپا غلط ہے دروغ اور جھوٹ ہے، صداقت اور حقیقت کا اس میں شائبہ تک نہیں، یقیناً خلیفہ صحیح حالات سے باخبر ہونے کے بعد عزت و عظمت کے ساتھ مجھے میرے اہل و عیال کی طرف واپس کردے گا۔ اور اگر خدا کی مرضی یہی ہو کہ مجھے گزند پہنچے اور میری موت قریب آگئی ہے، تو یہ کام خواہ خلیفہ کے ہاتھوں انجام تک

Marfat.com

پہنچے یا کسی اور کے ذریعہ، بہر حال ہو کر رہے گا۔ کسی طرح رک نہیں سکتا۔ خدا سے ہر حالت میں میرا رشتہ قائم رہے گا کہ وہی پیدا کرتا ہے، وہی رزق دیتا ہے، وہی زندگی عطا فرماتا ہے، وہی موت کا بلاوا بھیجتا ہے"۔

پھر وہ اموی کہنے لگا: "میرا خیال تھا، تم یہ باتیں سمجھتے اور جانتے ہو گے، لیکن خلاف امید میں نے تمہیں نادان اور جاہل پایا۔ لہٰذا میں اب تم سے بالکل بات نہیں کروں گا، ایک حرف بھی نہیں، یہاں تک کہ ہم امیر المؤمنین کے حضور میں پہنچ لیں، اور وہ اپنا فیصلہ صادر کر دیں"۔

پھر وہ اموی میری طرف پیٹھ کر کے بیٹھ گیا، پھر بغداد تک میرے کانوں نے اس سے جو کچھ سنا وہ تسبیح و تہلیل کے سوا کچھ نہ تھا۔

یہاں تک کہ ہم دارالسلام بغداد میں داخل ہوئے، میں اسے لے کر سیدھا خلیفہ کے حضور میں پہنچا، خلیفہ نے کہا:

"کیا کر آئے"۔

میں نے جواب میں ساری رام کہانی از اول تا آخر سنا ڈالی، ناشتہ کی کہانی کھانے کی روئیداد، دسترخوان کا حال، باغ و بُستان کی کیفیت، لہلہاتے ہوئے کھیتوں، اور سرسبز و شاداب دیہاتوں کا ذکر، سب ہی میں نے سنا ڈالا، اور پھر محمل کے اندر جو باتیں اس نے میرے بارے میں کی تھیں اور اپنی پاک دامانی کا جس طرح اظہار کیا تھا اور باقی سارا وقت جس طرح تسبیح و تہلیل میں گزارا تھا، سارا ماجرا میں نے خلیفہ کو سنا ڈالا، خلیفہ کا چہرہ کبھی غصہ سے سرخ ہو جاتا تھا کبھی مسرّت کی شگفتگی پیدا ہو جاتی۔ جب وہ سن چکا تو بولا:

"خدا کی قسم اس شخص کا جرم اس کے سوا کچھ نہیں کہ یہ محسود ہے، کچھ لوگ اس کے مال و دولت سے حسد کرتے ہیں، اس لئے تہمت لگاتے ہیں، مجھے بڑا افسوس ہے کہ میں نے اسے اتنی تکلیف دی اور ایذا پہنچائی...... جا جلدی سے اسے ہتھکڑی بیڑی سے آزاد کر، اور میرے حضور میں پیش کر"۔

میں باہر نکلا، اموی کو قید گراں سے آزاد کیا، اور خلیفہ کے حضور میں اسے لے کر پہنچا، میں نے دیکھا، امیر المؤمنین کے چہرے پر ندامت کا پسینہ موجود تھا۔

''اموی خلیفہ کے قریب پہنچا، اسے سلام کیا، خلیفہ نے بڑے تکلف واخلاق سے سلام کا جواب دیا، پھر حکم دیا:

''بیٹھو!''۔

وہ بیٹھ گیا اور خلیفہ اس سے حالات دریافت کرتا رہا، اور وہ اموی بڑے اچھے طریقہ سے تمام سوالات کا جواب دیتا رہا۔ پھر خلیفہ نے اس سے کہا:

''ہم نے تمہارے بارے میں بہت کچھ سن رکھا تھا، ہمارا جی چاہا کہ تم سے ملیں، تم پر احسان کریں، بتاؤ کیا مانگتے ہو؟ کوئی آرزو ہو تو پیش کرو''۔

اموی نے کہا: ''آپ کے اس لطف واحسان کا زندگی بھر سپاس گزار رہونگا، میری دعا ہے خدا آپ کو عزت اور زندگی کو دوام عطا فرمائے''۔

خلیفہ نے کہا: ''لیکن کوئی حاجت؟''

وہ بولا: ''جی ہاں، صرف ایک''۔

خلیفہ نے کہا: ''ضرور پوری کی جائے گی، بتاؤ وہ حاجت کیا ہے؟''

وہ کہنے لگا: ''مجھے میرے شہر میں، میرے اہل وعیال کے پاس واپس کر دیجئے''۔

خلیفہ نے کہا: ''یہ ہو جائے گا، ...... لیکن ضروریات حیات کے سلسلہ میں جس چیز کی حاجت ہو وہ بھی تو مانگو، ہم دیں گے''۔

اموی نے کہا: ''آپ کی سرپرستی اور انصاف نے مجھے مستغنی کر دیا ہے۔ امیر المؤمنین کے زیر سایہ مجھے ہر سہولت حاصل ہے''۔

خلیفہ نے اسے اعزاز واکرام کے ساتھ واپس کر دیا۔ (بحرالادب)

☆ ☆ ☆

Marfat.com

طمع وقناعت

قناعت کی شان

ایک دفعہ داؤد طائی فقر و فاقہ کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہو گئے، نانِ شبینہ کا سہارا بھی جاتا رہا، اسی دوران میں حماد بن ابی حنیفہؒ اپنے والد کے ترکہ میں سے چار سو درم لے کر آئے، اور موصوف کی خدمت میں پیش کیے۔

داؤد نے حماد سے کہا:

''اگر پہلے کبھی میں نے کسی سے کچھ لیا ہوتا، تو بلاشبہ آپ کا عطیہ ضرور مرحوم کی تعظیم اور موجود کی تکریم کے پیشِ نظر قبول کر لیتا، لیکن میں اسے پسند کرتا ہوں کہ قناعت کے ساتھ عزت اور رواداری کی زندگی بسر کروں''۔

☆......☆......☆

عجیب وغریب نسخہ!

ایک صوفی کی روایت ہے کہ:

''میں بادیہ پیمایہ کرتا، ادھر ادھر کے چکر کاٹتا ایک شہر میں پہنچا، دیکھا ایک طبیب کے دروازے پر مریضوں کا ٹھٹھ لگا ہے وہ بیچ میں بیٹھا ہے اور مریض اسے گھیرے ہیں، وہ ہر ایک کی نبض دیکھتا ہے، حال سنتا ہے نسخہ لکھتا ہے، اور رخصت کر دیتا ہے، لیکن مریضوں کی کثرت کا یہ عالم ہے کہ ایک جاتا ہے تو اس کی جگہ لینے کو دو آدمی پہنچ جاتے ہیں۔ میں بھی انہی مریضوں میں گھل مل کر بیٹھ گیا، جب میری باری آئی تو میں نے طبیب سے کہا:

''خدا آپ پر رحم کرے۔ میرا روگ کسی طرح دور کر دیجئے''۔

طبیب نے قدرے مڑ کر مجھے دیکھا۔ اور یہ نسخہ استعمال کرنے کی ہدایت کی:

Marfat.com

''فقر کی ٹہنیاں، صبر کی پتیاں، تواضع کے پھول، ان سب کو ایک جگہ جمع کر کے، یقین (ایمان) کے برتن میں ڈالو، پھر اس مجموعہ پر زندگی کا پانی چھڑکو، اور اس کے نیچے حزن کی آگ لگاؤ، پھر رضا کے جام میں توکل کی شراب انڈیلو، صدق کی ہتھیلی پر جام رکھو، اور استغفار کے پیالہ میں سب چیزیں ڈال کر پی جاؤ۔ اس کے بعد خوفِ خدا کے پانی سے مضمضہ (منہ میں پانی ڈالنا کلی کرنا) کرو، اور اپنے نفس کو حرص و طمع کے حملوں سے محفوظ رکھو۔ بس اس نسخے کے استعمال کے بعد خدا نے چاہا تو تمہارا سارا روگ جاتا رہے گا۔

☆......☆......☆

کنجوس سے سوال

مدینہ کے سب سے بڑے طماع شخص اشعب بن جبیر سے جو حضرت عبداللہ بن الزبیر کے غلام تھے اور جن کی کنیت ابوالعلاء تھی، پوچھا گیا:

''تمہاری طمع اور حرص کی شدت کا کیا عالم ہے؟''

جواب دیا: ''جب کسی جنازہ کے ساتھ چلتے ہوئے لوگوں میں سے دو آدمیوں کی آپس میں کانا پھوسی کرتے دیکھتا ہوں تو مجھے گمان ہوتا مرنے والا ضرور اپنے مال میں سے میرے لئے کچھ وصیت کر گیا ہے۔ اسی طرح جب کسی شخص کو جیب میں ہاتھ ڈالتے دیکھتا ہوں تو گمان ہوتا ہے، یہ اب مجھے کچھ نہ کچھ ضرور دے گا''۔

☆......☆......☆

بہت بڑا پیٹو!

روایت ہے کہ ایک پیٹو شخص کسی کلیسا میں پہنچا، وہاں کے راہب نے اس کی خاطر داشت کی، اخلاق و مدارات کی باتیں کیں پھر بڑے نیاز مندانہ لہجہ میں کہا:

''کھانا تناول فرما لیجئے حاضر ہے''۔

پیٹو نے جواب دیا:

Marfat.com

''کچھ ایسی بھوک تو نہیں، لیکن لائیے کھالوں گا، کچھ نہ کچھ''۔

راہب جلدی سے اندر گیا اور بہت سی روٹیاں لا کر سامنے رکھ دیں، پھر دوبارہ وہ دال لینے چلا گیا، دال لے کر جب آیا تو پیٹو صاحب روٹیاں ختم کر چکے تھے، دال رکھ کر وہ روٹیاں لینے دوبارہ گیا، جب واپس آیا تو دال کا صفایا ہو چکا تھا، اب روٹیاں رکھ کر وہ پھر دال لینے گیا، واپس آ کر دیکھتا کیا ہے کہ ساری روٹیاں غائب، آخر پھر دال رکھ وہ روٹیاں لینے چلا گیا، اور جب واپس آیا تو دال ختم ہو چکی تھی۔

یہی واقعہ یعنی روٹی لانے تک دال ختم ہونے اور دال لانے تک روٹی ختم ہونے کا دس مرتبہ گزرا، آخر راہب بیچارے سے نہ رہا گیا، اس نے سوال کیا:

''آپ کہاں جا رہے ہیں؟''

پیٹو نے جواب دیا: ''رے تک''

''راہب نے پوچھا: ''سفر کا مقصد؟''

پیٹو نے کہا: ''مجھے معلوم ہوا ہے وہاں ایک کامل طبیب رہتا ہے، اس سے اصلاحِ معدہ کی دوا لوں گا تاکہ بھوک کھل کر لگنے لگے۔ آج کل نہ بھوک کھل کے لگتی ہے نہ کچھ کھایا جاتا ہے''۔

راہب نے کہا: ''میری ایک درخواست ہے''۔

''وہ کیا؟''

''جب آپ کا معدہ کام کرنے لگے تو مہربانی کر کے دوبارہ یہاں قدم رنجہ نہ فرمائیے گا''۔

☆......☆......☆

طلبِ دُنیا کا انجام

ایک مرتبہ تین دوست ساتھ ساتھ سفر کر رہے تھے، راہ چلتے چلتے انہیں ایک جگہ خزانہ نظر آیا، تینوں نے جلدی سے اس پر قبضہ کر لیا یہ واقعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کا ہے۔

ان دوستوں نے آپس میں کہا:

''ہم سب بھوکے ہیں، ہم میں سے ایک شخص بازار چلا جائے اور کھانا خرید لائے۔ تاکہ

ہم سب شکم سیر ہو کر کھائیں"۔

چنانچہ تینوں میں سے ایک شخص کھانا خریدنے کیلئے چلا گیا راستے میں اس نے سوچا. کھانے میں اگر زہر ملا دوں تو دونوں ساتھی ہلاک ہو جائیں گے اور سارا خزانہ میری ملکیت بن جائے گا۔ آخر اس نے ایسا ہی کیا، کھانے کے ساتھ زہر بھی خرید لیا اور اس میں ملا دیا۔

اس کی عدم موجودگی میں باقی دونوں ساتھیوں نے آپس میں مشورہ کیا اور یہ طے کیا کہ جب وہ کھانا لے کر آئے تو اسے قتل کر دیا جائے اور سارا کا سارا خزانہ ہم دونوں آپس میں تقسیم کر لیں۔ اس رائے پر اتفاق ہو گیا۔

وہ کھانا لے کر آیا، یہ دونوں دوست اس پر حملہ آور ہوئے اور اسے قتل کر دیا پھر اطمینان سے دونوں نے زہر ملا ہوا کھانا کھایا، اور کھاتے ہی زہر کے اثر سے ہلاک ہو گئے۔

جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ادھر سے گزر ہوا تو انہوں نے اپنے حواریوں سے فرمایا:

''تم نے دیکھا، یہ تینوں کے تینوں کس طرح دنیا کی طلب میں ہلاک ہوئے؟ افسوس ہے ان لوگوں پر جو دنیا کے پیچھے پڑے ہیں''۔ (المستطرف المسبوک)

☆......☆......☆

چاہ کن را چاہ در پیش

ایک بدوی کسی طرح خلیفہ معتصم باللہ کے دربار میں باریاب ہو گیا، خلیفہ کو وہ کچھ ایسا پسند آیا، کہ اس نے بدوی کو اپنا مصاحب اور ندیم بنا لیا، ہر دم اسے اپنے پاس رکھتا، اس سے باتیں کرتا، اس کی باتیں سنتا، خصوصیت اتنی بڑھ گئی کہ اسے اجازت مل گئی کہ وہ جب چاہے بغیر کسی پوچھ گچھ کے حریم خلافت میں باریاب ہو سکتا ہے کسی کی مجال نہیں کہ روک ٹوک کر سکے۔

معتصم کے ایک وزیر نے اس بدوی کی یہ سرفرازی جو دیکھی تو دل میں جل گیا اور دل ہی دل میں کہنے لگا یہ شخص تو بڑے مزے میں رہا ہینگ لگی نہ پھٹکری رنگ چوکھا آیا، خلیفہ سے انعام و اکرام کے سلسلہ میں بھی کافی رقم اینٹھ لیتا ہے اور درماہہ و منصب کے نام سے بھی، کوئی ایسی ترکیب ہونی چاہیے کہ اس اُجڈ گنوار کا پتہ کاٹا جائے اور اسے خلیفہ کے دربار سے حقیر و ذلیل

کر کے بیک بنی و دو گوش نکلوایا جائے۔

یہ سوچ کر اس نے بدو سے رسم و راہ بڑھائی اور یارانہ پیدا کر لیا، وہ اس سے بہت زیادہ لطف اور خلوص کا برتاؤ ظاہر کرنے لگا۔ تاکہ بدو اسے اپنا سب سے بڑا مخلص دوست سمجھنے لگے، کبھی اس کی دعوتیں کرتا، کبھی اسے گانا سنواتا، کبھی اسے اپنے ساتھ سیر و تفریح میں شریک کر لیتا، آخر رفتہ رفتہ اس نے بدو کا اعتماد حاصل کر لیا اور وہ اسے واقعی اپنا مخلص دوست سمجھنے لگا۔

ایک روز وزیر نے بدو کی دعوت کی اور اس کیلئے طرح طرح کے لذیذ اور مرغن کھانے پکوائے، لیکن ان کھانوں میں اس نے باورچی کو تاکید کر کے لہسن بہت زیادہ ڈلوایا، کھانے کے بعد وزیر نے بدو سے کہا:

"کہو کھانا پسند آیا؟"

"جی ہاں بہت زیادہ"۔

وزیر نے کہا: "لیکن آج خلیفہ سے دور ہی رہنا ذرا؟"

"یہ کیوں؟"

"اس لئے کہ خلیفہ کو لہسن کی بو سے سخت نفرت ہے اور تمہارے منہ سے لہسن کی بو آ رہی ہے"۔

دعوت ختم ہونے کے بعد بدو چلا گیا، اور وزیر سیدھا خلیفہ کے پاس پہنچا اس وقت بدو خلیفہ کے پاس موجود نہیں تھا، اس ڈر سے کہیں خلیفہ لہسن کی بو نہ سونگھ لے۔ یہ اچھا موقعہ دیکھ کر وزیر نے خلیفہ سے بدو کی خوب برائیاں کیں اور کہا:

"آج تو وہ آپ کی بہت برائیاں کر رہا تھا"۔

خلیفہ، معتصم نے حکم دیا:

"بدو فوراً حاضر کیا جائے"۔

وزیر اس اثناء میں کھسک گیا، خلیفہ نے بدو سے کہا:

"قریب آؤ"۔

وہ قریب آیا، لیکن احتیاطاً اس نے اپنی آستین منہ پر رکھ لی، کہ کہیں لہسن کی بو خلیفہ تک نہ

Marfat.com

پہنچ جائے۔

خلیفہ نے اپنے دل میں خیال کیا، وزیر نے اس کے بارے میں جو کچھ کہا تھا وہ یقیناً صحیح ہے، ورنہ اس پر اس وقت اتنی دہشت اور گھبراہٹ نہ ہوتی۔

خلیفہ نے اپنے ایک عامل کو ایک شقہ لکھا:

''حامل ہذا کی فوراً گردن اڑادو''۔

وہ خط بدو کو دیا اور کہا:

''جاؤ اس کا جواب لے کر فوراً آؤ''۔

بدو خلیفہ سے اپنا پروانۂ موت لے کر اپنی سادہ لوحی کے باعث خوشی خوشی باہر نکلا، وہاں وزیر موجود تھا اس نے جو بدو کو خوش اور بے فکر پایا سمجھ گیا، اس گنوار نے پھر خلیفہ کو اپنی باتوں سے پرچا لیا ہے اس نے بدو سے دریافت کیا:

''کہاں جا رہے ہو؟''

وہ بولا: ''خلیفہ کا مکتوب لے کر فلاں عامل کے پاس جا رہا ہوں''۔

یہ سن کر وزیر کو خیال ہوا، ضرور آج پھر اس گنوار نے انعام واکرام حاصل کیا ہے، یہ سوچ کر کہنے لگا:

''تم وہاں جانے کی زحمت کیوں اٹھاتے ہو۔ یہ لو دو ہزار درم تم اپنے گھر جاؤ، آرام کرو، میں خلیفہ کا یہ مکتوب لے کر جاتا ہوں، اور جواب لا کر خلیفہ کو دے دوں گا، سچ پوچھو تو میرا یہی کام ہے۔

بدو رضا مند ہو گیا، اور وزیر سے دو ہزار درم لے کر ہشاش بشاش اپنے گھر کی طرف روانہ ہو گیا، اس کے جانے کے بعد وزیر نے وہ خط لیا اور سیدھا خلیفہ کے عامل کے پاس انعام واکرام کی طلب میں روانہ ہو گیا، اس نے جاتے ہی خلیفہ کا نامہ عامل کی خدمت میں بھیج دیا، اور عامل نے وہ نامہ پڑھتے ہی اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ جو شخص باہر کھڑا جواب کا انتظار کر رہا ہے، اس کی گردن اڑادی جائے، غلام باہر آئے اور انہوں نے عامل کے حکم کی تعمیل کر دی وزیر چیختا ہی رہ گیا، میری تو سنو، مجھے دیکھو تو میں کون ہوں؟ لیکن وہاں کون سنتا تھا؟ وہ

چیختا ہی رہ گیا، اور اس کی گردن اڑا دی گئی۔

اس واقعہ کے کچھ عرصہ کے بعد خلیفہ کو بدوی اور وزیر کا خیال آیا، اس نے کہا:

"بدوی کا کیا ہوا؟ اور وزیر کیوں حاضر دربار نہیں ہوتا؟"

جواب دیا گیا:

"بدوی شہر میں مقیم ہے، یاد نہیں کیا گیا اس لئے حاضر نہیں ہوا، اور وزیر صاحب نہ معلوم کہاں ہیں؟ پتہ نہیں؟"

یہ جواب سن کر معتصم کو بڑی حیرت ہوئی، اس نے بدّو کو بلایا، اس سے ماجرا پوچھا:

اس نے ساری کہانی از اوّل تا آخر سُنا دی۔

معتصم کو جب اصل واقعہ معلوم ہوا، تو وہ وزیر کی ہلاکت سے خوش ہوا، اور بدّو سے اور زیادہ اچھا برتاؤ کرنے لگا۔

☆......☆......☆

لطیفہ

ایک بادشاہ تھا، بہت سخی اور دریا دل، اس کی سخاوت کا ڈنکا دور دور بجتا تھا۔

ایک روز کوئی مچھیرا بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور اس نے بڑی عقیدت اور امید کے ساتھ ایک مچھلی پیش کی۔ بادشاہ نے حکم دیا اسے چار ہزار درم فوراً خزانہ شاہی سے عطا کئے جائیں۔

مچھیرا یہ رقم پا کر خوشی سے پھولا نہ سمایا، جیسے ہی وہ باہر گیا ملکہ نے جو بادشاہ کی اس سخاوت سے جل اٹھی تھی، بڑے تیکھے انداز میں کہا:

"اس مچھلی کی زیادہ سے زیادہ جو قیمت ہو سکتی ہے وہ ایک درم ہے، آپ نے ایک دم چار ہزار درم دے ڈالے، اس طرح رعایا کی نظر میں آپ کی کیا وقعت رہ جائے گی؟"

بادشاہ نے ملکہ کی باتیں سنیں، مسکرایا اور کہا:

"کہتی تو ٹھیک ہو، لیکن بادشاہ کی شان کے خلاف ہے۔ کہ وہ ان کو دی ہوئی چیز واپس

Marfat.com

لے...... بتاؤ اب کیا کیا جائے؟''

ملکہ نے جواب دیا:

''میں ایک بڑی اچھی ترکیب بتاتی ہوں، رقم کی رقم واپس مل جائے گی، اور آپ کی بات بھی رہ جائے گی''۔

بادشاہ نے کہا: ''تو بتاؤ پھر؟''

ملکہ بولی: ''مچھیرے کو بلایئے، اور اس سے پوچھیے، یہ مچھلی جو تم لائے ہو، اس کی جنس کیا ہے؟ اگر وہ کہے کہ نر ہے، تو کہیے مجھے تو مادہ چاہیے تھی، میں نر نہیں لیتا، اگر کہے مادہ ہے، تو فرمایئے گا مجھے تو نر چاہیے، یہ اپنی مادہ واپس لے جاؤ''۔

بادشاہ ملکہ کی باتیں سن کر ہنس پڑا، اس نے کہا:

''واقعی تم نے بڑی اچھی ترکیب بتائی، میں یہی کرتا ہوں''۔

بادشاہ کے حکم سے فوراً مچھیرا بلوایا گیا، جب وہ حاضر ہوا تو بادشاہ نے وہی سوال کیا جو ملکہ نے بتایا تھا۔

مچھیرے نے کہا:

''میرے آقا! یہ مچھلی نہ نر ہے نہ مادہ، بلکہ مخنث ہے''۔

بادشاہ ہنس پڑا۔ اس نے ملکہ سے کہا:

''اس نے بڑے مزے کی بات کہی، اب لازم ہے کہ تم بھی اسے چار ہزار درم انعام دو''۔

چنانچہ ملکہ کو بھی چار ہزار درم دینا پڑے، اور مچھیرا خوش خوش یہ دولت لے کر چلا گیا۔

☆......☆......☆

Marfat.com

ظلم وانتقام

مؤمن کی فراست

ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ ایک درخت کے سایہ میں آرام فرما رہے تھے، آپ محوِ استراحت تھے اور آپ ﷺ کی تلوار آپ کے پہلو میں رکھی ہوئی تھی۔ بعض اعدائے اسلام کی آپ ﷺ پر نظر پڑی، انہوں نے آپس میں صلاح ومشورہ کر کے ایک آدمی آنحضرت ﷺ کے پاس بھیجا، کہ وہ ترکیب سے کام لے کر آپ ﷺ کا کام تمام کر دے۔

چنانچہ وہ شخص آپ کے پاس آیا اور کہا:

''اے محمد (ﷺ)، ذرا اپنی یہ تلوار تو دکھانا''۔

آپ ﷺ نے وہ تلوار اسے مرحمت فرمادی، وہ اسے الٹنے پلٹنے لگا جب وہ ارادہ کرتا کہ حضور ﷺ پر وار کرے۔ اس کے دل میں ایسی ہیبت آپ ﷺ کی پیدا ہوجاتی کہ وہ لرزہ براندام ہوجاتا، آخر اس نے تلوار آپ ﷺ کو واپس کردی اور اپنے لوگوں میں واپس آگیا۔

ساتھیوں نے پوچھا: ''تم نے محمد ﷺ کو جیتا کیوں چھوڑا؟''

وہ بولا: ''میں مرعوب ہوگیا، مجھے اس کا وہم وگمان بھی نہیں تھا کہ محمد ﷺ میں یہ ہیبت ہوگی''۔

ساتھیوں نے کہا: ''ڈرنے کی کوئی بات نہیں ہے...... جاؤ پھر جاؤ کسی بہانہ سے تلوار مانگو، اور اب کے بس کام تمام ہی کر آؤ''۔

آخر وہ شخص پھر حضور ﷺ کے پاس آیا، اور کہنے لگا:

''یا محمد (ﷺ) مجھے بڑا ضروری کام ہے، ذرا ایک مرتبہ پھر اپنی تلوار تو دینا''۔

آپ ﷺ نے اپنے صحابہؓ سے کہا:

Marfat.com

''اسے پکڑلو اور اس کی گردن ماردو''۔

وہ کہنے لگا: ''یا محمد میں نے پہلی مرتبہ جب تلوار لی تھی، تو کوئی دھوکہ یا فریب تو نہیں کیا تھا، پھر اس مرتبہ آپ اندیشہ کرنے لگے؟''

آپ ﷺ نے فرمایا:

اس کی گردن مارو...... ''لَا يُلْدَغُ الْمُؤْمِنُ مِنْ جُحْرٍ مَرَّتَيْنِ''. (مومن ایک ہی بل سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جاتا)۔

اس وقت سے آپ کا یہ قول 'ضرب المثل' بن گیا۔

☆......☆......☆

حاضر جواب باورچی

ملک ایران کا ایک بادشاہ، تھا بڑا آتش کو، اور شعلہ مزاج، اس کا ایک قرابت دار تھا، اپنے فن میں کامل اور شہرۂ آفاق۔

ایک مرتبہ وہ قرابت دار بادشاہ کے سامنے کھانا چن رہا تھا، کہ کوئی چیز اس کے ہاتھ سے گر پڑی۔ یہ دیکھتے ہی بادشاہ کو جلال آ گیا، اس کی نازک مزاجی اس کی گستاخی کو برداشت نہ کر سکی، بادشاہ کا بدلا ہوا رنگ دیکھ کر قرابت دار نے وہی ہاتھ سر پر پونچھ دیا، اب کی بادشاہ کو اور بھی زیادہ جلال آیا، اس نے حکم دیا:

''اسے سامنے لاؤ''۔

وہ مشکیں باندھ کر حاضر کیا گیا۔

بادشاہ نے کہا:

''میں جانتا ہوں، پہلی غلطی تجھ سے نادانستہ سرزد ہوئی۔ ہاتھ کانپ گیا، چیز گر پڑی، لیکن یہ دوسری اس سے بھی بڑی غلطی کیسے سرزد ہوئی؟''

قرابت دار نے جواب دیا:

''جہاں پناہ...... میں جانتا تھا، اب میری جان نہیں بچ سکتی، میں یہ نہیں چاہتا تھا کہ میرا

Marfat.com

سا قدیم نمک خوار اتنی سی معمولی بات پر مارا جائے اور لوگ بادشاہ کو بدنام کریں کہ وہ ایسا ظالم اور ستم گر ہے کہ ذرا ذرا سی غلطیوں پر لوگوں کی جان لے لیتا ہے، لہٰذا میں نے پہلے سے بڑی غلطی کی تا کہ میرا جرم بھاری ہو جائے اور جس کے کان تک میرے قتل کی خبر جائے وہ یہی کہے کہ ہاں یہ قرابت دار اس سزا کا مستحق تھا، اور بادشاہ کو کوئی ظالم نہ کہہ سکے"۔

بادشاہ اس لطیف معذرت سے خوش ہو گیا اور اس نے رکابدار کو انعام و اکرام سے مالا مال کر دیا۔ (عقد الفرید)

☆......☆......☆

منحوس کون ہے؟

ایک بادشاہ کی یہ عادت تھی کہ وہ ہر صبح شگون لینے کا عادی تھا، اگر نیک شگون دیکھتا تو خوش رہتا تھا، اگر برا دیکھتا تو سارا دن غیظ و غضب کی حالت میں گزار دیتا تھا۔

ایک روز کیا ہوا کہ وہ صبح صبح شکار کیلئے نکلا، ایک اعرابی نظر آیا، جو مفلوک الحال، خستہ درماندہ تھا، بادشاہ نے جو اسے دیکھا اپنے ساتھیوں سے کہا:

"اسے پکڑ لو، یہ بڑا منحوس آدمی صورت سے معلوم ہوتا ہے"۔

وہ آدمی فوراً پکڑ کر قید کر دیا گیا، طے یہ ہوا کہ جب بادشاہ شکار سے واپس آجائے گا تب اس کی قسمت کا آخری فیصلہ سنایا جائے گا۔

شام کو بادشاہ بہت سا شکار لے کر شاداں و فرحاں واپس آیا، آج چونکہ شکار بہت ملا تھا، لہٰذا وہ بہت خوش تھا بندِ قبا ٹوٹے جا رہے تھے مارے خوشی کے۔

بادشاہ نے آتے ہی حکم دیا: "اعرابی کو رہا کر دیا جائے"۔

جب وہ رہا کر دیا گیا تو اس نے کہا:

"میں بادشاہ سے کچھ کہنا چاہتا ہوں"۔

اسے بادشاہ کے حضور میں حاضر کر دیا گیا۔

بادشاہ نے کہا: "کہو کیا کہنا چاہتے ہو؟"

Marfat.com

وہ بولا: ''آپ نے شکارگاہ کی طرف جاتے ہوئے مجھے دیکھا، مجھے منحوس سمجھ کر گرفتار کرایا، اور قید کا حکم دے دیا:

بادشاہ نے کہا: ''ہاں بھئی''۔

اعرابی بولا: ''پھر آپ شکار کو تشریف لے گئے، اور دن بھر خوب شکار کر کے ہنسی خوشی واپس آئے''۔

''بادشاہ نے کہا: ''یہ بھی ٹھیک آ گے؟''

اعرابی نے کہا: ''لیکن میں نے جب سے آپ کو دیکھا ہے۔ مصیبت میں گرفتار ہوں، بغیر کسی خطا اور قصور کے گرفتار ہوا، قید ہوا، تکلیف اٹھائی، سارا دن جیل میں کڑیاں جھیلتا رہا''۔

بادشاہ نے اعرابی کی باتیں سن کر کہا: ''تیرا مقصد کیا ہے؟''

اعرابی نے عرض کیا:

''میں یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ دونوں میں منحوس کون ہے؟ میں یا آپ؟''

اعرابی کی باتیں سن کر بادشاہ بہت ہنسا اور گویا ہوا:

''اے اعرابی! تو نے سچ کہا''۔

پھر بادشاہ نے حکم دیا کہ اعرابی کو بہت سا انعام دیا جائے، وہ انعام سے اپنی جھولی بھر کر خوش خوش روانہ ہو گیا۔

☆......☆......☆

ایک عابد اور ہارون رشید

خلیفہ ہارون رشید ایک مرتبہ حج کیلئے مکہ گیا۔ وہاں یہ بات اس کے گوش گزار ہوئی، کہ تہامہ کی کھوہ میں ایک عابد شب زندہ دار رہتا ہے۔ جس نے دنیا سے اپنا ناتہ قطع کر لیا ہے، اور ایک گوشے میں بیٹھ کر یادِ خدا کیا کرتا ہے، اس کی بزرگی کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ وہ مستجاب الدعوات ہے یعنی جو دعا مانگتا ہے، خدا اسے قبول کر لیتا ہے۔

یہ سن کر ہارون رشید کے دل میں عابد سے ملنے کا اشتیاق پیدا ہوا، چنانچہ وہ عابد کے پاس

Marfat.com

گیا اور گویا ہوا:

"مجھے آپ کچھ نصیحت کیجئے، جو آپ کی مرضی ہو اس کا حکم دیجئے"، خدا کی قسم میں آپ کی نافرمانی نہیں کروں گا، جو کچھ آپ فرمائیں گے اُسے بسروچشم بجالاؤں گا......"۔

عابد نے رشید کی یہ باتیں سنیں، اور سکوت اختیار کرلیا، کوئی جواب نہیں دیا، آخر کچھ دیر جواب کا انتظار کر کے اور جواب نہ پا کر ہارون رشید عابد کے پاس سے اٹھ گیا۔

جب ہارون رشید چلا گیا، تو عابد کے اصحاب میں سے ایک نے کہا:

"جب خلیفہ نے یہ قسم کھائی تھی کہ آپ کے ارشاد کی نافرمانی نہیں کرے گا، اور جو کچھ آپ کہیں گے، اسے بسروچشم بجالائے گا۔ تو آپ نے اسے کیوں یہ حکم نہیں دیا کہ وہ خدا سے ڈرے، اور اپنی رعیّت کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آئے؟ یہ تو بہر حال ایک نیک کام ہی کا حکم ہوتا؟"

عابد نے اپنے حاشیہ نشین کی یہ بات سنی اور کچھ دیر تامل کرنے کے بعد جواب دیا:

"کیا میں خدا سے زیادہ عظمت رکھتا ہوں کہ وہ جو کچھ حکم دیتا ہے ہارون اس سے تو نافرمانی کرتا ہے، اور میں جو کچھ کہوں گا۔ اس کی وہ بسروچشم تعمیل کرے گا"۔

اس جواب سے عابد کے ساتھی کو بڑی نصیحت ہوئی اور وہ خاموش ہو گیا۔

☆......☆......☆

شاعر کی نصیحت

خلیفہ معتصم باللہ کا وزیر فضل بن مروان بہت ظالم اور جفا کار شخص تھا نہایت مغرور اور متکبر۔ ہر شخص پر دراز دستی پر مائل۔

معتصم فضل کے بارے میں کہا کرتا تھا:

"فضل بن مروان نے خدا کو خفا کر کے مجھے راضی کیا۔ اور اس طرح اللہ نے اسے مجھ پر مسلّط کر دیا"۔

ایک مرتبہ مشہور شاعر ہیثم بن فراس فضل کے بعض عمال کا شکایت نامہ لے کر فریاد کناں

Marfat.com

اس کی خدمت میں حاضر ہوا، لیکن فضل نے اس کی توجہ نہ کی، اور منہ پھیر لیا، یہ رنگ دیکھ کر ہیثم نے فضل کو مخاطب کر کے یہ اشعار کہے:

''اے فضل بن مروان، تو ظالم اور جابر ہے۔ پس انتظار کر، اور یاد رکھ، تجھ سے بھی فضل اور فضل، اور فضل کی تربت بن چکی ہے''۔

تین بادشاہوں نے ان تینوں فضلوں کو چھوڑ دیا، وہ موت قتل اور انقلاب کا تحفہ تھے''۔

''پس اگر تو لوگوں کے ساتھ اسی طرح ظلم و جور کا برتاؤ کرتا رہے گا تو تیرا بھی وہی حشر ہو گا جو تجھ سے پہلے تین فضلوں کا ہو چکا ہے''۔

فضل نے ہیثم کے یہ اشعار سنے تو پوچھا:

جواب ملا: ''ہیثم کی مراد فضل بن یحیٰ اور فضل بن سہل اور فضل بن الربیع سے ہے''۔

یہ سن کر فضل بن مروان کا رنگ رخ بدل گیا، پھر وہ ظلم و جور سے باز آ گیا، یہاں تک کہ اس دنیا سے چل بسا۔

☆......☆......☆

بدترین دشمن

ایک مرتبہ عبداللہ بن جعفر گھوڑے پر سوار جا رہے تھے کہ راستہ میں ایک شخص نے ان کے گھوڑے کی لگام پکڑ کر اسے روکا، اور کہا:

اے امیر، میں خدا کا واسطہ دے کر تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ میری گردن ابھی اور اسی وقت مار دے۔

عبداللہ نے پوچھا: ''آخر کیا بات ہے؟''

وہ کہنے لگا:

''میرا ایک بدترین دشمن ہے، جو میرے پیچھے لگا ہوا ہے، جان کا گاہک بن چکا ہے، اس نے مجھے زندہ درگور کر دیا ہے اے امیر، مجھ میں اتنی سکت نہیں کہ میں اس کا مقابلہ کر سکوں یا اسے شکست دے سکوں''۔

Marfat.com

عبداللہ نے دریافت کیا:

’’آخر تمہارا دشمن کون ہے؟‘‘

وہ بولا: ’’فقر، تنگ دستی‘‘۔

عبداللہ نے اپنے غلام کی طرف دیکھا اور کہا:

’’اسے ایک ہزار دینار دے دو‘‘۔

پھر اس شخص سے کہا: ’’یا اخا العرب یہ رقم لو، ہم اب جاتے ہیں لیکن اگر تمہارا دشمن پھر تم پر حملہ آور ہو تو ہمارے پاس آنا، ہم انشاء اللہ تمہارے ساتھ انصاف کریں گے‘‘۔ (مجانی الادب)

☆......☆......☆

ابن حمران اور ابوالفضل

مستنصر باللہ کے عہد میں ابن حمران نے مصر پر حملہ کیا۔ اس نے بہت سے گھروں کو پھونک دیا، اور اس کی فوج نے ظلم و جور کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع کر دیا۔

لوگ اس جفا کاری سے تنگ آ کر ابوالفضل جوہر کے پاس پہنچے، یہ بہت اچھے واعظ اور بڑے پایہ کے بزرگ تھے۔ ان کی خدمت میں آ کر لوگوں نے فریاد کی، اور اس ظلم و جور کو کسی طرح دور کرنے کی استدعا کی۔

جوہر نے اس وقت خطاب کیا:

’’اگر تو خالق ہے، تو اپنی مخلوق پر رحم کر، اور اگر تو مخلوق ہے تو اپنے خالق سے ڈر‘‘

ظلم کا دور فوراً ختم ہو گیا۔

☆......☆......☆

لطیفہ

مشہور ظالم اور سفاک گورنر، حجاج بن یوسف ایک مرتبہ اپنے لشکر سے بھٹک کر تنہا رہ گیا۔

اتنے میں اسے ایک اعرابی نظر آیا۔

Marfat.com

حجاج نے پوچھا:

"یا اخا العرب، حجاج بن یوسف کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟"

اعرابی نے جواب دیا:

"پرلے درجے کا ظالم اور سفاک"۔

حجاج نے کہا:

"پھر تم عبدالملک بن مروان سے اس کی شکایت کیوں نہیں کرتے؟"

وہ کہنے لگا:

"وہ کمبخت حجاج سے بھی زیادہ ستمگر ہے، دونوں پر خدا کی لعنت اور پھٹکار"۔

اس گفتگو کے دوران میں حجاج کا لشکر آ گیا، اعرابی سمجھ گیا، جس شخص سے اس آزادی اور بے تکلفی کے ساتھ باتیں کر رہا تھا، یہی حجاج ہے لیکن اپنے حواس بجا رکھے اور حجاج سے کہا:

"اے امیر، میرے اور آپ کے مابین جو راز کی باتیں ہوئی ہیں، ان کا علم سوائے خدا کے کسی کو نہیں ہے"۔

حجاج نے تبسم کیا، اسے انعام دیا اور رخصت کر دیا۔

☆......☆......☆

لطیفہ

ایک اعرابی حجاج بن یوسف کے پاس آیا، اور باتیں کرنے لگا اتنے میں کھانے کا وقت ہو گیا، چنانچہ دستر خوان چنا گیا، اور حاضرین آ کر بیٹھ گئے، وہ اعرابی بھی کھانے کیلئے بیٹھ گیا۔

آخر میں حلوہ لایا گیا، حجاج نے اعرابی سے منہ موڑ کر ایک لقمہ حلوہ سے کھایا پھر کہا: "اس حلوے میں جس نے ہاتھ لگایا، اس کی گردن اڑا دوں گا"۔

چنانچہ جو لوگ دستر خوان پر بیٹھے تھے، انہوں نے اپنے ہاتھ روک لئے اور حلوہ کھانے کے ارادہ سے باز آ گئے۔

اعرابی کی کیفیت سب سے جدا تھی، ایک طرف حلوا کی کشش دوسری طرف حجاج کا ڈر،

کبھی وہ حلوے کی طرف دیکھتا، کبھی حجاج کی طرف۔ کبھی جی چاہتا کھا جاؤں۔ یہی سوچتا تھا اس جرأتِ رندانہ کی قیمت جان ہے۔

آخر اعرابی نے حجاج سے کہا:

"اے امیر المؤمنین اپنی اولاد کیلئے آپ کو وصیت کرتا ہوں اس سے اچھا برتاؤ کیجئے گا"۔

یہ کہہ کر سارا حلوا ایک ہی دفعہ میں چٹ کر گیا۔ حجاج ہنسے ہنستے لوٹ گیا۔

☆......☆......☆

عضدالدولہ کا انصاف

حج کے ارادہ سے ایک شخص بغداد میں وارد ہوا۔ اس کے پاس ایک ہار تھا۔ جس کی قیمت تخمیناً ایک ہزار دینار تھی۔ اس نے چاہا ہار فروخت کر دے لیکن اتفاق کہ کوئی خریدار نہ ملا۔ آخر اس نے امانت کے طور پر ایک تاجر کے پاس اسے رکھوا دیا۔ یہ تاجر اپنی دیانت اور امانت کے لحاظ سے بہت مشہور تھا، اور عام طور پر لوگ اس کی عزت کرتے تھے۔

حج سے فارغ ہو کر وہ شخص بغداد واپس آیا، تاجر کیلئے مکہ سے وہ ایک ہدیہ بھی لایا۔ تاجر کے پاس پہنچا، اور اسے سلام کیا۔

تاجر نے کہا: "تم کون ہو؟"

اس نے کہا:

"میں وہ شخص ہوں جس نے حج کیلئے جاتے وقت آپ کے پاس اپنا ایک ہار امانتاً رکھوایا تھا"۔

تاجر نے حیرت سے کہا:

"ہار! کیسا ہار؟ میرے پاس تو کوئی ہار نہیں"۔

یہ کہہ کر اس نے اپنے ملازموں کو حکم دیا، کہ وہ اسے باہر نکال دیں۔

وہ شخص روتا دھوتا عضدالدولہ کے پاس پہنچا، وہ اس زمانہ میں وہاں کا امیر تھا، اس نے اپنی ساری رام کہانی سنائی۔

Marfat.com

عضد الدولہ نے کہا:

''تم جاؤ، تاجر کے پاس جا کر بیٹھ جاؤ۔ جب میں ادھر سے گزروں گا تو تمہیں سلام کروں گا۔ تم سلام کا جواب تو دے دینا لیکن اپنی جگہ پر بیٹھے رہنا''۔

تھوڑی دیر کے بعد عضد الدولہ کی سواری اس تاجر کے پاس سے گزری وہ حاجی وہیں بیٹھا ہوا تھا، عضد الدولہ نے حاجی سے کہا:

''اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ''.

وہ بولا: ''وَعَلَیْکَ السَّلَامُ''.

اور اپنی جگہ سے جنبش بھی نہیں کی۔

عضد الدولہ نے اس سے کہا:

''ارے بھائی تم عراق سے یہاں آئے اور ہمارے پاس نہیں آئے؟''

وہ بولا: ''ہاں فرصت نہیں ملی، آجاؤں گا کسی وقت''۔

عضد الدولہ کی سواری جب گزر گئی، تو تاجر کا برا حال دہشت کے باعث ہوا، اس نے حاجی سے کہا:

''آپ کا ہار کیسا تھا؟''

حاجی نے اپنے ہار کا حلیہ بتایا۔

یہ سنتے ہی تاجر اٹھا اور ہار لا کر سامنے رکھ دیا اور کہا:

''معاف کیجئے گا، میں بھول گیا تھا بالکل''۔

حاجی، یہاں سے اٹھ کر سیدھا عضد الدولہ کے پاس گیا، اور اسے سارا واقعہ بتایا، عضد الدولہ نے حکم دیا، تاجر کو اس کی دوکان کے سامنے سولی پر لٹکا دیا جائے، تاکہ لوگوں کو عبرت ہو۔

چنانچہ اس حکم کی تعمیل ہوئی۔

☆......☆......☆

Marfat.com

بُخل، ایثار اور احسان

بخل کی بدبختی

حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

''بخیل اور کنجوس سے زیادہ بدبخت میں نے کسی کو نہیں دیکھا، وہ اپنی دنیا مال جمع کرنے میں صرف کردیتا ہے، پھر بھی دنیا میں اسے غم وفکر کے سوا کچھ نہیں ملتا، اور آخرت میں گناہوں کا پشتارہ لاد کر اسے اٹھنا پڑتا ہے، وہ دنیا میں اپنے بخل کے باعث فقیروں کی سی زندگی بسر کرتا ہے اور آخرت میں اس سے جب حساب لیا جائے گا، وہ اغنیاء کے زمرہ کا حساب ہوگا''۔

روایت ہے:

''ایک مرتبہ حضرت حسن بصریؒ عبدالرحمٰن اہشم کی عیادت کیلئے گئے، دیکھا، وہ بستر پر کروٹیں بدل رہا ہے۔ گھر کے کونے میں کچھ صندوق رکھے ہوئے تھے، انہیں حسرت سے دیکھ رہا ہے۔ پھر وہ حضرت کی طرف مخاطب ہوا اور کہا:

''اے ابوسعید! ان ایک ہزار دینار کے بارے میں تم کیا کہتے ہو، جو اس صندوق میں رکھے ہوئے ہیں۔ جن کی نہ میں نے زکوٰۃ دی۔ نہ جن سے دوسروں پر احسان کیا''۔

فرمایا:

''کم بخت، آخر تو نے کس لئے جمع کیا تھا؟''

کہنے لگا:

''تاکہ زمانہ کی مصیبتوں سے بچا رہوں۔ حوادث کے وقوع سے محفوظ رہوں بادشاہ کی جفاکاریوں کا شکار نہ بنوں''۔

پھر وہ مرگیا، جنازہ میں حضرت نے بھی شرکت کی، جب کفن دفن سے فراغت ہوئی تو

Marfat.com

آپ نے قبر پر ہاتھ مارا، اور ورثاء کو مخاطب کر کے کہا:

''اس مال کو حلال کر کے استعمال کرنا، تاکہ تمہارے لئے وبال نہ بن جائے۔ اس سے نیکی اور بھلائی کے کام کرنا، تاکہ اس کی برکت میں اضافہ ہو''۔

☆......☆......☆

ایثارِ علیؓ

ایک مرتبہ حضرت علیؓ کے گھر میں کڑا کے کا فاقہ گزرا۔ آپ نے ایک یہودی سے کچھ اون لیا۔ تاکہ حضرت سیدہ فاطمہؓ اسے بنیں۔ جب بن چکیں تو اس کا تین صاع گیہوں ملا۔

پہلے دن ایک صاع گیہوں لے کر سیدہ نے پیسا، اور روٹیاں پکائیں جب آپ حضرت علیؓ اور بچوں سمیت کھانے بیٹھیں تو ایک مسکین نے دروازہ کھٹکھٹایا اور کہا:

''اے اہلِ بیتِ نبوت! میں مسکین ہوں۔ اللہ کے نام پر مجھے کچھ کھلاؤ''۔

چنانچہ وہ چند روٹیاں جو پکی تھیں، اسے دے دی گئیں۔

دوسرے دن پھر حضرت فاطمہؓ نے ایک صاع گیہوں پیسے اور روٹی پکائی۔ جب کھانے کیلئے سب لوگ بیٹھے۔ تو پھر کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا اور کہا:

''اے اہلِ بیتِ نبوت! میں ایک یتیم ہوں۔ خدا کے نام پر مجھے کھلاؤ۔ ساری روٹیاں اسے دے دی گئیں۔ وہ دعا دیتا چلا گیا۔

تیسرے دن پھر وہی ماجرا گزرا۔ حضرت فاطمہؓ جب آٹا گوندھ کر روٹی پکا چکیں، اور سب کھانے بیٹھے۔ تو پھر کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا اور کہا:

''اے اہلِ بیتِ نبوت! میں اسیر ہوں، بھوکا ہوں، خدا کیلئے مجھے کچھ کھلاؤ''۔

پھر ساری روٹیاں اسے دے دی گئیں۔

''سب لوگوں نے پانی پی پی کر رات گزاری۔ لیکن حضرت حسن اور حضرت حسین علیہما السلام بھوک کی شدت سے نڈھال ہونے لگے۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچے، اور سارا ماجرا کہہ سنایا۔ آنحضرت ﷺ نے ازواجِ مطہرات سے

Marfat.com

دریافت فرمایا: لیکن سب کے ہاں سے یہی جواب ملا کہ برکت ہے۔ اتنے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے۔ وہ بھی بھوک سے بے حال ہو رہے تھے کسی نے کہا:

"یارسول اللہ! (ﷺ) مقداد بن اسود کے پاس کھجوریں ہیں"۔

اس کے پاس آدمی بھیجا گیا۔ لیکن وہاں بھی نہ ملیں۔

پھر آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ سے کہا:

"یہ ٹوکری لو، اور اس کھجور کے دخت کے پاس جاؤ، اور اس سے کہو محمد (ﷺ) نے کہا ہے۔ اپنی کھجوروں سے ہمیں شکم سیر کر دے۔ اللہ کے حکم سے کھجوریں گرنے لگیں۔ سب لوگوں نے خوب شکم سیر ہو کر کھائیں۔ باقی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں بھیج دی گئیں، کہ وہ خود کھائیں اور بچوں کو کھلائیں۔ اس واقعہ پر قرآنِ کریم کی یہ آیت نازل ہوئی:

وَیُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّهٖ مِسْکِیْنًا وَّیَتِیْمًا وَّاَسِیْرًا ۵ ط (نزہۃ المجالس)

☆......☆......☆

ایثار کی انتہا

حذیفہؓ عدوی روایت کرتے ہیں:

"جنگ یرموک بڑی شدید جنگ تھی۔ جو مسلمان کو کافروں سے لڑنی پڑی اس وقت میں اپنے ابنِ عم کو تلاش کر رہا تھا۔ تھوڑا سا پانی میرے پاس تھا۔ میں نے سوچا، یہاں پانی کی کمی ہے۔ اگر وہ مل جائے تو اسے پلاؤں"۔

تھوڑی دیر کی تلاش و جستجو کے بعد میرا ابنِ عم زخمی حالت میں مل گیا، وہ پیاس سے بے حال ہو رہا تھا، میں نے پوچھا:

"پانی پیؤ گے؟"

اس نے اشارہ سے کہا: "ہاں"۔

میں نے پانی اس کی طرف بڑھایا۔ اتنے میں آواز آئی:

"آہ، پانی"۔

Marfat.com

میرے ابنِ عم نے اشارہ سے کہا:

"پانی اسے پلادو"۔

میں پانی لے کر اس طرف بڑھا، یہ ہشام بن عاص ؓ تھے، اتنے میں ایک گوشے سے آواز آئی، کوئی زخمی کراہ رہا تھا:

"آہ، پانی"۔

ہشام نے اشارہ سے کہا:

"مجھے نہیں، اُسے"۔

میں پانی لے کر تیسرے زخمی کے پاس پہنچا، جب پہنچا تو دیکھتا کیا ہوں وہ دم توڑ چکا ہے، اب میں پانی لے کر ہشام کے پاس پہنچا، ان کی آنکھیں بھی بند ہو چکی تھیں، اب جلدی سے اپنے ابنِ عم کی طرف لپکا، لیکن اس کا کام بھی تمام ہو چکا تھا۔ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ أَجْمَعِيْنَ!"

☆......☆......☆

لرزہ خیز ایثار

ابو محمد ﷫ الازدی نے ایثار و قربانی کا ایک واقعہ بیان کیا ہے۔ جس کی مثال ملنا مشکل ہے، وہ کہتے ہیں:

"مرو کی مسجد میں آگ لگ گئی، مسلمانوں کو شبہ ہوا، یہ حرکت عیسائیوں کی ہے، اشتعال میں آکر انہوں نے عیسائیوں کے کلیسوں اور عبادت گاہوں میں آگ لگادی اور انہیں جلاڈالا"۔

سلطان کو یہ حرکت ناگوار گذری۔ اس نے لوگوں کی گرفتاری کا حکم جاری کر دیا، جنہوں نے عیسائیوں کی عبادت گاہوں میں آگ لگائی اور انہیں جلایا تھا۔ مسلمانوں کی ایک جماعت اس سلسلہ میں گرفتار ہوئی اور سلطان کے سامنے پیش کی گئی، کہ وہ ان گناہگاروں کیلئے سزا تجویز کرے۔ سلطان نے چند پرچیوں پر یہ الفاظ لکھے:

(۱) کوڑے کی سزا۔ (۲) ہاتھ پاؤں کاٹنے کی سزا۔ (۳) قتل کی سزا۔

اور یہ پرچیاں گرفتار شدگان پر پھینک دیں۔ جس کے حصہ میں جو پرچی آئی اس کیلئے وہی سزا نافذ کرنے کا حکم ہوا جو اس میں لکھی تھی۔

قتل کی پرچی ایک شخص پر پڑی، اس نے کہا:

''خدا کی قسم میں قتل ہونے سے نہیں ڈرتا۔ لیکن رہ رہ کے مجھے اپنی ماں کا خیال آتا ہے۔ میرے بعد اس کا کوئی سہارا نہیں رہ جائے گا، نہ کوئی بہن ہے نہ بھائی، نہ کوئی اور عزیز''۔

پاس ہی ایک اور نوجوان موجود تھا، اس پر جو پرچی پڑی تھی اس میں کوڑے کی سزا لکھی ہوئی تھی۔ اس نے کہا:

''میری ماں کا انتقال ہو چکا ہے، تم ایسا کرو، اپنی پرچی مجھے دے دو اور میری پرچی تم لے لو، میں قتل ہو جاؤں گا تم کوڑے کی سزا بھگت لینا''۔

اس نوجوان نے آخر کار اپنے رفیق کی پیشکش قبول کر لی۔ چنانچہ دونوں نے اپنی پرچیاں بدل لیں، اور وہ جوان قتل کر دیا گیا، اور یہ کوڑے کی سزا بھگت کر، اپنی ماں کے پاس پھر پہنچ گیا۔ (الطرطوشی)

☆......☆......☆

حضرت عثمانؓ اور بیتِ رسول

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں:

ایک مرتبہ چار روز تک ہم بھوکے رہے، گھر میں کھانے کو کچھ بھی نہیں تھا کچھ عرصہ کے بعد رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور دریافت فرمایا:

''عائشہؓ! میرے بعد گھر میں کوئی کھانے پینے کی چیز آئی؟''

میں نے جواب دیا: ''نہیں''۔

یہ سن کر آپ نے وضو کیا، اور نماز پڑھنے کیلئے مسجد تشریف لے گئے ایسا ماجرا اس دن کئی بار گزرا، دن جب ختم ہونے کے قریب ہوا، تو آنحضرت ﷺ کی عدم موجودگی میں حضرت عثمانؓ تشریف لائے، پوچھا:

Marfat.com

''رسول اللہ ﷺ کہاں ہیں؟''

میں نے بتا دیا، عثمانؓ چلے گئے، اور انہوں نے کچھ آٹا اور تھوڑی سی کھجوریں ہمارے لئے لائے، پھر انہوں نے کہا:

''اس طرح تو دیر ہوگی''۔

چنانچہ وہ پھر چلے گئے اور بھنا ہوا گوشت اور کچھ پکی ہوئی روٹیاں بھیجیں۔

تھوڑی دیر کے بعد آنحضرت ﷺ تشریف لائے، انہوں نے پھر وہی سوال کیا۔ میں نے عثمانؓ کی آمد کا سارا قصہ بیان کر دیا۔ یہ سن کر آنحضرت ﷺ پھر فوراً مسجد نبوی میں تشریف لے گئے، دونوں ہاتھ اٹھائے اور کہا:

''اَللّٰھُمَّ رَضِیْتُ عَنْ عُثْمَانَ فَارْضِ عَنْہُ''.

(اے خدایا میں عثمانؓ سے خوش ہوں تو بھی اس سے راضی ہو جا)۔

☆......☆......☆

امام حسن علیہ السّلام

حضرت امام حسن بن حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ایک مرتبہ سوال کیا گیا:

''آخر اس کی کیا وجہ ہے کہ آپ فقر و فاقہ کی حالت میں بھی جس طرح بن پڑتا ہے سائل کا سوال پورا کرتے ہیں، رد نہیں کرتے؟''

آپ نے جواب دیا: ''میں خود بھی درگاہِ خداوندی کا ایک سائل ہوں، مجھے شرم آتی ہے کہ ''سائل ہو کر، سائل کا سوال رَدّ کروں''۔

☆......☆......☆

حاتم طائی کا امتحان

قیصر روم کے کانوں تک جب حاتم کے جود وسخا کی داستانیں پہنچیں، تو اسے بڑی حیرت ہوئی، آخر اس نے طے کیا کہ حاتم کا امتحان لیا جائے، اصلاح ومشورہ کے بعد اس نے طے کیا

کہ اپنے ایک حاجب کو حاتم کے پاس بھیجے۔

حاجب کو روانہ کرتے وقت قیصر نے کہا:

"حاتم ایک فلاں رنگ کے گھوڑے کو بہت عزیز اور محبوب رکھتا ہے۔ لہٰذا تم اسے بطور ہدیہ کے اس سے مانگ لینا"۔

حاجب جب دیار طے میں پہنچا، تو آسانی سے حاتم کے پاس پہنچ گیا، حاتم نے ایک اجنبی کو اپنے ہاں بطور مہمان کے جو آتے دیکھا، تو بچھ بچھ گیا، بڑے تپاک اور اخلاق سے پیش آیا، اسے قطعاً نہیں معلوم تھا، یہ کون شخص ہے؟ کہاں سے آیا ہے؟ اور اس کے آنے کی غرض و غایت کیا ہے؟ اس وقت حاتم کے مویشی چرنے چراگاہ میں گئے ہوئے تھے، اور سوا اس گھوڑے کے، حاجب جس کا طلبگار ہو کر آیا تھا، کچھ نہیں تھا، حاتم نے آؤ دیکھا نہ تاؤ، فوراً اپنے نئے مہمان کیلئے وہ محبوب گھوڑا ذبح کر دیا، پھر وہ اپنے مہمان سے باتوں میں لگ گیا باتوں باتوں میں معلوم ہوا کہ یہ شخص قیصر روم کا حاجب ہے اور اس گھوڑے کا طلبگار ہو کر آیا ہے، یہ معلوم کر کے حاتم کو بہت تکلیف ہوئی۔ اس نے کہا:

"کاش آپ نے پہلے اپنے آنے کی غرض بتا دی ہوتی، وہ تو میں آپ کی دعوت کیلئے ذبح کر چکا، کیونکہ میرے دوسرے مویشی اس وقت چراگاہ میں گئے ہوئے تھے"۔

یہ سن کر حاجب کو بڑی حیرت ہوئی، اس نے کہا:

"آپ کو جیسا سنا تھا، اس سے کہیں بڑھ کر پایا"۔

اور اسی وقت سے یہ مثل بن گئی۔ "اکرم من حاتم الطائی"۔

☆......☆......☆

حاتم کا دشمن

ایک مالدار شخص حاتم سے بہت جلا کرتا تھا، اس کی دشمنی کی وجہ یہ تھی کہ وہ حاتم کی سی محبوبیت نہیں حاصل کر پاتا تھا۔ وہ سخاوت کرتا تھا لیکن حاتم سے کم اور چاہتا تھا کہ ناموری اور شہرت میں حاتم سے بڑھ جائے۔ جب اس مقصد میں وہ کامیاب نہیں ہوا، تو اس نے سوچا،

Marfat.com

راستہ کے اس شہتیر کو کس طرح ہٹایا جائے آخر ایک آدمی سے اس نے طے کیا کہ اگر وہ حاتم کو قتل کردے تو بہت انعام ملے گا؟ وہ آدمی راضی ہوگیا، کیونکہ اسے روپیہ کی ضرورت تھی، اس سے بحث نہیں تھی کہ حاتم کیوں مارا جائے، جو دولتمند شخص حاتم کو قتل کرنے کا پروگرام بنا رہا تھا وہ بہت خوش تھا کہ حاتم کے ہلاک ہونے کے بعد اس کی ساری ناموری اور شہرت اسی کے حصہ میں آئے گی۔

جس شخص سے معاملہ طے ہوا تھا، وہ حاتم کے قبیلہ میں پہنچا، سب سے پہلے جس شخص سے ملاقات ہوئی، وہ حاتم تھا، لیکن اس شخص نے حاتم کو کبھی نہیں دیکھا تھا، نہ اسے پتہ تھا، حاتم نے اسے نووارد اور مسافر سمجھ کر اپنا مہمان بنالیا، خوب ٹھاٹھ دار دعوت کی، پھر پوچھا:

''آپ کیوں تشریف لائے؟''

اس نے ادھر ادھر دیکھ کر رازدارانہ لہجہ میں کہا:

''حاتم کو قتل کرنے آیا ہوں''۔

حاتم نے پوچھا: ''کیوں؟''

وہ بولا: ''اس لئے کہ فلاں آدمی حاتم کی شہرت سے جلتا ہے، اس نے اسے قتل کرڈالنے کی صورت میں مجھے بہت سی دولت دینے کا وعدہ کیا ہے؟''

حاتم نے کہا: ''پھر تو ضرور اسے قتل کیجئے''۔

وہ شخص تین دن تک حاتم کا مہمان رہا، چوتھے روز اس نے کہا:

''آخر حاتم ہے کہاں؟''

حاتم نے کہا: ''ابھی بلاتا ہوں''۔

تھوری دیر بعد حاتم ننگی تلوار لئے ہوئے اپنے مہمان کے کمرے میں داخل ہوا اس حالت میں حاتم کو دیکھ کر وہ سہم گیا۔ حاتم نے اسے دلاسا دیا اور کہا:

''تم گھبراتے کیوں ہو، جس کام کیلئے تم آئے ہو، اسے انجام دینے کا وقت قریب آگیا ہے، یہ تلوار''۔

اس آدمی نے تلوار لے لی اور کہا: ''لیکن حاتم کہاں ہے؟''

Marfat.com

حاتم نے کہا: ''تمہارے سامنے''۔

یہ سنتے ہی شدّتِ دہشت سے وہ شخص بیہوش ہو کر گرا پڑا، حاتم نے اسے ہوش میں لانے کی تدبیریں کیں، بڑی دیر کے بعد وہ ہوش میں آیا، حاتم نے اس سے کہا:

''تم بے تامل مجھے قتل کرو، اور اپنا انعام حاصل کرو''۔

وہ بولا: ''مجھ پر لعنت ہو اگر میں ایسا کروں، آپ جیسے شخص پر وار کرنا، اور آپ جیسے شخص کی جان لینا، بہت بڑا پاپ ہے، کیونکہ اس کے مقابلہ میں کتنی ہی بے اندازہ دولت کیوں نہ ملے''۔

اور پھر وہ واپس چلا گیا۔

☆......☆......☆

خود اعتمادی، عزتِ نفس اور شجاعت

ہمتِ بلند

کافور اخشیدی اور اس کا ایک دوست دونوں کے دونوں سیاہ فام تھے اور غلامی کی زندگی بسر کر رہے تھے، ان دونوں کو فروخت کرنے کیلئے ان کا آقا مصر آیا، تا کہ بازار میں انہیں بیچ دے اور اپنے دام کھرے کرے، کافور کے ساتھی نے یہ تمنا کی کہ خدا کرے وہ کسی بھٹیارہ کے ہاتھ فروخت کیا جائے، تا کہ خوب پیٹ بھر کر کھانا کھائے اور جس چیز کی طرف طبیعت مائل ہو وہ بھٹیار کی دوکان سے کھانے کو مل جائے، اور کافور غلامی میں بھی سلطانی کے خواب دیکھ رہا تھا، اس کی تمنا تھی کہ وہ اس ملک کا فرماں روا بن جائے۔ جو حکم دے اس کی تعمیل ہو، جس کام سے منع کرے، اس طرف لوگ رخ نہ کریں۔ چنانچہ کافور کا ساتھی ایک بھٹیارہ کے یہاں فروخت کر دیا گیا، اور خود کافور مصر کے ایک فوجی افسر کے ہاتھوں بکا۔

زمانہ گزرتا گیا، یہاں تک کہ کافور کے آقا کا انتقال ہو گیا، اس نے اس طرح اپنے آقا کی خدمت کی تھی، اور ایسی سوجھ بوجھ، اور جرأت و ہمت کا ثبوت دیا تھا کہ اس سے آقا کی نظر میں اس کی وقعت بڑھتی گئی اور وہ برابر ترقی اور عروج کی طرف گام فرسا رہا آقا کے انتقال کے بعد وہ اس منصب پر فائز ہو گیا، اپنی ذکاوت اور دانش سے وہ رفتہ رفتہ سپہ سالار افواج ہو گیا، اس کی بات سن کر لوگ لرز جاتے تھے، یہ عالم تھا اس کے دبدبہ او طنطنہ کا اس کی ترقی اور عروج کا سلسلہ برابر جاری رہا، یہاں تک کہ وہ نہ صرف مصر، بلکہ شام اور حرمین کا فرمانروا بن گیا۔

ایک روز کافور کا گزر ایک بھٹیارن کی دوکان پر ہوا۔ وہاں اس کا پرانا ساتھی برے حالوں زندگی کے دن گزار رہا تھا۔ کافور نے کہا:

''اس کی ہمت نے ساتھ چھوڑ دیا، اور یہ بدبختی کی منزل پر پہنچ گیا میری ہمت میرے

Marfat.com

ساتھ رہی، اور میں جہاں ہوں ایک دنیا جانتی ہے"۔

☆......☆......☆

اعتمادِ نفس

عرب کی تاریخ اس حقیقت کی امثال وشواہد سے بھری ہوئی ہے کہ غربت، کم مائگی، اور افلاس کے عالم میں لوگوں نے زندگی کا آغاز کیا لیکن بہت جلد وہ عروج وارتقاء کی اس منزل پر پہنچ گئے کہ خلقت نے انہیں عقیدت کے کاندھوں پر بٹھایا، دنیا نے ان کی بڑائی کے آگے سر تسلیم خم کیا۔ اور انہوں نے اپنی عظمت کا پرچم اس طرح لہرایا کہ دشمن اور مخالف بھی ماننے اور تسلیم کرنے پر مجبور ہو گئے۔

ذیل میں عرب کے چند اکابر کا ذکر کیا جاتا ہے جنہوں نے فقر سے زندگی شروع کی اور انتہائی بلندی پر پہنچ گئے۔

(۱) مُتَنَبّی!

ابو الطیب متنبی۔ مشہور اور یگانۂ روزگار عرب شاعر، اس کا باپ بہشتی تھا لیکن یہ اپنی ذہانت اور جودت کے بل بوتے پر شاعر بنا اور اس کی فلسفہ طرازی حکمت آفرینی اور فصاحت و بلاغت کے آگے دنیا کے بڑے بڑے صاحبانِ علم وفضل سر جھکانے پر مجبور ہو گئے۔

---

(۲) جریر!

یہ بھی بڑے پایہ کا شاعر تھا، اس کے کلام کی دل نشینی اور خوبی نے لوگوں کے دلوں میں گھر کر لیا تھا، یہ وقت کا بہت بڑا شاعر مانا گیا ہے، اس کا باپ ایک گداگر تھا، لیکن اس نے سیم و زر کی بجائے علم وفضل کی ریزہ گری اختیار کی، اور ادب کے ایسے درجہ پر پہنچ گیا۔ جہاں تک پہنچنا ہر شخص کے بس کا کام نہیں۔

---

(۳)ابو تمام!

ابو تمام حبیب الطائی بہت بڑا شاعر تھا، مصر میں پروان چڑھا، زندگی کا آغاز اس طرح ہوا کہ مصر کی جامع عمرو بن عاص میں یہ لوگوں کو پانی پلایا کرتا تھا۔

لیکن طبیعت شروع ہی سے شعر کی طرف مائل تھی، شعر کہنے لگا اور آخر کار اکابر شعرا میں شمار ہونے لگا، الفاظ کی دروبست، شعر کی صناعت اور حسن اسلوب کا بادشاہ مانا گیا۔

اس کی کتابت (الحماسہ بہت مشہور ہے اور اب تک مدارس عربیہ کے نصاب میں شامل ہے۔

---

(۴)ابو بکر رازی!

مشہور اور یگانۂ آفاق طبیب، بچپن کا آغاز اس طرح ہوا کہ عود بجا کر روزی کماتے تھے۔ پھر کتب طبا اور فلسفہ کا شوق ہوا، مطالعہ کیا، پڑھا، محنت سے علم حاصل کیا، بڑے بڑے اساتذہ کے آگے زانوئے شاگردی تہ کیا اور جو علم جہاں سے ملا، وہ حاصل کر کے دم لیا، یہاں تک کہ اپنے وقت کے امام فن مانے جانے لگے۔ طب میں ایسی ترقی کی کہ مریض کیلئے ان کا ہاتھ پنجۂ عیسیٰ بن گیا۔ فن طب میں متعدد بلند پایہ اور نادرۂ روزگار کتابیں تصنیف و تالیف کیں، جن سے شائقین فن اب تک فیض حاصل کرتے اور دنیا کو فائدہ پہنچاتے ہیں۔

ان کی کتابوں میں ''الحاوی'' اور ''الجامع'' بہت مشہور ہیں۔

---

(۵)یاقوت الحموی!

مشہور زمانہ مؤرخ اس کی کتاب ''معجم البلدان'' کتب حوالہ میں شمار کی جاتی ہے، اور یہ پایۂ استناد کے قائل ہیں، اور اپنی تاریخی کتب کی افادیت، معنویت اور استناد کے قائل ہیں، اور اپنی تاریخی کتب میں برابر اس کا حوالہ دیتے رہتے ہیں۔

یاقوت کی ابتدائی زندگی کا آغاز غلام غلامی سے ہوا، ایک تاجر نے جو بغداد کا رہنے والا تھا یاقوت کو سستے داموں خرید لیا، تاجر کا نام ابراہیم الحموی تھا، اسے کیا معلوم تھا جسے وہ خرید رہا ہے، وہ کیا ہے؟ اور آگے چل کر کیا بننے والا ہے۔ جب سن رشد کو پہنچا تو اس نے اپنے آقا کے ساتھ سفر و سیاحت میں وقت صرف کرنے لگا، چنانچہ مذکورہ کتاب دراصل انہی نقوش کا نتیجہ ہے جو غلامی کے زمانہ میں آنکھوں کے راستے دل پر ثبت ہوئے۔ جغرافیہ کے فن یاقوت کی کتاب ''معجم البلدان'' کا کوئی جواب نہیں۔

---

(٦) المعز لدین اللہ!

فاطمی خاندان کا پہلا خلیفہ، مصر کے موجودہ پایۂ تخت ''قاہرہ'' کی بنیاد اسی کی ڈالی ہوئی ہے، جب یہ مصر میں داخل ہوا تو ایک بہت بڑے عالم ابن طباطبا نے معز سے پوچھا:

''امیر المؤمنین آپ کا حسب و نسب کیا ہے؟''

معز نے جواب دیا:

''جلد ہی دربار منعقد کروں گا، وہاں اپنا حسب و نسب آپ سب کے سامنے بیان کروں گا''۔

جب معز کے امور مملکت پایۂ تکمیل کو پہنچ گئے تو اس نے اپنے محل میں لوگوں کو بلایا۔ سامنے میان رکھی تھی، جس میں تلوار موجود تھی۔ معز نے میان سے تلوار نکالی، اسے اوپر اٹھایا، اور کہا:

''یہ میرا نسب ہے''۔

پھر اس نے اشرفیاں لٹائیں اور کہا:

''یہ میرا حسب ہے''۔

اس کے بعد کس میں یارا تھا کہ وہ تابِ گفتگو رکھتا، سب کی گردنیں جھک گئیں۔

☆......☆......☆

Marfat.com

عزتِ نفس

حاتم طائی سے ایک مرتبہ سوال کیا گیا:

''کسی شخص کو آپ نے اپنے سے زیادہ بلند و برتر بھی پایا؟''

حاتم نے جواب دیا: ''ہاں''۔

سوال ہوا: ''وہ کون تھا؟''

حاتم نے کہا: ''ایک مرتبہ میں نے جنگل میں ایک شخص کو لکڑیاں چنتے دیکھا، میں نے اس سے پوچھا:

''کیا تمہارے کانوں تک حاتم کے جود و سخا کی داستان نہیں پہنچی؟''

کہنے لگا:

''ہاں پہنچی ہے، بہت کچھ سنا ہے میں نے حاتم کے بارے میں''۔

میں نے دریافت کیا: ''اس نے تمہاری کبھی دعوت بھی کی؟''

جواب دیا:

''مجھ سے بڑھ کر بد بخت اور نامراد کون ہو سکتا ہے، اگر میں اس کی دعوت قبول کر کے اس کے دسترخوان پر پہنچ جاؤں؟''

میں نے پوچھا: ''یہ کیوں؟''

بڑی آن سے اس نے جواب دیا:

''جو مزا اپنے دست و بازو کی قوت سے کمائی ہوئی نانِ جویں میں آتا ہے، وہ کسی کے دسترخوان کے الوان نعمت سے نہیں آتا''۔

☆......☆......☆

صلاح الدین ایوبی

سلطان صلاح الدین یوسف بن ایوب، مسلم تاریخ کا بہت بڑا فرمانروا، جس کی عظمت و

Marfat.com

جلالت، ہمت وتہور، اور شجاعت و بسالت کے افسانے زبانِ زدِ خاص و عام ہیں، اس کی ولادت ۵۳۲ھ میں ہوئی، باپ کے زیر سایہ تعلیم و تربیت حاصل کی، پھر سنِ رشد کو پہنچنے کے بعد نورالدین محمود بن زنگی، فرمانروائے ملک شام کی خدمت میں مامور ہوا، وہاں رہ کر امور سیاست اور مہماتِ ملکی میں دسترس حاصل کی، اور رفتہ رفتہ عروج اور ہر دلعزیزی کے ایسے مرتبہ پر پہنچ گیا، جہاں تک پہنچنا ہر کہ و مہ کیلئے آسان نہیں۔

پھر زنگی نے اس کی وفاداری، حسنِ خدمت اور جوشِ کار کو ملحوظ رکھ کر مصر بھیج دیا تا کہ وہاں کے گورنر کی مدد کرے، اور اس کے ساتھ مل کر ملکی و ملی خدمت انجام دے۔

۵۶۷ھ میں عاضد لدین اللہ گورنر مصر کا انتقال ہوگیا، اس منصب پر صلاح الدین کو معمور کر دیا گیا۔ گورنروں کے فرائض و واجبات اس خوبی سے انجام دیئے اور ایسی شہرت اور محبوبیت حاصل کر لی کہ رفتہ رفتہ بلادِ شام و عراق و یمن پر اس کا پرچم لہرانے لگا۔

ارضِ مقدس، فلسطین اور بیت المقدس پر جب پورے اتحاد و اتفاق اور ہم آہنگی کے ساتھ عیسائی ممالک فرانس اور انگلستان وغیرہ کے فرمانرواؤں نے اپنی افواج قاہرہ کو لے کر حملہ اور تاخت و تاراج کا سلسلہ شروع کیا تو صلاح الدین نے پورے استقلال و شجاعت کے ساتھ عیسائی دنیا کے اس مجموعی اور متحدہ حملہ کا مقابلہ کیا اور کامیاب رہا۔

ایک روز صلاح الدین نے انگلستان کے بادشاہ کو جسے اس کی بہادری کے باعث ''شیر دل'' کہتے تھے، پیادہ پا اپنے سے لڑتے ہوئے دیکھا، تو اس نے انگلستان کے بادشاہ کو خاص اپنی سواری کا گھوڑا دیا اور کہا:

''میری نظر میں تمہارا مقام اس سے کہیں ارفع و اعلیٰ ہے کہ میں تمہیں پا پیادہ لڑتے دیکھوں''۔

۵۷۹ھ میں صلاح الدین کی دمشق میں وفات ہوئی، صلاح الدین کے مآثر میں (مصر کے اندر) ایک مدرسہ ہے، جو امام شافعیؒ کے مرقد کے پاس اس نے تعمیر کرایا تھا، ایک اور مدرسہ اس نے مشہد حسینی کے جوار میں بنا دیا تھا قدس اور مصر میں بھی مالکیہ کیلئے اس نے مدرسے تعمیر کرائے اور بہت بڑی جاگیران کیلئے وقف کی، اس کی سب سے بڑی خصوصیت یہ

Marfat.com

تھی کہ اس نے کوئی چیز اپنے نام سے منسوب نہیں کی، سوائے دمشق کے مدرسہ "صلاحیہ" کے۔ اسلام کی تاریخ اس کے نام اور اس کے کارناموں کو کبھی فراموش نہیں کرسکتی۔

☆......☆......☆

تیمور لنگ

تیمور لنگ کا شمار بڑے باہمت اور حوصلہ مند لوگوں میں ہوتا ہے، اس کے بارے میں روایت ہے کہ ماں کے پیٹ سے اس حالت میں پیدا ہوا تھا کہ اس کے دونوں ہاتھوں میں خون بھرا ہوا تھا، بچپن ہی سے بڑی منچلی عادتوں کا مالک تھا، سرکش، اور تند مزاج گھوڑوں کو بھگاتا، اور پسینہ پسینہ کردیتا، آخر کار انہیں رام کر کے رہتا، وحشی جانوروں اور درندوں کا شکار بڑے شوق سے کرتا، اس کام سے اتنی دلچسپی تھی کہ وقت کا بڑا حصہ اسی میں صرف ہوجاتا، بارہ برس کی عمر سے لڑائیوں اور جنگوں میں شرکت کرنے لگا، ان لڑائیوں میں اس نے ایسے کرشمے اپنی بہادری اور شجاعت کے دکھائے کہ لوگ اس کا ادب واحترام کرنے لگے۔ اس کی دہشت بیٹھ گئی اور لوگ اس سے خائف رہنے لگے اپنے قبیلہ میں بہت جلد یہ سب سے زیادہ ہیبت ناک آدمی بن گیا۔

باپ کے مرنے کے بعد یہ قبیلہ کا سردار بھی بن گیا، اس کی سرگرمیوں کا رخ بہت جلد فتوحات کی طرف ہوگیا۔ اور اس نے مختصر سے عرصہ میں سخت وشدید معرکوں کے بعد، خوارزم، خراسان، فارس، جنوبی روس، بلادِ ہند اور شام کے بہت سے علاقے فتح کر کے اپنی قلمرو میں شامل کر لئے۔ بغداد پر کئی مرتبہ اس نے قبضہ کیا، اور جب حملہ کیا، اینٹ سے اینٹ بجادی۔ ایک مرتبہ ترکوں سے بھی اس کی لڑائی چھڑ گئی، خود سلطان بایزید کے لشکر سے اسکا مقابلہ ہوا۔ اس نے ترکوں کو شکست دی، اور سلطان کو اسیر کرلیا۔

ان فتوحات سے فارغ ہوکر تیمور لنگ اپنے پایۂ تخت سمرقند میں سات سال کی طویل مدت کے بعد پہنچا، اور اب اس نے داخلی امور کی طرف زیادہ توجہ دی، مدرسے بنائے، بڑی بڑی تعلیم گاہیں قائم کیں، شفاخانوں کی بنا ڈالی، عدل وانصاف کے ساتھ اور فرماں روائی

کرنے لگا۔ فتح مندی کی ہوس نے اس کے دل ودماغ پر قبضہ کرلیا تھا۔ ہر وقت ایک ہی دھن میں مست اور محو رہتا تھا، کہ اب کس علاقے کو زیرنگیں کرلے؟ اس کی تمنا یہ تھی کہ ساری دنیا کا بادشاہ بن جائے۔ اسی لئے اس نے اپنا لقب ''صاحبقرا'' یعنی بادشاہِ عالم مقرر کیا تھا۔

تیمور کہا کرتا تھا:

''جس طرح اس دنیا کا صرف ایک خدا ہے، اسی طرح اس دنیا کا صرف ایک بادشاہ ہونا چاہیے''۔

اس کے پروگرام میں چین اور جاپان کی فتح بھی شامل تھی۔ لیکن موت نے مہلت نہ دی، راستہ ہی میں وفات پا گیا، اور ساری آرزوئیں اور تمنائیں دھری کی دھری رہ گئیں۔

☆......☆......☆

ابُوجعفر منصور

ابوجعفر منصور کے حاجب ربیع کا بیان ہے:

''خلیفہ جعفر کو اطلاع ملی کہ ایک شخص کے پاس بنواُمیّہ کے ودائع اور اموال محفوظ ہیں اور وہ چپ چاپ انہیں احتیاط کے ساتھ رکھے ہوئے ہے''۔

خلیفہ نے مجھ سے کہا:

''اسے میرے سامنے حاضر کرو''۔

میں اسے لے کر خلیفہ کے حضور میں پہنچا، منصور نے کہا:

''ہمیں معلوم ہوا ہے تمہارے پاس بنوامیہ کے ودائع اور اموال ہیں؟ اگر یہ سچ ہے تو ہمارے سامنے انہیں پیش کرو''۔

وہ بولا:

''اے امیرالمؤمنین کیا آپ ان کے وارث ہیں؟''

منصور نے کہا: ''نہیں''۔

وہ کہنے لگا: ''بنواُمیّہ کے وہ لوگ جن کی امانتیں میرے پاس رکھی ہیں کیا آپ کیلئے

Marfat.com

حمایت کر گئے تھے؟''

منصور نے کہا: ''ایسا بھی نہیں ہوا''۔

وہ بولا: ''پھر آپ مجھ سے کیوں طلب کرتے ہیں؟''

منصور کچھ دیر سر جھکائے رہا، پھر اس نے سر اٹھایا اور جواب دیا:

''بنوامیہ ظالم تھے، یہ دولت وثروت انہوں نے ظلم کر کے حاصل کی۔ میں مسلمانوں کا وکیل ہوں، لہٰذا میں چاہتا ہوں کہ یہ مال لے کر بیت المال میں داخل کر دوں''۔

وہ بولا: ''یا امیر المومنین، سب سے پہلے تو اس کا ثبوت دیجئے کہ میرے پاس بنوامیہ کا جو مال ہے، وہ غصب اور ظلم سے حاصل کیا گیا ہے اس میں خیانت کو دخل ہے، وہ مسلمانوں سے زبردستی حاصل کیا گیا ہے۔ آخر بنی امیہ کے پاس مسلمانوں کے مال کے علاوہ خود ان کا ذاتی مال بھی تو تھا کچھ''۔

منصور نے سر جھکا لیا، پھر اس نے سر اٹھایا اور میری طرف مخاطب ہو کر کہا:

''اے ربیع اب ہمیں کیا کرنا چاہیے؟''

پھر منصور اس آدمی کی طرف ملتفت ہوا، اور متبسم ہو کر کہنے لگا:

''کوئی ضرورت ہو تو بتاؤ، میں پوری کر دوں گا؟''

کہنے لگا:

''جی، ایک ضرورت ہے، آپ سرکاری ڈاک کے ذریعہ میرا ایک خط شام میں میرے متعلقین کو پہنچا دیں، تا کہ وہ مطمئن ہو جائیں، میری طرف سے، اس کی تکمیل کے بعد دوسری عرض کروں گا''۔

منصور نے کہا:

''دوسری بھی کہہ دو''۔

وہ بولا: ''میں آپ کے کرم کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ اس شخص کو میرے سامنے بلائیے، جس نے میری چغلی آپ سے کھائی......

خدا کی قسم، میرے پاس بنی اُمیہ کی کوئی چیز نہیں ہے، نہ دولت نہ امانت نہ مجھے یہ علم ہے

کہ ایسی چیزیں کسی دوسرے شخص کے پاس ہیں،

میں نے آپ سے اس بارے میں ابھی جو گفتگو کی، وہ محض اخلاص کے جذبہ سے کی، کہ آپ سے کوئی ایسا فعل سرزد نہ ہو جو ناروا ہو"۔

پھر امیر المؤمنین منصور میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

"اس شخص کو اس کے سامنے لاؤ، جس نے اس کی چغلی مجھ سے کی تھی"۔

ربیع کا کہنا ہے:

میں نے اس شخص کو لا کر سامنے کر دیا، جب اس نے چغل خور کو دیکھا تو کہا:

"یہ میرا غلام ہے، جو میرے تین ہزار دینار لے کر بھاگ کھڑا ہوا تھا"۔

منصور نے جب یہ سنا تو غلام پر سختی کی اور کہا:

"سچ سچ بتا کیا معاملہ ہے؟"

غلام نے آخر اقرار کر لیا کہ واقعی دو تین ہزار دینار لے کر اپنے آقا کے ہاں سے بھاگ کھڑا ہوا تھا۔

منصور نے غلام کے آقا سے کہا:

"اب تم اسے معاف کر دو"۔

وہ بولا: "یا امیر المؤمنین، میں نے اس کا جرم معاف کیا، اس کی خطا بخش دی، اپنے مطالبہ سے دستبردار ہو گیا، اور مزید تین ہزار دینار اسے دیتا ہوں"۔

منصور نے کہا: "یہ کرم مزید کیوں؟"

وہ بولا: "آپ کی سفارش کے صدقہ میں"۔

یہ کہا اور چلا گیا۔

اس کے بعد منصور جب بھی اس واقعہ کو یاد کرتا تھا، کہتا تھا:

"ربیع، اس آدمی کا سا کوئی آدمی میں نے کبھی نہیں دیکھا"۔

ربیع کا بیان ہے کہ منصور کے سامنے اس جرأت اور ہمت کے ساتھ اس شخص کے علاوہ کسی اور کو میں نے کبھی بات کرتے نہیں دیکھا۔

موت کے دروازہ پر

احمد بن ابی داؤد قاضی روایت کرتے ہیں کہ:

میں نے موت کا مقابلہ میں تمیم بن جمیل خارجی سے بڑھ کر کسی کو نڈر اور جری نہں پایا، اس شخص نے معتصم باللہ کے خلاف خروج کیا۔ پکڑا گیا۔ اسیر کر کے خلیفہ کے سامنے لایا گیا، یہ دربار عام کا دن تھا۔ معتصم مسندِ خلافت پر متمکن تھا، دربار میں عوام اور خواص سب حاضر تھے۔

معتصم نے حکم دیا: ''تلوار اور نطع (چمڑے کا وہ ٹکڑا جس پر قتل کرتے وقت آدمی کو بٹھاتے تھے تاکہ اس کا خون زمین پر نہ گرے) لایا جائے''۔

فوراً حکم کی تعمیل ہوئی۔

معتصم نے کہا:

''اسے نطع پر بٹھا دو اور اس کی گردن مار دو''۔

معتصم نے دیکھا وہ قتل ہونے کیلئے نہایت بے پروائی اور پندار کے ساتھ نطع کی طرف جا رہا ہے، موت کی طرف قدم بڑھ رہے تھے، لیکن نہ چہرے پر ہراس کا اثر تھا نہ دہشت کا، وہ اس طرح خراماں خراماں چل رہا تھا جیسے کوئی گلگشت کو نکلتا ہو۔

معتصم کو تمیم کی اس ادا نے اپنی طرف متوجہ کر لیا، پھر اس نے اس سے باتیں چھیڑ دیں، تاکہ اس کی عقل اور فصاحت و بلاغت کا بھی کسی حد تک اندازہ کر سکے، چنانچہ اس نے پوچھا:

''تمیم اگر کوئی عذر اپنی برأت کیلئے پیش کر سکتے ہو تو پیش کرو، ہم سنیں گے، اور اگر معقول پائیں گے تو تمہیں بری بھی کر دیں گے''۔

تمیم نے جواب میں یہ شعر پڑھے:

''تلوار اور نطع کے مابین، میں موت کو دیکھ رہا ہوں، وہ مجھے گھور رہی ہے لیکن میں اس کی پرواہ نہیں کرتا''۔

''میں جانتا ہوں آج میرے قتل کا دن ہے اور تو مجھے قتل کرنے کا ارادہ کر چکا ہے، لیکن

Marfat.com

اللہ جو فیصلہ کر چکتا ہے بندہ اس میں دخل نہیں پا سکتا۔

کون شخص ہے جو ایسے موقع پر دلیل اور حجت پیش کرے جب موت کی تلوار اس کی آنکھوں کے سامنے چمک رہی ہو؟

میں موت سے ذرا بھی نہیں ڈرتا، اس لئے کہ میں جانتا ہوں کہ وقت سے پہلے موت نہیں آسکتی۔

خلیفہ معتصم یہ سن کر رونے لگا اور اس کے منہ سے بے ساختہ نکل گیا:

"اِنَّ مِنَ الْبَیَانِ لَسِحْرًا"

پھر اس نے تمیم کو معاف کر دیا، اور پچاس ہزار درم انعام دیئے۔

☆......☆......☆

ہارون رشید کا طبیب

خلیفہ ہارون رشید کا ذاتی طبیب ایک عیسائی تھا، ایک مرتبہ خلیفہ کے سامنے طبیب بیٹھا تھا، اور باتیں ہو رہی تھیں، اتفاق سے علی بن حسین بن واقد بھی موجود تھے۔

طبیب نے علی سے کہا:

"علم کی دو قسمیں ہیں: "عِلْمُ الْاَبْدَان اور عِلْمُ الْاَدْیَانْ"۔
یعنی جسم کا علم، اور مذہب کا علم، لیکن آپ کی کتاب (قرآن) میں علمِ طب کا کچھ بھی ذکر نہیں ہے؟"

علی نے جواب دیا:

"اللہ میاں نے ساری طب کو آدھی آیت میں جمع کر دیا ہے"۔

طبیب نے پوچھا:

"وہ کیا ہمیں بھی سنایئے"۔

علی نے کہا:

اللہ فرماتا ہے: "کُلُوْ وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا" یعنی کھانے پینے میں اعتدال سے کام لو۔

طبیب نے کہا:

''طب کے بارے میں آپ کے رسول ﷺ سے بھی کچھ مروی ہے''؟

علی نے کہا:

''کیوں نہیں، بہت سادہ الفاظ میں، بہت بڑی بات''۔

طبیب نے دریافت کیا:

''وہ بھی فرما دیجئے''۔

علی نے کہا:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:''اَلْمِعْدَةُ بَيْتُ الدَّاءِ وَالْحِمْيَةُ راسُ كُلِّ دَوَاءٍ وَالحَظُّ كُلَّ بدن ماعودته''۔

یہ سن کر نصرانی نے کہا:

''تمہارے نبی ﷺ نے اور تمہاری کتاب (قرآن) نے بیچارے جالینوس کیلئے کچھ بھی نہیں چھوڑا، ساری طب ان چند الفاظ کے اندر آگئی ہے اور حق یہ ہے کہ اس سے زیادہ کچھ کہا بھی نہیں جا سکتا''۔

☆......☆......☆

Marfat.com

ادب ضبطِ نفس، عفو وعدل صدق وامانت

باپ اور بیٹا

ایک آدمی آنحضرت ﷺ کی خدمت میں شکایت کناں حاضر ہوا:

''یارسول اللہ (ﷺ) میرے باپ نے میرا مال لے لیا''۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

''اپنے باپ کو لے کر آ''۔

تھوڑی دیر کے بعد، وہ نوجوان ایک بوڑھے کے ساتھ خدمتِ نبوی ﷺ میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

''تمہارا بیٹا تمہاری شکایت کیوں کرتا ہے؟ کیا تم اس کا مال لینا چاہتے ہو؟''

باپ نے جواب میں یہ شعر پڑھے:

''میں نے تجھے کھلایا، پلایا، پروان چڑھایا، تجھ سے محبت کی، تجھ پر پروانہ وار جان چھڑکتا رہا۔ رات کو اگر تیری طبیعت خراب ہوتی، تو راتوں کو خود جاگا، پر تجھے تکلیف نہ ہونے دی۔

تو میرے احسان اور شفقت ومحبت کا بدلہ یوں دے رہا ہے، جیسے تو کوئی بڑا سخی اور دریا دل ہے اور میں فقیر و بےنوا''۔

یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے لڑکے کو باپ کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا:

''تو اور تیرا مال، تیرے باپ ہی کا ہے''۔

☆......☆......☆

سکندرِ اعظم اور اس کا مُعلم

سکندرِ اعظم کی عظمت وجلال سے ساری دنیا واقف ہے، یہ وہ شخص ہے جس نے ساری

دنیا کو فتح کرنے کا خواب دیکھا تھا، اور بڑی حد تک اس خواب شریں کی تعبیر بھی دیکھ لی، اس نے بڑے بڑے ملک فتح کئے، بڑی بڑی قوموں اور ملتوں کو غلام بنایا، سرکشوں اور باغیوں کی گردنیں اڑائیں، جہاں پہنچا وہاں اس نے اپنی عظمت وجلال کا ڈنکا بجایا، آج بھی تاریخ میں سکندر کا نام زندہ ہے اور شاید قیامت تک زندہ رہے گا۔

سکندر اپنے استاد کی عظمت و بزرگی اپنے باپ سے زیادہ کرتا تھا، چنانچہ ایک مرتبہ اس سے پوچھا گیا:

''کیا بات ہے کہ آپ اپنے استاد کی تعظیم اپنے والد سے زیادہ کرتے ہیں؟''

سکندر نے جواب دیا:

''اس لئے کہ میرا باپ میری فانی زندگی کا سبب ہے اور میرا استاد میری اس زندگی کا سبب ہے جو باقی رہے گی، فنا نہ ہوں''۔

☆......☆......☆

واثق باللہ کا ادب

عباسی خلفاء نے جس شان اور آن بان کے ساتھ حکومت کی، اس کی دلچسپ اور طویل داستانیں تاریخ کے صفحات پر محفوظ ہیں۔ عباسی خلفاء کی منجملہ اور خصوصیتوں کی ایک بہت بڑی خصوصیت یہ بھی تھی کہ وہ علم کے قدر دان تھے علماء کا احترام کرتے تھے۔ اور اپنے استادوں کی عظمت اور بزرگی، ادب وجلال میں تو وہ بہت زیادہ آگے تھے، اس خاندان میں کوئی خلیفہ ایسا نہیں ملے گا۔ جو اس خصوصیت کا حامل نہ ہو۔

ایک مرتبہ خلیفہ واثق باللہ مسندِ خلافت پر متمکن تھا، کہ اس کا معلم محمد بن زیاد آیا خلیفہ نے بہت زیادہ اس کی عزت وتکریم کی۔

یہ دیکھ کر ایک شخص نے اس سے پوچھا:

''اے امیر المؤمنین! یہ کون شخص ہے، جس کا آپ اس درجہ احترام فرماتے ہیں؟''

واثق نے جواب دیا:

"یہ وہ شخص ہے، جس نے خدا کی معرفت مجھ پر منکشف کی، مجھے علم دیا، اور مجھے خدا کی رحمت سے قریب کر دیا۔

☆......☆......☆

حضرت عمرؓ کی بہو!

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مرتبہ کہیں تشریف لے جا رہے تھے، کہ آپ نے ایک بڑھیا کو دودھ دوہتے ہوئے دیکھا، آپ تھوری دیر وہاں ٹھہر گئے آپ نے بڑھیا سے کہا:

"دیکھو بڑی بی! مسلمانوں کو دھوکا نہ دینا، اپنے دودھ میں پانی نہ ملانا"۔

بڑھیا نے جواب دیا: "امیر المؤمنین کا حکم سر آنکھوں پر"۔

کچھ روز کے بعد حضرت عمرؓ کا پھر ادھر سے گزر ہوا، آپ نے بڑھیا سے کہا:

کیا میں نے تجھ سے عہد نہیں لیا تھا کہ تو دودھ میں پانی نہیں ملایا کرے گی؟"

بڑھیا نے جواب دیا:

"خدا کی قسم اے امیر المؤمنین! اس روز سے میں نے پانی نہیں ملایا"۔

اتنے میں خیمہ کے اندر سے بڑھیا کی لڑکی نے ذرا زور سے کہا:

"اماں جھوٹی قسم نہ کھاؤ۔ تم نے عہد شکنی کی ہے۔ تم نے پانی ملایا"۔

حضرت کے کان میں لڑکی کے یہ الفاظ پڑے تو انہیں لڑکی کی صداقت اور جرأت پر بڑی حیرت اور مسرت ہوئی، آپؓ نے اپنے صاحبزادوں سے کہا:

""تم میں سے کون اس سے شادی کرنے کو تیار ہے؟"

ممکن ہے خدا اس کے بطن سے کوئی ایسی ہی سعید اور صادق ہستی پیدا کرے؟"

آپ کے صاحبزادے عاصم نے کہا:

"اے امیر المؤمنین میں اس لڑکی سے شادی کرنے پر تیار ہوں"۔

چنانچہ بڑھیا کی لڑکی سے حضرت عمرؓ کے صاحبزادے عاصم کی شادی ہوگئی، اس لڑکی کے بطن سے ام عاصم پیدا ہوئیں جن سے عبدالعزیز بن مروان کی شادی ہوئی، اور ام عاصم کے بطن

Marfat.com

سے تاریخ کی وہ مشہور اور غیر فانی ہستی پیدا ہوئی جس کا نام حضرت عمر بن عبدالعزیز ہے، جن کے دور خلافت کے بارے میں مؤرخین اس پر متفق ہیں کہ وہ خلافت راشدہ کے دور ہمایوں کا پرتو تھا۔ (نہایۃ الارب)

☆......☆......☆

حضرت علی کی امانت

حضرت علی کرم اللہ وجہہ میں جہاں اور خصائص اور کمالات تھے، وہاں سب سے بڑی بات یہ تھی کہ آپ غایت درجہ امین تھے، مسلمانوں کے مال کی رکھوالی اس طرح کرتے تھے، جس طرح کوئی اپنے مال کی رکھوالی کرتا ہے، اسی طرح امانت داری کے جذبہ کے ماتحت آپ نے بھائی تک کو مخالف بنالیا، لیکن اپنی امانت اور دیانت پر حرف آنا کسی طرح بھی گوارا نہیں کیا۔

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے، کہ آپ کے بھائی عقیل نے، جو مالی دشواریوں میں گرفتار تھے، آپ سے سوال کیا کہ بیت المال میں سے کچھ رقم دے دی جائے، لیکن آپ نے صاف انکار کر دیا اور فرمایا:

''مسلمانوں کے بیت المال میں سے کسی غیر مستحق کو میں کچھ نہیں دے سکتا، چند روز انتظار کرو، میرا مال آنے والا ہے، وہ آجائے تو میں تمہیں دے دوں گا''۔

لیکن عقیل انتظار نہ کر سکے، وہ معاویہ کی جماعت میں شریک ہو گئے۔

☆......☆......☆

ابو ہریرہؓ اور بحرین کی آمدنی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، میں بحرین سے بہت سا مال و زر لے کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حاضر ہوا۔ عشاء کی نماز میں نے آپ ہی کے ساتھ پڑھی۔ نماز کے بعد آپ نے دریافت کیا:

''کیا لے کر آئے ہو؟''

Marfat.com

میں نے جواب دیا: "پانچ لاکھ"۔

حضرت نے فرمایا: "کچھ معلوم بھی ہے، کیا کہہ رہے ہو؟"

میں نے عرض کیا: "پانچ لاکھ کہہ رہا ہوں"۔

فرمایا: "اپنے گھر واپس جاؤ، گنو اور کل میرے پاس آؤ"۔

دوسرے روز جب میں حاضر ہوا تو پھر پوچھا:

"کیا لے کر آئے ہو؟"

میں نے وہی جواب دیا، جو کل دے چکا تھا، آپ نے فرمایا:

"پھر سوچ لو، کیا کہہ رہے ہو؟"

میں نے کہا:

"ایک لاکھ، ایک لاکھ.......... یہاں تک کہ میں نے پانچ لاکھ تک کی گنتی پوری کر لی"۔

حضرت میری امانت اور دیانت سے بہت خوش ہوئے اور ساری رقم مستحقین کے مابین تقسیم کر دی۔

☆......☆......☆

قاضی ابو حازم کا عدل

ابوالحسن عبدالواحد الحصیبی بیان کرتے ہیں:

میں قاضی ابو حازم کی خدمت میں ایک مرتبہ حاضر ہوا، اتنے میں امیر المؤمنین خلیفۃ المسلمین المعتضد باللہ کے پاس سے ظریف المخلدی آیا، اور گویا ہوا:

"آپ سے امیر المؤمنین نے فرمایا ہے، فلاں شخص میرا دین دار ہے، ہمیں معلوم ہوا ہے، اس کے قرضخواہوں نے آپ کے ہاں اس کا افلاس ثابت کر دیا ہے، آپ نے ان لوگوں کے مابین اس کا مال بانٹ دیا ہے، لہٰذا ان ہی کی طرح اس کے مال میں میرا بھی ایک حصہ رکھ دیجئے"۔

ابو حازم نے جواب دیا:

Marfat.com

جا کر خلیفہ سے کہہ دینا، خدا آپ کی عمرِ طویل عطا فرمائے، خلیفہ کو یاد دلا دینا کہ جب اس نے مجھے منصب قضا سونپا تھا تو کہا تھا، اپنی گردن کا بوجھ تمہاری گردن پر ڈالتا ہوں۔ لہٰذا انہیں اس پر قائم رہنا چاہیے اور معلوم ہونا چاہیے کہ میں بغیر دلیل اور ثبوت کے کوئی حکم نہیں دے سکتا۔

ظریف واپس چلا گیا، اور جو کچھ اس نے قاضی سے سنا تھا، خلیفہ کو کہہ سنایا:

خلیفہ نے کہا:

"قاضی صاحب سے جا کر کہہ دو، فلاں فلاں دو شخص میرے گواہ ہیں، ان کا شمار اعیان دولت اور ارکانِ حکومت میں ہوتا ہے"۔

ظریف نے واپس آ کر قاضی سے یہ بات کہہ دی۔

قاضی صاحب نے کہا:

"وہ دونوں میرے پاس آئیں، میں ان سے پوچھ گچھ کروں گا اگر میں نے ان کی شہادت قابلِ قبول سمجھی تو قبول کرلوں گا۔ ورنہ رد کردوں گا"۔

لیکن معتضد نے ان دونوں کو اس لئے گواہی دینے نہیں بھیجا کہ ممکن ہے ان کی شہادت قاضی صاحب رد کردیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ معتضد کا دعویٰ تسلیم نہیں کیا گیا، اور خلیفۂ وقت ہونے کے باوجود وہ کچھ نہ لے سکا۔ (العقد الفرید)

☆......☆......☆

قاضی اور خلیفہ

دار قطنی روایت کرتے ہیں کہ میں نے عبدالرحیم بن قاضی اسمٰعیل سے سنا وہ کہتے تھے کہ میرے والد قاضی اسمٰعیل کی تولیت میں ایک یتیم لڑکا تھا، اس کی ماں کی بہن قصرِ خلافت میں رہتی تھی، لڑکا جب بڑا ہوا تو اس کی ماں نے اپنی بہن سے کہا:

"کسی دن موقعہ پا کر امیر المؤمنین سے عرض کرو کہ قاضی اسمٰعیل اب میرے لڑکے پر سے پابندی اٹھالیں۔ اور اپنے باپ کے مال و منال میں سے جو چاہے خرچ کر سکے"۔

Marfat.com

بہن نے موقع پا کر یہ درخواست خلیفہ کے گوش گزار کی۔ خلیفہ معتضد باللہ نے عبیداللہ بن سلیمان بن واہب کو بلایا جو اس کا وزیر تھا اور کہا:

''قاضی اسمٰعیل سے کہہ دو کہ وہ فلاں لڑکے کے اوپر سے پابندیاں ہٹالیں''۔

عبیداللہ نے قاضی اسمٰعیل سے کہا:

''امیر المؤمنین نے آپ کو حکم دیا ہے کہ فلاں یتیم لڑکے کے اوپر سے پابندیاں ہٹا لیجئے اور اس کا مال ومنال واگذار کر دیجئے''۔

قاضی اسمٰعیل نے جواب دیا: ''دیکھا جائے گا''۔

پھر قاضی صاحب نے لڑکے کے بارے میں دریافت کیا انہیں معلوم ہوا کہ ابھی سنِ رشد کو نہیں پہنچا ہے، چنانچہ انہوں نے پابندیاں جاری رکھیں۔

کئی ہفتے گزر گئے۔

لڑکے کی ماں نے پھر اپنی بہن کو یاددہانی کی، وہ پھر امیر المؤمنین کے پاس پہنچی اور عرض گزار ہوئی معتضد نے کہا:

''کیا میں نے واگذاری کا حکم نہیں دیا تھا؟''

وہ بولی: ''بیشک آپ نے حکم دیا تھا، مگر اب تک اس کی تعمیل نہیں ہوئی''۔

معتضد نے فوراً اپنے وزیر عبیداللہ کو طلب کیا اور کہا:

میں نے تجھے حکم دیا تھا کہ قاضی اسمٰعیل تک میرا یہ فرمان پہنچا دے کہ فلاں لڑکے کا مال واگذار کر دیا جائے، پھر کیا ہوا؟''

عبیداللہ وزیر نے ہاتھ باندھ کر عرض کیا:

میں نے قاضی اسمٰعیل سے اسی وقت کہہ دیا تھا، انہوں نے جواب دیا: ''دیکھا جائے گا''۔

معتضد نے کہا: ''پھر قاضی صاحب کے پاس جاؤ اور انہیں یہ میرا فرمان پہنچا دو''۔

عبیداللہ نے پھر قاضی صاحب سے کہا:

''امیر المؤمنین نے آپ کو حکم دیا ہے کہ فلاں لڑکے کا مال واگذار کر دیا جائے''۔

قاضی صاحب نے ذرا دیر کیلئے سر جھکایا، پھر قلم دوات مانگا۔ کچھ لکھا، مہر لگائی اور کہا: ''

Marfat.com

امیر المومنین تک پہنچا دیجئے، اس میں ان کے ارشاد کا جواب مرقوم ہے"۔

وزیر عبید اللہ نے وہ خط لیا، اور سیدھا معتضد باللہ کے حضور میں حاضر ہوا، اور خط دیتے ہوئے ناگواری کے ساتھ کہا:

"قاضی صاحب کا خیال ہے، کہ اس تحریر میں آپ کے فرمان کا جواب موجود ہے"۔

معتضد باللہ نے وزیر کے ہاتھ سے وہ خط لے لیا، کھولا، پڑھا پھر الگ رکھ دیا اور کہا:

"اب قاضی صاحب سے اس معاملہ میں کچھ نہ کہا جائے"۔

عبید اللہ وزیر نے وہ خط اٹھا کر پڑھا تو اس میں لکھا تھا:

"یا داؤد انا جعلناک خلیفة فی الارض فاحکم بین النّاس بالحق،

ولا تتبع الھوٰی فیضلک عن سبیل اللّٰہ"۔

یعنی: "اے داؤد! ہم نے تجھے زمین پر خلیفہ بنایا، پس لوگوں کے مابین حق کے ساتھ حکومت کر، خواہشات کے پیچھے نہ چل، وہ تجھے اللہ کے راستہ سے بہکا دیں گی"۔ (العقد الفرید)

☆......☆......☆

احنف بن قیس!

احنف بن قیس اپنے حلم اور بردباری، عفو و درگذر، اور ضبط نفس کے اعتبار سے یگانہ اور فرد فرید مانے جاتے تھے۔

ایک مرتبہ ایک شخص ان سے جھگڑ پڑا، اور اس نے کہا:

"آپ نے اگر ایک کہی، تو میں دس سناؤں گا، یہ یاد رہے"۔

احنف نے جواب دیا:

"میرے بھائی! اگر تم دس سنا لو گے تب بھی ایک نہ سنو گے"۔

وہ شرمندہ ہو کر خاموش ہو گیا۔

احنف کے بارے میں اس طرح کی اور بھی بہت سی دوسری حکایتیں مشہور ہیں جن سے ان کے عفو و درگذر اور حلم و بردباری نمایاں ہوتی ہے، ان تمام حکایات کا ماحصل اور

لب لباب یہ ہے کہ اگر انسان دوسرے کی غلطیاں نظر انداز کرنے کی عادت ڈال لے تو خود بھی ذہنی اور قلبی اذیتوں سے محفوظ رہتا ہے اور دوسروں کو بھی اس سے نہ صرف کوئی تکلیف ہی نہیں پہنچتی بلکہ اس کے طرزِ عمل اور حسنِ سلوک سے متاثر ہو کر وہ خود بھی راہ یاب ہو جاتے ہیں۔

☆......☆......☆

Marfat.com

اسرار و حکم

حضرت علیؓ کی وصیت

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ اپنے بڑے صاحبزادے حضرت امام حسنؓ سے نصیحت و وصیت فرماتے ہوئے کہا:

''اے میرے بیٹے''۔

اپنے نفس کو ترازو بنالے، جو تیرا اور تیرے غیر کا معاملہ ٹھیک تیرے سامنے تول دیا کرے، دوسرے کیلئے بھی وہی پسند کر جو خود اپنے لئے پسند کرتا ہے، اگر تو چاہتا ہے کہ تجھ پر احسان کیا جائے تو دوسرے کے ساتھ بھی احسان کا سلوک کر، جو چیز تو دوسروں کی ناپسند کرتا ہے، اپنے اندر سے بھی اسے نکال دے تو لوگوں سے راضی رہ وہ تجھ سے راضی اور خورسند رہیں گے، وہ بات منہ سے نہ نکال جس کا تجھے علم نہیں، وہ بات بھی منہ سے نہ نکال جس کے بارے میں تو نہیں چاہتا کہ لوگ تیرے لئے کہیں''۔

☆......☆......☆

حضرت عمرؓ گھر کے اندر!

ایک شخص جس کا نام عامر تھا، ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس شخص کو حضرت نے ایک اچھے عہدے پر مقرر کر رکھا تھا، یہ شخص جب پہنچا تو اس نے دیکھا کہ حضرت عمرؓ لیٹے ہوئے ہیں، اور آپ کے بچے آپ کے پیٹ پر چڑھے ہوئے کھیل رہے ہیں۔ یہ منظر دیکھ کر عامر کے چہرے پر ناگواری کے اثرات پیدا ہوئے۔

حضرت عمرؓ نے اس کی کیفیت بھانپ لی اور دریافت کیا:

''تمہارا سلوک اپنے گھر والوں کے ساتھ کیسا ہے؟''

Marfat.com

جواب دیا: "جب میں گھر میں داخل ہوتا ہوں، تو بولتے ہوئے لوگ خاموش ہوجاتے ہیں"۔

حضرت نے فرمایا: "تم امت محمدی ﷺ کے ایک فرد ہونے کے باوجود یہ نہیں جانتے، کہ ایک مسلمان کو اپنے گھر والوں کے ساتھ کس رفق و محبت اور شفقت اور عطوفت کا برتاؤ کرنا چاہیے"۔

☆......☆......☆

رسول ﷺ کا برتاؤ حیوانوں کے ساتھ

(۱)

روایت ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ اپنے بعض اصحابؓ کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ آپ کے سرِ مبارک کے اوپر ایک کبوتری پھڑ پھڑاتی ہوئی آئی، وہ بہت گھبرائی ہوئی اور سہمی ہوئی تھی، آپ نے فرمایا:

"اس کبوتری کو کس نے تکلیف پہنچائی ہے"۔

ایک صحابیؓ نے عرض کیا:

"میں نے اس کے انڈے لے لئے ہیں"۔

فرمایا: "وہیں رکھ دو جہاں سے اٹھائے تھے"۔

---

(۲)

ایک مرتبہ رسالتمآب ﷺ نے ایک بلی کو دیکھا کہ پیاس سے بے حال ہو رہی تھی۔ آپ ﷺ نے پانی سے بھرا ہوا برتن خود اپنے دستِ مبارک سے اس کی طرف بڑھایا، بلی نے خوب سیر ہو کر پانی پیا، اور جس راستے سے آئی تھی اسی راستے چلی گئی۔

Marfat.com

(۳)

روایت ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ہمرکاب تھیں، و
ایک سانڈنی پر بیٹھی تھیں، اتفاق سے سانڈنی کی رفتار میں کسی تکلیف کے سبب کچھ فرق تھا۔
حضرت عائشہؓ بار بار اسے کوچتی تھیں اور مارنے کیلئے ہاتھ اٹھاتی تھیں۔
یہ منظر دیکھ کر رحمۃ اللعالمین سے ضبط نہ ہو سکا، آپ سے سانڈنی کا یہ حال نہ دیکھا گیا۔
آپ نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے فرمایا:
''اے عائشہؓ! رحم کرو، رحم!''۔
حضرت عائشہ صدیقہؓ یہ سنتے ہی باز آ گئیں۔
ان روایات و واقعات سے اندازہ ہوتا ہے کہ رسول امی ﷺ کو صرف بنی نوع انسان ہی کا
نہیں بلکہ حیوانات تک کی تکلیف اور مصیبت کا کتنا زیادہ احساس تھا، اور آپ صحیح معنی میں رحمۃ''
للعالمین تھے یعنی صرف مسلمان کیلئے نہیں بلکہ تمام جانداروں کیلئے خواہ وہ انسان ہوں یا حیوان۔

☆......☆......☆

امام حنبلؒ کی روایت حدیث

امام احمد بن حنبلؒ کو خبر ملی کہ ماوراء النہر میں ایک شخص عالم ہے، جو احادیث ثلاثیہ کی روایت
کرتا ہے۔ یہ خوشخبری سن کر امام احمد بن حنبلؒ نے فوراً کوچ کی ٹھانی اور قطع منازل کرتے
ہوئے وہاں پہنچے۔
وہاں پہنچ کر دیکھتے کیا ہیں کہ وہ حضرت بڑے انہماک اور شفقت سے ایک کتے کو کھانا
کھلا رہے ہیں۔ امام احمدؒ نے سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دیا، اور پھر اپنے کام میں لگ
گئے۔ یعنی کتے کو کھانا کھلانے میں مصروف ہو گئے۔ اور امام احمد بن حنبلؒ کی طرف سے توجہ
ہٹالی۔ یہ بات امام صاحب کو دل ہی دل میں ناگوار گزری، کہ کتے پر تو یہ التفات اور انسان
سے یہ بے رخی۔

Marfat.com

جب وہ کتے کو خوب سا کھانا کھلا چکے تو امام صاحبؒ کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا:

''شاید تمہارے دل میں یہ خیال پیدا ہوا ہو کہ میں کتے کی طرف تو متوجہ رہا لیکن تمہاری طرف ملتفت نہیں ہوا؟''

امام نے فرمایا: ''آپ سچ فرماتے ہیں''۔

کہنے لگے:

"حدثنی ابوالزنا دعن الاعرج، عن ابی هريرة رضی الله عنه، ان النّبی صلی اللّٰه علیه وسلّم من قطع رجاء من ارتجاه، قطع الله رجاءه يوم القیٰمة فلن يلج الجنة.

یعنی: ''ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے کسی امیدوار کی امید منقطع کی، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی امید قطع کر دیں گے، اور وہ ہرگز جنت میں داخل نہیں ہو سکے گا''۔

پھر انہوں نے کہا:

''میں نے اس کتے کی امید منقطع کرنا مناسب نہیں سمجھا، کیونکہ یہ میرے پاس امید اور آرزو کے ساتھ آیا تھا''۔

امام احمدؒ نے فرمایا:

''یہ حدیث میرے لئے بہت کافی ہے......''۔

پھر وہ واپس چلے گئے۔

اس حکایت سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کو حیوان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا چاہیے۔ جب وہ امید لے کر اس کے پاس آئے اس کا فرض ہے کہ اسے کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچائے، بلکہ جو کچھ ہو سکے اس کے لئے کرے۔

☆......☆......☆

حضرت ابوبکرؓ کی استقامت

آنحضرت ﷺ نے جب اس دنیا سے کوچ فرمایا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس درجہ سراسیمہ ہوئے کہ تلوار سونت کر کھڑے ہو گئے، اور کہا:

''جو کہے گا کہ رسول اللہ ﷺ نے وفات فرمائی، اس کی گردن مار دوں گا''۔

اس اثناء میں حضرت ابوبکرؓ تشریف لے آئے۔ آپ نے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا:

''من کان یعبد محمدً افان محمدً اقدمات ومن کان یعبد اللّٰہ فان اللّٰہ حیّ لایموت''.

یعنی جو کوئی محمد کی پوجا کرتا تھا، اسے معلوم ہونا چاہیے کہ انہوں نے وفات فرمائی، اور جو خدا کی پرستش کرتا تھا، اسے جاننا چاہیے، کہ خدا زندہ ہے اور کبھی نہیں مرے گا''۔

یہ سنتے ہی حضرت عمرؓ ہوش میں آ گئے اور سب کی آنکھیں کھل گئیں۔

☆......☆......☆

Marfat.com

اِسلامی حکایات

یہ کتاب عربی زبان کے بہترین اور نایاب قصص اور روایات و حکایات
پر مشتمل ہے۔ یہ روایات و حکایات تفریحی نہیں بلکہ سبق آموز ہیں۔ ان میں
زیادہ تر تاریخی ہیں کچھ نیم تاریخی۔ داستان اور افسانہ کا شائبہ ذرا بھی نہیں ہے

زاویہ پبلشرز

Marfat.com